فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون

انوارِ صابری

معارف و مقاماتِ ولایت

حافظ عبید اللہ صابری

695

باسمہٖ سُبحانہٗ وتعالیٰ　　　حق حق حق　　　یا مُعینَ الحق والدّین ،

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ،

اے ایمان والو ، اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

وسیلہ کے تمام پہلوؤں کو واضح اور اس کے تمام گوشوں کو اُجاگر کرنے والی جامع اور بے نظیر کتاب

" اُنوارِ صابری "

جس میں وسیلا اور اس کا مفہوم ، وسیلہ کی اہمیت اور اس کے لئے جدوجہد بیعتِ توبہ اور اس کی ضرورت ، توسّل بالشیخ اور اس کا ثبوت ، شیخ کامل اور اسکی صفات ، مُریدِ صادق اور اسکے فرائض ، تصورِ شیخ اور اس کی افادیت ، صحبتِ شیخ اور اس کے فوائد۔ احوال و مقاماتِ شیخ ، وجد و سکر اور محویت۔ مروجہ سماع اور اس کا جواز ، منصب دارانِ نظامِ باطنی اور انکے تصرفات۔ اصحاب دیوان اور ان کے اجتماعات ، وحدت الوجود اور اسکے ثمرات۔ وغیرہ جیسے اہم علمی مضامین کو نہایت عمدگی ، پوری شرح و بسط اور سلیس عبارات میں ہدیۂ ناظرین کیا گیا ہے ۔

تالیف

حافظ عبداللہ صابریؒ ،

فاضل دیوبند - مولوی فاضل منشی فاضل - ادیب فاضل ،

پیش لفظ

از جناب محترم المقام قریشی محمد احسان الحق صاحب صابری ایم اے پی ای ایس
پرنسپل گورنمنٹ کمرشل ٹریننگ کالج سیالکوٹ ، مغربی پاکستان ،

حقؒ حقؒ حقؒ

سلام

بہ بارگاہ حضرت پادشاہِ دوجہان جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر، ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیری، رحمت اللہ علیہ،

السّلام اے حضرتِ مخدوم صابر السّلام
السّلام اے والیِ کلیر شہِ عالی مقام
صد سلام چشتیاں وصد سلام عاشقاں
روز و شب بادہ بروئے پاک تو ہر دم مدام
برتو می نازیم زاں کہ در دو عالم گشتۂ
مایۂ نازِ جہانِ سیّد خیر الانام،
ما گدایانِ درت جویائے رحمت آمدیم،
ابرِ رحمت لطف فرما جود کن بر خاص و عام

عقیدت کیش : حافظ عبید اللہ صابری

حقّ حقّ حقّ

فہرستِ مضامین

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ　　حقّ حقّ حقّ　　یَا مُعِینَ الْحَقِّ وَالدِّین

پیش لفظ

مُحِبّی و اخی حافظ عبید اللہ صابری صاحب فاضل دیوبند، مولوی فاضل منشی فاضل ادیب فاضل سابق اُستاد عربی گورنمنٹ ہائی اسکول گوجرانوالہ، نہ صرف ایک جیّد عالم، صائم الدہر اور قائم اللیل بزرگ ہیں بلکہ تصوّف و سلوک میں بھی ان کا مقام محتاجِ بیان نہیں۔ حافظ صاحب مشہور قلندری درویش جناب نعمت اللہ صاحب صابری مسند آرا دربارِ صابری لالہ موسیٰ ضلع گجرات سے بیعت ہیں اور انہی کے زیرِ عاطفت سلسلہ عالیہ صابریہ میں منازلِ سلوک طے کر رہے ہیں۔

صابری درویشوں کا سلسلہ باقی سلاسلِ طیّبہ سے جُدا ہوتا ہے۔ حضرت مولانا احمد جام چشتی ایرانیؒ نے کیا خوب کہا ہے : ؎

منزلِ عشق از مکان دیگر است　　مرد ایں راہ را نشانِ دیگر است

عاشقانِ خواجگانِ چشت، را، 　　از قدم تا سر نشانِ دیگر است

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

عشق را در مدرسہ تعلیم نیست　　ایں چنیں علمت بیانِ دیگر است

بر سرِ بازارِ صرافانِ عشق،　　زیرِ ہر دالے دکانِ دیگر است

دل خورد زخمے ز دیدہ خوں چکد　　ایں چنیں تیر از کمانِ دیگر است

احمدا تا گم نہ کردی ہوش را　　ایں جرس از کاروانِ دیگر است

(ترجمہ) عشق کی منزل جو ہے وہ مکان و مقام ہی دوسرا ہے اس راہ کے مسافر کا

نقشِ دست اور نقشِ پا ہی علیحدہ ہوا کرتا ہے۔ بزرگانِ چشت اہلِ بہشت کے جو عُشّاق ہوتے ہیں پاؤں سے لیکر سر تک اِن کے نشانات ہی دیگر ہوا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ "خنجرِ تسلیم" کے سامنے اپنا سر جھکا دیتے ہیں تو ہر زمانے میں ان کو خالقِ کُل و مالکِ کُل کی طرف سے نعمت کے طور پر نئی جان عطا ہوتی ہے۔ وہ دوبارہ اُس کی رضا میں اُس جان کو صرف کر دیتے ہیں۔ پھر سہ بارہ نئی جان عطا ہوتی ہے اور یہ سلسلۂ تسلیم و رضا چلتا ہی رہتا ہے۔ عشق کے سبق کی تعلیم سکولوں اور کالجوں میں نہیں دیجاتی۔ یہ علم علیحدہ ہی ہے اور علیحدہ قسم کے مدرسوں (خانقاہوں) سے دستیاب ہوتا ہے۔ عشق کے صرافوں کے بازار کے سرے پر جو گلیاں ہیں اور ان میں جو جو مکانات واقع ہیں تو ہر مکان میں آپ اپنی قسم کا ہی جوان پائیں گے جو آپ نے کسی اور کوچہ میں کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

میرا دل زخم کھا رہا ہے اور میری آنکھ سے خون بہہ رہا ہے۔ لیکن دوستو! یاد رکھو یہ زخم کسی اور قسم کی کمان کے تیر سے لگا ہے (عام قسم کے تیر و کمان سے نہیں لگا) اے احمد جامؒ! اپنے ہوش و حواس کہیں گم نہ کر دینا۔ یاد رکھ یہ جو قافلے والوں کی گھنٹی کی آواز ہے یہ خاص الخاص قسم کے کارواں سے آرہی ہے۔

بے موقعہ نہ ہوگا اگر حضرت احمد جامؒ چشتی ایرانی کے مندرجہ بالا اشعار کے سلسلہ میں شہیدِ محبّت حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی اوشیؒ (حضرت بابا فرید الدّین گنج شکر پاک پٹنیؒ کے مُرشد اور خواجہ غریب نواز حضرت معین الدّین چشتی اجمیریؒ کے خلیفہ اعظمؒ) کا ذکرِ بابرکت کیا جائے۔ حضرتِ خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ اپنے پیرانِ عظام کی طرح سماع بڑے ذوق و شوق سے سُنا کرتے تھے۔ ۱۰۔ ربیع الاوّل ۶۳۴ھ ہجری کے روز شیخ علی سنجریؒ کی خانقاہ میں محفلِ سماع منعقد ہوئی۔ دیگر بزرگانِ دہلی کے علاوہ آپ بھی محفل میں شریک تھے۔ جب قوال اِس شعر پر پہنچے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ۔۔۔۔ ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

تو آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ اور غلبۂ شوق و ذوق اس انتہا کو پہنچا کر نزع کا عالم طاری ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اسی حال میں حضرت شیخ حمید الدین ناگوریؒ اور مولانا بدرالدین غزنویؒ ان کو گھر تک لائے۔ مسلسل تین دن اور تین رات یہی حالت رہی۔ جب نماز کا وقت آتا تو وضو کر کے فرض اور سنتیں ادا کر لیتے۔ اور دوبارہ صحو سے سکر کی حالت میں چلے جاتے۔ یہاں تک کہ واصل بحق ہوئے۔

اسی لیئے ان کو شہید المحبت کہا جاتا ہے۔ میر حسن نے ان کے وصال پر ایک غزل کہی۔ ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

جاں بریں یک بیت داد است آں بزرگ،
آرے ایں گوہر زکانِ دیگر است،
کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ۔۔۔۔ ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

"(ترجمہ) اس بزرگ خواجہ قطب الدینؒ نے اس ایک شعر پر اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ یقیناً یہ موتی علیحدہ قسم کی کان سے ہی نمودار ہوا ہے وہ شعر یہ ہے "کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ......"

وفات کے وقت سرِ مبارک حضرت خواجہ حمید الدین ناگوریؒ کے زانو پر تھا اور دونوں پاؤں مولانا بدرالدینؒ کی آغوش میں تھے۔ مولانا بدرالدینؒ فرماتے ہیں کہ اس حالت میں چند لمحات کے لیئے مجھ پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے آسمان کی طرف پرواز کی اور مجھے فرمایا " اے بدرالدین! حق تعالیٰ کے دوستوں کو موت نہیں آتی " جب میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آپ جنت کو سدھار چکے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ (جو کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبوب الٰہی کے نام نامی سے منسوب ہے) نے ہندوستان سے باہر انڈونیشیا، برما اور چین میں بھی

بہت فروغ حاصل کیا۔

حضرت خواجہ سیّد محمد گیسو دراز (مدفون اورنگ آباد) حیدر آباد دکن) کی معرفت لنکا تک بھی پہنچا - آج بھی ان ممالک کے اکثر مسلمان سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سے منسلک ہیں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ (جو کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے پیر بھائی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے پڑپوتے اور حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ کے خواہرزادے اور خلیفہ اعظم حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیریؒ کے نام نامی سے منسوب ہے) نے ہندوستان سے باہر ملک عراق، عرب، مصر، حجاز اور ترکی میں بہت فروغ پایا۔ تیرھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے مشہور صابری صوفی اور جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہد حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ (جو کہ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر، یوپی کے باشندے تھے اور جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جنگِ شاملی میں بھی نمایاں حصہ لیا تھا) ترکِ وطن کر کے مکہ معظمہ چلے گئے تھے اور وہیں ۱۸۹۹ء میں انہوں نے وصال فرمایا تھا۔

حضرت حاجی صاحب کے عرب ممالک میں لاکھوں لوگ مرید ہوئے۔ صرف عرب ممالک کے خلفاء کی تعداد ۵۲ بنتی ہے۔ ہندوستان کے خلفاء اس تعداد میں شامل نہیں - آج بھی عرب ممالک کے کئی اصحاب اپنے نام کے آگے صابری لکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ مصر کے سابق وزیر اعظم جناب علی صابری کے دادا حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکیؒ کے خلیفہ تھے۔

ترکی کے موجودہ وزیر خارجہ جناب احسان صابری صاحب (جو کہ اتفاق سے راقم الحروف کے ہم نام ہیں) کے دادا بھی حضرت حاجی صاحبؒ کے مرید تھے اور اسی نسبت سے ان کے تمام خاندان کے افراد اپنے نام کے آگے صابری لکھا کرتے ہیں

قاہرہ (مصر) میں اس وقت ہزاروں اصحاب حضرت حاجی صاحبؒ کے خلفاء کے مُرید ہیں۔ ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند کے تمام علماء نے ۱۸۹۹ء سے پہلے پہلے حضرت حاجی صاحب کی بیعت کی تھی اور خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ ان کے اسماء گرامی کی فہرست اس کتاب کے آخر میں درج ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک خلیفہ اس وقت عراق میں زندہ موجود ہیں اور پاکستان میں بھی ان کے ایک خلیفہ ابھی تک زندہ ہیں۔ ان کا نام نامی ہے حضرت حاجی عبدالمعبود صاحب ساکن ہنزہ (گلگت۔ آزاد کشمیر)۔ ان دونوں کی عمریں اس وقت سو سال سے متجاوز ہیں اور اس وقت یہی دو اصحاب حضرت حاجی صاحبؒ کے خلفاء میں سے باقی ہیں۔ ہندوستان میں حضرت حاجی صاحبؒ کا کوئی خلیفہ اس وقت زندہ نہیں۔ تمام وصال فرما چکے ہیں۔

لالہ موسیٰ میں چراغ صابری

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جسکو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

قصبہ لالہ موسیٰ ضلع گجرات میں حضرت صوفی نعمت اللہ صاحب چشتی صابری نے وہی شمع روشن کر رکھی ہے جو کہ ماضی میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کے بلند پایہ بزرگ بڑی سرکار حضور جی پاک حضرت محمد محبوب المقصود میاں محبوب عالم صاحب قلندر پاک حسنی شہنشاہِ ولایت قدّس اللہ اسرارہُم نے قصبہ چھاپانوالی ضلع شیخوپورہ مغربی پاکستان میں روشن کر رکھی تھی۔ حضور جی پاک بڑی سرکار میاں صاحبؒ رام پور شریف (بھارت) کے مشہور عالم درویش اور کتاب حقیقت گلزار صابری و آئینہ تصوف کے مصنف مخدوم زمن حضرت شاہ محمد حسن صاحبؒ کے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں مجاز بیعت تھے

اور حضرت شاہ محمد حسن صاحب رامپوریؒ حضور بڑی سرکار کے دادا پیر ہیں۔ عرصہ ہوا کہ حضرت میاں صاحبؒ واصل باللہ ہو چکے ہیں۔ اور قصبہ چھاپانولی میں آپ کا مزار پُرانوار منبع فیض اور مرجع خلائق ہے۔

یہ سلسلہ آگے جا کر چشتیہ سلسلہ سے مل جاتا ہے۔ موجودہ کتاب انوارِ صابری کے مصنف حافظ عبید اللہ صابری صاحب فاضل دیوبند جناب صوفی نعمت اللہ صاحب صابری کے سلسلہ کے خوشہ چین ہیں اور اس مردِ قلندر نے اس عالم دین کو وہ جلا بخشی ہے کہ حافظ صاحب بالکل اپنے مرشد کے رنگ میں رنگے گئے ہیں، علامہ اقبالؒ کا یہ شعر انہی دو بزرگوں کی خوب ترجمانی کرتا ہے ؎

قلندر جز دو حرف "لا الٰہ" کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہِ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

"قلندر" سے مراد حضرت صوفی نعمت اللہ صاحب صابری لے لیں "فقیہہ شہر" سے مراد حافظ عبید اللہ صاحب مؤلف کتاب ہذا سمجھا جائے تو اقبالؒ کا یہ شعر بالکل ان دونو بزرگوں پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ لالہ موسیٰ کے قلندری درویش نے ایک جید عالم اور فاضلِ دیوبند کو کیا سے کیا کر دیا ہے؟ یہ امر دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے ؎

سالہا باید کہ تا یک سنگِ ناب از آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن!
قرنہا باید کہ تا یک کودکے از فیضِ طبع!
عالمے دانا شود یا شاعرے شیریں سخن!
دورہا باید کہ تا یک مرد صاحب دل شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

علامہ اقبالؒ سے کسی نے پوچھا کہ ولی اللہ یا امامِ وقت کی پہچان کیا ہوتی ہے؟ انہوں

نے فی البدیہہ یہ اشعار پوچھنے والے کو سنا دیئے ؎

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق !
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
موت کے آئینہ میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
فتنۂ ملّتِ بیضا ہے امامت اُس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

پاکستان میں اس وقت میری نظر میں جو ہستیاں سلسلہ عالیہ صابریہ کی تعلیماتِ سلوک و تصوّف کو جلا بخش رہی ہیں، ان میں سے صوفی نعمت اللہ صاحب صابری (لالہ موسیٰ) منفرد مقام رکھتے ہیں جس کی تفسیر اُوپر کے اشعار میں اقبال مرحوم کے الفاظ میں دی گئی ہے۔ ایک اور ہستی جو کہ اس وقت کراچی میں اسی سلسلہ کی ضیا پاشیوں میں مصروف ہے اس کا نامِ نامی بھی اس موقعہ پر لکھنا باعثِ برکت ہوگا۔ یہ ہستی ایک انگریز نومسلم بزرگ ہیں۔ ان کا نامِ نامی ہے حضرت شہید اللہ فریدی صابری صاحب (سابق ولیم لیونارڈ) کیمبرج کے گریجوایٹ تھے، آج سے تیس سال قبل انگلستان میں ڈاکٹر نکلسن کی مشہور کتاب (انگریزی ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ حضرت شیخ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری) کہیں سے پڑھ لی، بس پھر کیا تھا چنگاریاں سلگ اٹھیں ہندوستان تشریف لے آئے، اسلام قبول کر لیا اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے سلسلہ کے ایک بزرگ حضرت مولانا

سید ذوقی شاہ صاحب صابریؒ کی بیعت سے بھی مشرف ہوئے، (حضرت ذوقی شاہ صاحب نے دورانِ حج ۱۹۵۱ء میں مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا اور حضرت حاجی صاحبؒ کے قریب ہی مدفون ہیں) ۔حضرت ذوقی شاہ صاحبؒ نے نہ صرف اس اُنگریزو مسلم کو خلافتِ صابریہ سے نوازا بلکہ اپنی دامادی کا شرف بھی عطا فرمایا، آج کل ٹرون ہاؤس، ریتی روڈ۔کراچی ۲ میں قیام فرما ہیں اور سلسلہ عالیہ صابریہ ان سے کافی دُور دُور تک پھیل رہا ہے۔

جناب صوفی نعمت اللہ صاحب صابری (لالہ موسیٰ) اور حضرت شہید اللہ فریدی (کراچی) عرس بابا فریدؒ پر پاک پٹن شریف میں باقاعدگی سے حاضری دیتے ہیں۔سالہا سال سے یہی سلسلہ جاری ہے۔ ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں ! !
تمنّا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی ! !
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی !
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں ؟
ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو !
وہ رونق انجمن کی ہے انہی خلوت گزینوں میں (اقبالؔ)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے پیر حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیدار می رقصم !
مگر نازم بایں ذوقِ کہ پیشِ یار می رقصم

تو ہر دم می سرائی نغمہ و ہر بار می رقصم
بہر طرزے کہ می رقصانیم اے یار می رقصم

بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہِ جانبازاں
بصد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم

اگرچہ قطرۂ شبنم نہ پوید بر سرِ خارے
منم آں قطرۂ شبنم بہ نوکِ خار می رقصم

سراپا بر سراپائے خودم از بیخودی قرباں
بہ گردِ مرکزِ خود صورتِ پرکار می رقصم

خوشا رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را
زہے تقویٰ کہ من با جبّہ و دستار می رقصم

تو آں قاتل کہ از بہرِ تماشا خونِ من ریزی
من آں بسمل کہ زیرِ خنجرِ خونخوار می رقصم

منم عثمانِ ہارونی کہ یارِ شیخ منصورم
ملامت میکند خلقے کہ من بر دار می رقصم

ایک جیّد عالمِ دین سے کسی نے پوچھا کہ تو اتنا عالم فاضل ہو کر محفلِ سماع میں رقص کیوں شروع کر دیتا ہے؟ تیرے جبّہ و دستار اُدھر جا پڑتے ہیں، تجھے فلاں فلاں مردِ قلندر نے کیا سے کیا کر دیا ہے؟ تُو تو قال اللہ و قال الرسول کا حافظ تھا؟ یہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اُس عالمِ دین نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے مندرجہ بالا اشعار پڑھ ڈالے جن کا ترجمہ میں ذیل میں لکھتا ہوں:-

(ترجمہ) مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جب میں دیدارِ الٰہی سے اپنے مرشد کے فیض سے مشرّف و مستفید ہوتا ہوں تو میں کیوں اچانک رقص کرنا شروع

کر دیتا ہوں؟ خواہ کچھ بھی ہو میں اپنے اس ذوق و شوق پر نازاں ہوں کہ اپنے یار (مرشد) کے سامنے رقص کرتا ہوں، اے مطرب! تو جتنی بار بھی نغمہ سرا ہوگا میں اتنی بار ہی رقص کرونگا اور تھکوں گا نہیں، جس طرز میں تو مجھے رقص کرائیگا میں لوگوں کی پرواہ کئے بغیر رقص کروں گا، اے میرے معشوق! ادھر آ، میری حالت دیکھ! کہ عاشقوں کے اس گروہ میں رسوائی کا پرایا گنڈا سہہ کر بھی سر بازار رقص کرتا ہوں، اگرچہ شبنم کا قطرہ باغ میں خار کے سرے پر کبھی نہیں ٹھہرا کرتا لیکن یاد رکھو! میں شبنم کا وہ قطرہ ہوں جو کہ گلستاں میں خار کے سرے پر ٹھہر جایا کرتا ہوں، گرتا نہیں ہوں اور خار پر ہی رقص کیا کرتا ہوں، میں بے خودی میں آپے سے باہر ہو جاتا ہوں، مجھے خود معلوم نہیں میری حالت بے خودی میں کیا ہو جاتی ہے؟ بہر صورت میں اسی حالت پر قربان ہوں، اپنے مرکز سلوک کے گرد میں اسی طرح گھومتا ہوں جس طرح پرکار مرکز کے گرد دائرہ بنایا کرتی ہے۔

میری ایسی رندی "زندہ باد" ہو جس پر میں اپنی ساری پارسائی پامال کر دوں۔ قربان جاؤں ایسے تقوٰی کی پامالی پر جب میں اپنے عالمانہ جُبّہ و دستار کے ساتھ بر سر مجلس رقص کروں! تو وہ قائل ہے کہ تو نے صرف تماشا برپا کرنے کی خاطر میرا خون بہا دیا ہے یعنی میری پارسائی کو مجروح کر دیا ہے، لیکن میں بھی وہ بسمل یا زخمی ہوں کہ خونخوار خنجر کی نوک کے تلے بھی رقص کرتا جاؤنگا۔ میرا نام عثمان ہارونی ہے، میں حضرت منصورؒ کا یارِ غار ہوں، خواہ خلقت مجھے لاکھ بار ملامت کرے میں پھانسی کے پھندے پر بھی رقص کرتا نظر آؤنگا۔

موجودہ کتاب "انوار صابری" میں فاضل مصنف نے چند رازہائے درونِ پردہ کو بھی

طشت از بام کر دیا ہے جس سے میں متفق نہیں ہوں ؎

تو نے یہ کیا غضب کیا؟ مجھ کو بھی فاش کر دیا

میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں

خواجہ شمس الدین محمد المعروف حافظ شیرازیؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

سرِّ خدا کہ عارف و سالک بہ کس نہ گفت !

در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید ؟

(ترجمہ) حق تعالیٰ کی معرفت کے وہ پوشیدہ راز جنہیں عارف اور سالک لوگ کسی سے بھی نہیں کہتے۔ میں حیران ہوں کہ اس بادہ فروش نے جو کر مے خانہ میں بادہ فروشی کا کام کرتا ہے، کہاں سے سُن لئے ہیں ؟

بہر صورت یہ رازہائے درونِ پردہ صرف تین ہی ہیں جن کو طشت از بام کر دیا گیا ہے، وہ لوگ جو سلسلہ عالیہ چشتیہ وقادریہ سے منسلک ہیں خوب سمجھ لیں گے کہ یہ تین راز اس کتاب میں کس کس جگہ ظاہر کر دیئے گئے ہیں، دیگر مقامات پر آیۂ بیعت کی تفسیر التوسل بالشیخ، ضرورتِ بیعت، بیعت کی حقیقت اور وسیلہ کے زیرِ عنوان مؤلف کتاب ہذا نے واقعی موتی پرو دیئے ہیں۔ توسل کے سلسلہ میں فاضل مؤلف کی سیر حاصل بحث ایک عالمانہ حیثیت رکھتی ہے اور خاص کر بانیٔ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے توسل پر اشعار "توجہ طلب" قابل دید اور قابل صد غور و خوض ہیں۔ "شیخ کامل" کی صفات کے زیرِ عنوان حافظ صاحب نے کوزہ میں دریا بند کر دیا ہے اور مقام ابتلاء کو تو ایسا اچھا سمجھایا ہے کہ تصوف وسلوک کی دیگر کتب میں بایدو شاید ہی ہو گا۔ شواہد ونظائر کے زیرِ عنوان آپ علیحدہ لطف اندوز ہوں گے۔ "اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحَرِّقُ مَا سِوَی اللہ" عشق ایک آگ ہے جو کہ حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے، مؤلف کتاب ہذا بھی عشق کے رنگ میں رنگے گئے ہیں۔ حضرت مخدوم

سید علاؤالدین علی احمد صابرؒ کی ذات بابرکات پر تبصرہ کے کیا کہنے۔ ؎

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات !

تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

وطن عزیز پاکستان میں یہ پہلی کتاب ہے جو کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے تصوف و سلوک کے مسائل پر ایک عالم دین کے قلم سے نکلی ہے جو کہ فاضل دیوبند ہونے کے علاوہ مولوی فاضل، منشی فاضل اور ادیب فاضل بھی اور ایک جید عالم ہیں امید کرتا ہوں کہ اہلِ علم عموماً اور اہلِ تصوف خصوصاً اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

آخر میں قارئین کرام سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ نہ صرف مؤلف کتاب ہذا کو دعائے خیر سے یاد کیا کریں بلکہ اس عاجز گنہگار (راقم الحروف) کے حق میں بھی دعا فرماویں ؎

غرض نقشے ست کز ما یاد ماند

کہ ہستی را نمی بینم بقائے

مگر صاحبدلے روزے برحمت

کند در حقِ ایں مسکیں دعائے

خاکسار

احسان قریشی صابری (عفی اللہ عنہ)

ایم۔اے (پنجاب)

ڈی کام (لندن)

پی۔ای۔ایس (I)

پرنسپل، گورنمنٹ کمرشل

ٹریننگ کالج سیالکوٹ

قلعہ سیال کوٹ

جمعرات

۱۲ر ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

بمطابق

۱۹ر فروری ۱۹۷۰ء

تعارف

ہم مکتب وہم استاد ہونے کی حیثیت سے میں " اَنوارِ صابری" کے مصنّف حافظ عبید اللہ صاحب صابری فاضل اَلسِنۂِ شرقیہ اور فاضلِ دیوبند کو طالب علمی کے زمانہ سے اچھی طرح جانتا ہوں، اُس وقت میرا اور میرے دیگر ہم درس طلباء کا یہ تاثر تھا کہ صاحبِ موصوف ایک ذہین اور فطین طالب علم ہیں۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد محکۂ تعلیم کی طرف سے موصوف گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ میں بطورِ عربی مدرّس تعیّنات ہوئے، اور دورانِ ملازمت میں معرفتِ الٰہی اور قربِ حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے حصول کے لئے مختلف اربابِ طریقت کے پاس کئی مقامات پر تشریف لے گئے۔ آخر لالہ موسیٰ ضلع گجرات کی ایک برگزیدہ ہستی جن کا نام نامی و اسمِ گرامی حضرت سرکار نعمت اللہ صاحب صابری ہے اور جو ایک جیّد عالم اور ممتاز عارف ربّانی ہونے کے لحاظ سے یگانۂ روزگار اور فردِ زمانہ ہیں، ان کے فیضانِ نظر سے فیضیاب ہو کر تصوّف اور سلوک کے کٹھن مراحل اور طریقت و معرفت کے مشکل منازل طے کرنے لگے۔

کچھ عرصہ پیشتر جبکہ حافظ صاحب موصوف نے تصوّف کے موضوع پر جسے بقول حُجّۃ الاسلام حضرت امام غزالی "حقیقی علم کہا جا سکتا ہے" انوارِ صابری" لکھنا شروع کی۔ اس کی تصنیف و تالیف کے ضمن میں اس کے مسودات اکثر مجھے دکھایا کرتے تھے۔

اس وقت میں یہ سمجھتا تھا کہ وہ ایسے موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں جس پر مادہ پرستی، الحاد، لادینی اور خدا فراموشی کے ایسے دور میں قلم اٹھانا ہر کِہ و مِہ کا کام نہیں۔ بلکہ ان کا یہ اقدام یقیناً جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مگر چونکہ وہ ایک کامل ہستی کے فیض روحانی سے فیضیاب اور بیر کام تھے۔ اس ہستی کی برکت سمجھئے کہ انہوں نے تصوف کے اس جوہر پارہ میں تصوف و سلوک، معرفت و طریقت، اولیاء کرام کے احوال اور مشائخ عظام کے مقامات کو نہایت حُسن و خوبی اور پوری شرح و بسط سے زیبِ قلم فرمایا ہے۔

زیر نظر کتاب "انوار صابری" کے اکثر مضامین اور اس کے اہم مطالب اور بیشتر مسوّدات کو میں نے بغور پڑھا اور مطالعہ کیا ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ فاضل مصنف نے سلوک و عرفاں کے دقیق اور پیچیدہ مسائل کو سلیس اور سلجھے ہوئے انداز میں نہایت عمدہ طریقہ سے ہدیۂ ناظرین کیا ہے۔

موصوف نے احکامِ الٰہی، احادیثِ نبوی، اقوال اولیاء کرام اور احوال مشائخ عظام سے کافی استفادہ کیا ہے، اور ایک بالغ نظر عالم اور صاحبِ حال عارف ہونے کی حیثیت سے انہوں نے اس کتاب میں تصوّف کے تمام ضروری مسائل اور اس کے اہم عنوانات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور اس امر کی پوری پوری کوشش کی ہے کہ تصوف کے اہم مضامین اور ضروری مطالب سے کوئی گوشہ تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے۔

بنابریں "انوار صابری" کو ایک "جامع تصوّف نامہ" کہا جا سکتا ہے۔

جس مقصد عظیم کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے فاضل مصنّف نے یہ کتاب لکھی ہے، اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمائے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کتاب سے جو تصوف کا ایک گراں مایہ سرمایہ ہے پورے طور پر استفادہ کر کے کاملِ انسان بن کر فلاحِ دارین حاصل کریں۔ آمین

خاکپائے بزرگاں ننگ اسلاف عبد اللطیف یزدانی

مولوی فاضل - منشی فاضل - ادیب فاضل
اسلامی کتب خانہ - اردو بازار - گوجرانوالہ

دُعاء مُستجاب

حقّ حقّ حقّ !

بِسمِ اللہ ۔ حامِداً و مُصلّیاً

محترم المقام جناب حافظ عبید اللہ صاحب صابری میرے جدّ امجد مولائی و مرشدی، الجائی و ماوائی جناب بادشاہ دو جہاں محمد محبوب المقصود صاحب قلندر پاک حسنی کے خلیفہ حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب مدّظلہ چشتی صابری کے واسطہ سے سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریّہ میں منسلک ہیں۔

انوار صابریّہ کو انہوں نے الفاظ کا روپ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کٹھن پُرخار، لیکن پُرکشش اور جاذب راہ کی منازل کی نشان دہی کی ہے۔

اللہ تعالےٰ ان کے اس جذبۂ ایثار کو درگاہِ خواجگان چشت میں شرفِ قبولیت سے نوازے اور ان کی روحانی ترقی کا باعث بنے جو سلسلۂ صابریّہ کے لئے باعث فخر ہو۔ طریقت کے میدان میں دو طاقتیں کارفرما ہیں۔ دونوں کا اتحاد تیسرے رنگ یعنی صِبغَۃُ اللہ کا حق دار ہوتا ہے۔ مُرشد کا مقام اور مُرید کی صفائی قلب اور نیّت۔ دونوں میں سے ایک کا فقدان " درویشی بھی عیّاری ہے " کا خطاب حاصل کرتا ہے۔ مُرید اگر مقام نفی پر ہو تو اِلّا کا ما بعد لا ہی ہو تو لاحاصل۔ اسی طرح اِلّا اللہ اپنے مقام نزول کا متلاشی ہوتا ہے۔

" حقّ " حافظ صاحب کو اپنے رنگ میں رنگ دے۔ آمین

احقر العباد

صاحبزادہ محمد جاوید خالد صابری (بی اے)

درگاہِ صابری محبوبی چھاپانوالی، ضلع شیخوپورہ

باسمہٖ سبحانہٗ و تعالیٰ   حق حق حق   یا مُعِینَ الحقِّ وَالدِّین

حمد و صلوٰۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

نفوسِ قدسیہ کی پاکیزہ ستائشیں، اہلِ محبت کی رُوح ثنائیں، اہلِ دل کی قلبی تمنائیں اور اہلِ درد کی پُرسوز التجائیں اُس ذات بحت، بے چون و بے چگون کے لئے ہیں جس نے ضعیف و ناتواں، عاجز و ناداں اور ظلوم و جہول انساں کو پردۂ عدم سے عرصۂ شہود میں لاکر اپنی ازلی اور قدیم صفات کا مظہر بناتے ہوئے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کا اظہار فرمایا۔

درود لامحدود اور صلوات بے نہایات اُس مبداءِ فیاض اور مقصودِ کائنات کے لیے مخصوص ہیں جسے ذات مطلق و بے مثل و بے مثال نے اپنے انوار و تجلیات کا مرکز بناتے ہوئے رحمتِ کائنات کے خطاب و لنواز سے مکرم فرمایا اور آپ کے وجود پُر جود سے تمام عالم و عالمیاں کو شرف و اعزاز بخشا۔

اور ہر طرح کے محامد و محاسن اور ہر قسم کی تحیات اور طیبات اُس ذاتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کیلئے مخصوص ہیں جس نے اِس ظلمت کدۂ ہستی سے اپنے انوار و تجلیات کے مراکز اور رشد و ہدایات کے مظاہر حضرات انبیاء عظام اور اصحاب منصب اولیاء کرام کی تخلیق فرما کر اُنہیں اپنی خلافت و نیابت سے سرفراز فرمایا اور ان کے ہاتھوں کو اپنا ہاتھ اور انکی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا، اور اپنے فیوض و برکات، انفضال و انعامات اور ہر نوع کی خیرات و حسنات کیلئے تمام موجودات کے واسطے انکو وسیلہ اور ذریعہ ٹھہرایا، اور اپنے اسرار و علوم اور معارف و رموز کو تا ابد قائم و دائم اور جاری و ساری رکھنے کیلئے ہر قرن اور ہر دور میں حضرات اولیاء کرام اور مشائخ عظام کو مامور و متقرر فرمایا، اور بفحوائے "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"[1] تا دورِ قیامت اس گوہر یکتا اور دُرِ بے بہا کی نگہداشت اور حفاظت کا خود ذمہ لیا۔

---

[1] بے شک ہم نے نازل کیا ہے ذکر اور بے شک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں (پ ۱۴)

حق حق حق

نذرانۂ عقیدت

بحضور قبلہ گاہی سرکار صابری صاحب

میں اپنی اس حقیر تالیف کو اپنے پیر روشن ضمیر ہادیٔ برحق حضرت خواجہ نعمت المحبوب المقصود سرکار نعمت اللہ صاحب نعمتِ حق صابری وقادری قطبُ القلندر، مرفوع الاجازت، اُولوالعزم والمرتبہ شہنشاہِ ولایت رونق افروز "دربار صابری لاثانی" ضلع گجرات کی بارگاہِ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

اس مختصر سی تالیف کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ حضور قبلہ گاہی حضرت سرکار صابری صاحب قطبُ القلندر مدّظلہ العالی کے محامد و محاسن اور آپ کے مقاماتِ عالیہ کو حتّی المقدور تحریر میں لاکر قارئین کرام کو حضورِ انور کے فیوض و برکات اور خیرات و حسنات سے فیضیاب اور بہرہ ور ہونے کا ایک نادر موقع فراہم کیا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ مجھے اس حقیقت کا اعتراف بھی ہے کہ یہ تالیف حضورِ عالی کے فضائل و کمالات اور آپ کے مناصب و درجات کا اظہار اور بیان اسی قدر کرسکتی ہے جس قدر ایک ذرّۂ بے مقدار آفتابِ عالمتاب کے انوار و لمعات کو افشا یا ان کی غمّازی کرسکتا ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک !!

اور یہ حقیقت ہے کہ اس ناچیز تالیف میں حضور سرکار صابری صاحب مدّظلہ العالی کے ملفوظاتِ گرامی اور آپ کے ارشاداتِ عالیہ کو بیشک پیرایۂ بیان اور رنگ نائے الفاظ میں لانے کی سعیِ ناتمام کی گئی ہے، مگر اس کیف و سرمستی اور تابشِ جمال کی عکاسی

و تصویر کشی کیسے ممکن ہے جو حضور سرکار صابری صاحب کے چہرۂ منوّر اور رخ انور پر ہر وقت رقص کناں، اور ضوفشاں رہتی ہے ۔ مَا شَاءَ اللّٰہ ! مَا اَحْسَنَكَ مَا اَجْمَلَكَ ۔ ؎

گر مصوّر صورت آں دل ستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید

(ترجمہ) اگر مصوّر اُس پیکرِ حسن وجمال کے خدوخال اور اُس آفتِ جاں محبوبِ رعنا کے نقش و نگار کی تصویر کشی کر بھی لیگا تو میں حیران ہوں کہ وہ اسکے ناز و ادا اور اسکے تابشِ جمال کی عکاسی کیسے کر سکیگا ۔

اور ایسے میں میری حیثیت ہی کیا ہے ، یہ تو اُنہی کے بارانِ فیض کے قطرے اور اُنہی کے خرمنِ کرم کے ریزے ہیں ، اُنہی کے گلستانِ سدا بہار کے پھول اور اُنہی کے بوستان پُر بہار کے پھل ہیں جنہیں یہ احقر بڑی کاوش اور انتہائی جدوجہد سے آراستہ و پیراستہ کر کے اپنے مخدوم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے ، تاکہ اُس عالی بارگاہ میں یہ حقیر ساعمل شرفِ قبول پا سکے اور اس احقر کے لئے فلاحِ دارین کا سامان ہو جائے ۔ ؎

تیری رحمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں انکے دامن کیلئے
ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را !

اَحْقَرُ الْخُدَّام
حافظ عبید اللہ صابری ؔ
اقبال سٹریٹ ، محلہ سید نگری ، گوجرانوالہ

حقّ حقّ حقّ

کرمِ صابری

۵ محرّم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۴ اپریل ۱۹۶۸ء بروز جمعرات حضور پُرنور حضرت شاہ شیخ بابا فرید صاحب گنج شکر مسعود العٰلمین اغیاث ہند قطب عالم کے سالانہ عُرس سراپا قدس کے مبارک موقع پر پاکپتن شریف میں "انوار صابری" کے مسوّدات حضرت ہادیِ برحق سیّدی وسندی، مرشدی ومولائی حضرت خواجہ نعمت المحبوب المقصود حضور سرکار نعمت اللہ صاحب نعمتِ حق صابری وقادری قطبُ القلندر مدّ ظلہ العالی کی بارگاہ اقدس میں پیش کئے گئے۔ جنہیں حضور عالی نے ازراہِ ذرّہ نوازی قبول پسند فرمایا۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ وَالشُّكْرُ لَهٗ

حضور قبلہ گاہی حضرت سرکار صابری صاحب مدّ ظلہ العالی کی بارگاہ اقدس میں اس حقیری تالیف کی قبولیّت منظوری میرے لئے بجا طور پر باعثِ اطمینانِ قلبی، موجب تسکین روحی اور ذریعۂ نجاتِ اُخروی ہے۔ ؎

عمر حریص در طلب کیمیا گذشت
مارا قبولِ اہلِ نظر کیمیا بس ست!

(ترجمہ) حریص آدمی کی عمر تو کیمیا کی تلاش میں برباد ہو گئی، لیکن ہمارے لئے اہلِ نظر کی قبولیّت ہی کیمیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالےٰ سے اس امر کی توقع ہے کہ یہ کتاب طالبانِ حق اور راہ روانِ طریقت کو حُسنِ عقیدت اور کیفِ محبت کی دولت سے مالامال کرے گی اور حضرات مشائخ عظام کے مسلک کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے ان

کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔

مولیٰ کریم سے پُرخلوص دعا ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے وہ مجھے اور میرے تمام بھائیوں کو راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق بخشیں، ہماری قلبی و روحی کثافتوں اور ظلمتوں کو دُور فرمادیں، سوز و گداز کی نعمتِ عظمٰی سے بہرہ ور کریں، اپنے مشائخ کی محبّت و عقیدت میں روز افزوں ترقی بخشیں، اور تاحیات ان کے صحیح مسلک پر ہمیں ثابت قدم اور گامزن رہنے کی توفیق ارزانی فرمادیں۔

ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

حافظ عبداللہ صابری

حقّ حقّ حقّ

دربارِ صابری

خالقِ کائنات کی نگاہِ کرم نے دونوں عالم کی مخلوقات سے صرف انسان کو ہی اپنی تجلّیات کا مرکز بنایا۔ اس کی خاک کو اپنے دستِ شفقت میں اٹھایا، نظرِ کرم سے اسے بار بار دیکھا۔ عرصہ تک اسے اپنے دستِ قدرت سے گوندھا، پھر "نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ"[1] کے اعزاز سے نوازا "فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ"[2] کی تکریم سے سربلند کیا۔ اور تمام کائنات پر اس کی بادشاہی اور حکومت[3] کا ڈنکا بجایا۔

"نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ" کی عظمتوں اور سعادتوں کا حامل یہ خاک کا پتلا کبھی صفی اللہ کہلایا اور کبھی نجیّ اللہ کہہ کر پکارا گیا، اسے کبھی کلیم اللہ اور کبھی رُوح اللہ کے نام سے یاد کیا گیا اور کبھی خلیل اللہ اور کبھی حبیب اللہ کے خطاب سے نوازا گیا۔

قدرت کے لامحدود خزانے میں یہی ایک گوہرِ آبدار اور لُؤلُؤ تابناک ہے، جو عدیم المثال اور لاجواب ہے۔

اسی سے قدرت کی صنّاعی کا ظہور ہے اور یہی انوارِ خداوندی کا طُور ہے۔

یہ مُصوّرِ ازل کا شاہکار اور رحمتِ ایزدی کا آئینہ دار ہے۔

مشیّت اُدھر کو چلی جدھر کو انسان کا رُخ ہُوا۔ اُس کی نگاہ سے قدرت نے دیکھا، اور اس کی زبان سے اُس نے کلام کی۔ اُس کے دم قدم سے خشک میدان سرسبز ہوئے، چشمے پھوٹ پڑے، دریا بہنے لگے، اور شجر و حجر اس کے لئے سجدہ ریز ہوئے۔

---

[1] میں نے اس میں اپنی جان ڈال دی (پ۲۳) [2] پس تم سب اُس کے رُوبرُو سجدہ میں گر پڑنا (پ۲۳)
[3] اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (پ۱) میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔

قدم قدم پہ رحمتیں، قدم قدم پہ برکتیں !
جدھر جدھر سے وہ کریم دو جہاں گذر گیا !
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گذر گیا !

یہی انسان مرکزِ انوارِ ربانی کاشفِ اسرارِ یزدانی اور مہبطِ تنزیلِ قرآنی ہے اس کی زبان زبانِ خدا اور اس کا دل عرشِ معلیٰ ہے۔ ؎

کبھی کعبہ کا ہے کبھی عرش کا دعوٰکا اس پر
کس کی منزل ہے الٰہی میرا کاشانۂ دل !

اس کا جمال رُوح افزا اور اس کا جلال برق آسا ہے۔
یہی انسان خلیفۃ اللہ فی الارض کے اعزاز کا حامل ہے، اور یہی انسان مسجودِ ملائک ہے۔ اور اسی انسان کا دل ربِّ جلیل کا مقام ہے ؎

گر نہ بودے ذاتِ حق اندر وجود !
آب و گل را کے ملک کردے سجود !

(ترجمہ) اگر حضرت آدم علیہ السّلام کے وجودِ خاکی میں ذاتِ حق جلوہ گر نہ ہوتی تو ملائکہ معصومین مٹی اور گارے کو کیسے سجدہ کرتے؟
اس کی عظمتوں کا کیا کہنا! وُہ خاک پُر ضیا ہو جس پر یہ قدم رکھے، وہ سرزمین مہک اُٹھے جہاں سے اس کا گذر ہو۔ او وہ مقام کعبہ[1] بنے جو اس کے زیرِ قدم آئے ؎

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بُود
سالہا سجدہ گہِ صاحب نظراں خواہد بُود

---

[1] وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ط۔ (بنا لو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ۔

(ترجمہ) اے حبیب! جس مقام پر تیرے قدموں کا نشان پایا جائے عارفین کے لئے سالہا سال تک وہ جگہ سجدہ گہ بن جاتی ہے۔

قُدرت کا یہ مایۂ ناز محرمِ اسرار جابجا جلوہ فگن ہے اور سعادت مند نگاہوں کے لئے اس کے جلوے عام اور بے حجابانہ ہیں۔ ؎

دیدۂ بینا جسے بخشے خدا　　دیکھ لیتے اس[1] جا پہ نُورِ کبریا
خاندانِ چشت کے روشن چراغ[2]　　فقر کا بھر بھر کے دیتے ہیں ایاغ

زمانے میں بہت شہرہ ہے ان کے علم و عرفاں کا
دکھاتے ہیں یہ رستہ اہلِ دل کو کوئے جاناں کا
صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

---

[1] دربارِ صابری لالہ موسیٰ [2] حضور سرکار خواجہ نعمت اللہ صاحب صابری مدظلہ العالی۔

حق حق حق

تجلّیاتِ صابری

جناب باری تعالیٰ نے تخلیقِ کائنات کے ساتھ ساتھ جب سے اس خاک کے پُتلے انسانِ ناتواں کو وجود بخشا ہے اور جس وقت سے اسے پردۂ عدم سے عرصۂ شہود میں لا کر روئے زمین پر آباد کیا ہے ، ہر قرن و ہر دور اور ہر عہد و ہر زمانہ میں دینی امور میں اس کی رشد و ہدایت اور دنیوی ضروریات میں اس کی فلاح و بہبود کے لئے وہ اپنے ایسے اُولو العزم مقرّبین بارگاہ اور ایسے عظیم المرتبت محبوبینِ درگاہ کو مبعوث اور مقرّر فرماتا رہا ہے جن کی ذواتِ قدسیّہ ہر فرد بشر کے لئے سنگِ میل اور جن کی حیاتِ طیّبہ تمام بنی آدم کے لئے مشعلِ راہ ہو۔

هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ مَنْ عَرَفَهُمْ وَجَدَ اللّٰهَ ۔

وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہمنشیں ہوتے ہیں جس نے اُنہیں پہچانا اُس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا۔
(مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۵۲)

ایسے واصلین حضرت احدیت اور ایسے مقرّبین حضرت صمدیت جن کے نفوسِ مقدّسہ کو اللہ رب العزّت نے ہر طرح کے خُبثِ باطنی اور ہر قسم کے امراض قلبی اور اسقام روحی سے پاک و طاہر فرما کر اُنہیں دُنیا میں بھیجا ، حیات دُنیوی میں شیاطین کے مکر و فریب اور خنّاس و ابلیس کے وسوسوں سے اُنہیں محفوظ فرمایا ، دارِ آخرت کے خوف و حزن سے اُنہیں مامون فرمایا ، اس عالمِ آب و گل میں ہر طرح کی آفات و بلیّات سے ان کی حفاظت و نگہداشت کا خود ذمّہ لیا۔ اُن کے ساتھ دشمنی اور عناد رکھنے والوں کو اُس نے اپنا دشمن اور مردُود قرار دیا ، رحمتِ کائنات علیہ الصلوٰت والتسلیمات کی صداقت و حقّانیّت کو تا دورِ قیامت دنیا میں قائم و دائم رکھنے کے لئے ان کی ذواتِ قدسیّہ کو

یعنی شہادت اور حُجَّۃُ اللہِ فِی الْاَرْضِ کا مرتبہ دے کر اُن کے ابدان کو الطافِ رحمانی سے طاہر و مقدّس اور اُن کے چہروں کو انوارِ الٰہی سے روشن و منوّر فرمایا۔ اُن کے دم قدم سے چہار دانگِ عالم میں خوش گوار ہوائیں چلیں، رحمت کی گھٹائیں روئے زمین پر چھا گئیں، خشک زمین سبزہ زار بنی، اہلِ عالم کے قلب و جگر کو راحت نصیب ہوئی۔ اور ہر طرح کے انعامات الٰہی سے وہ بہرہ ور اور فیضیاب ہوئے۔

ایسے اصحابِ منصب کا وجودِ پُرجود ہر قرن اور ہر دور میں ہر مقام پر موجود اور قائم رہا ہے، اس وقت بھی موجود اور قائم ہے اور تا روزِ حشر موجود اور قائم رہے گا۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللہِ تَبْدِیْلًا ۝ اور آپ اللہ کے دستور میں کبھی ردّ و بدل نہ پائیں گے۔ (پ ۲۲)

گلشنِ جہاں، اور گلزارِ عالم کو ایک نظر دیکھئے اور قدرتِ کاملہ کی بے مثال صنّاعی پر قربان جائیے، اس گلستانِ سدا بہار اور اس بوستانِ پُربہار کے گوشہ گوشہ اور کونہ کونہ میں گلہائے رنگا رنگ اور برگ ہائے گونا گوں، کیا کیا عجیب و غریب مناظرِ قدرت اور کیسے کیسے دلربا محاسنِ فطرت اہلِ نظر کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

ہر پھول اپنی آب و تاب میں جُدا، حُسن و خوبی میں جُدا، صفائی و رعنائی میں جُدا، مہک اور بُو میں جُدا، شکل و صورت میں جُدا، اور نزاکت و لطافت میں جُدا، ہر کلی سے حُسنِ ازلی کا ورود ہے اور ہر پتّی سے جمالِ لم یزلی کا ظہور ہے۔

حسنِ فطرت کے دلدادگان ان مظاہرِ قدرت کو دیکھتے دیکھتے سیر نہیں ہوتے۔ پتّی پتّی کو دیکھتے اور کلی کلی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ مگر کیا مجال کہ اختلافِ رنگ و بُو کی بنا پر کسی عارف کی زبان پر حرفِ اعتراض آئے۔ ڈر ہے کہ کہیں اس کا نام

فہرستِ خواصّ سے کٹ نہ جائے۔

حسنِ فطرت پہ مر مٹنے والوں کے لئے ہر پتّی معرفتِ الٰہی کا ایک باب ہے اور اربابِ بصیرت کے لئے ہر کلی شاہدۂ حق کا ایک دفتر ہے۔ ؎

سبز برگِ درختاں، در نظرِ ہشیار !
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار !

(ترجمہ) عارف کی نگاہ میں، درختوں کے پتّوں سے ہر ایک پتّہ معرفتِ الٰہی کا ایک دفتر ہے۔

نگاہِ شوق اور دلِ دردمند رکھنے والے خوش نصیب اصحاب کو میرے پیر روشن ضمیر ہادئ برحق حضور پُر نور، سیّدی وسندی، مرشدی ومولائی حضرت شاہ نعمت المحبوب المقصود سرکار نعمت اللّٰہ صاحب نعمتِ حق صابری وقادری قطبُ القلندر آدَامَ اللّٰہُ فُیُوْضَہُمْ وَ اَنْوَارَہُمْ کی خدمتِ اقدس میں ایک بار حاضری کی سعادت اور قدم بوسی کا شرف حاصل کرکے انوارِ الٰہی اور تجلیاتِ ربّانی کو بچشم خود مشاہدہ کرنے کے لئے صلائے عام ہے۔

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضور قطبُ القلندر صاحب کو اپنی ذاتِ وحدتِ بحت اور بے چون وبے چگون کا مظہرِ اتم بنا کر بندگان کے لئے اپنے انوار والطاف کے ابواب کھول دیئے ہیں۔

حضرت خواجۂ نعمت کے کیا کہنے! کہیں وہ مظہرِ انوارِ ربّانی ہیں، کہیں مظہرِ انوارِ مُصطفوی اور کہیں مظہرِ انوارِ مرتضوی ہیں۔ میرے خواجۂ نعمت کبھی خواجۂ اجمیری ہیں، اور کبھی صابر کلیری، اور کہیں وہ مولائے روم کے لباس میں جلوہ گر ہیں اور کہیں رجالُ الغیب کے پردہ میں مستور۔

وہ کبھی ذاتِ صرفہ میں ایسے جذب ہو جاتے ہیں کہ مجذوبِ خلائق بنتے ہوئے "اِذَا

نَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللہُ[1]" کی شانِ رفیع کے مظہر اتم دکھائی دیتے ہیں اور کبھی طےّ مسافت کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے اپنے کفش برداروں کے پاس جلوہ افروز نظر آتے ہیں۔

واہ! سُبحان اللہ! مَا اَحْسَنَکَ، مَا اَکْمَلَکَ، مَا اَجْمَلَکَ۔ ؎

آں عقل کجا کہ در کمالِ تو رسد   آں رُوح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال   آں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد

(ترجمہ) وہ عقل کہاں ہے جو کہ تیرے کمال تک پہنچ سکے۔ اور وہ رُوح کہاں ہے جو کہ تیرے حُسن و جمال تک پہنچ سکے۔ میں نے مانا کہ تو نے اپنے جمال سے پردہ اٹھا دیا ہے، لیکن وہ آنکھ کہاں ہے جو کہ تیرے جمالِ جہاں آرا تک پہنچ سکے اور اسکا مشاہدہ کر سکے۔

مَا شَاءَ اللہ! حضور مخدوم صابری صاحب قُطبُ القلندر کے وجودِ مسعود سے لطائفِ روحانی اور انوارِ یزدانی کس کس رنگ اور کس کس شان سے ظہور پذیر اور ہویدا ہو رہے ہیں۔ مجھ سا انسان ضعیفُ البُنیان پروردگارِ عالم کی اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے کہ اُس رؤف و رحیم نے محض اپنے لُطف و کرم اور غایتِ شفقت و رأفت سے اس حقیر پُر تقصیر کو اپنے انوار کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔

"یَھْدِی اللہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ"[2]

---

[1] جب فقر اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو پھر وہاں صرف ذاتِ حق رہ جاتی ہے۔

[2] اللہ تعالیٰ راہ دکھلا دیتا ہے اپنی روشنی کی جس کو چاہے۔ (پ۱۸)

حقّ حقّ حقّ

"نسبتِ صابری"

ارشادِ ربانی "وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ"[1] کے تحت میرے لئے اس نعمتِ عظمیٰ کا اظہار اور بیان نہ صرف جائز اور مستحسن بلکہ نہایت ضروری اور لازمی ہے جو کہ اوائل ماہِ جنوری ۱۹۵۹ء میں ارزانی ہوئی۔ یہ ایک ایسی نعمتِ غیر مترقّبہ ہے جو میرے لئے دنیوی فلاح اور اخروی نجات کے ساتھ ساتھ رضائے حق سبحانہٗ و تعالیٰ اور قربِ الی اللہ کا ذریعہ اور موجب ہے۔ ایسی نعمتِ الٰہی اور دولتِ غیر متناہی سے اغماض اور چشم پوشی میرے لئے یقیناً کفرانِ نعمت کے مترادف ہے۔

پاک و ہند کے مختلف مذہبی مدارس میں فنونِ مروّجہ اور علومِ متداولہ کی تحصیل اور ان کے مختلف امتحانات کی تکمیل کی ایک طویل مدّت تک یہ احقر مختلف مکاتیبِ فکر کے علماء کرام سے علوم ظاہری کے استفادہ کے ساتھ ساتھ حضرات اولیاءِ عظام کی بابرکت صحبتوں سے بھی مستفیض ہوتا رہا۔

علوم ظاہری کی تحصیل کے ذوق و شوق کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس اور اہلِ دل حضرات کی صحبتہائے گراں مایہ سے استفادہ کا جذبہ بھی اس احقر کے دل میں ہمیشہ موجزن رہا۔

یہ حقیقت بھی میرے پیشِ نظر رہی کہ علومِ ظاہری سلوک و عرفاں کی منازل طے کرنے والے زاہدوں کے لئے جہاں مشعلِ راہ کا کام دیتے ہیں وہاں کبھی کبھی سالکوں کے لئے زہرِ ہلاہل بن کر اُن کے باطن کو سیاہ اور ان کے قلب کو مسموم بھی کر دیتے ہیں۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ[2]۔

---

[1] اور تو اپنے رب کی نعمت کو بیان کر (پ ۳۰)، [2] خدا کی پناہ۔

"اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرُ" کا مفہوم ایسے ہی علم کی غمازی کرتا ہے۔

لیکن اس ہادیِ مطلق ارحم الراحمین کی رحمتِ خاص اس احقر کے شاملِ حال رہی اور ہر مقام پر اس نے میری دستگیری فرمائی اور صراطِ مستقیم پہ قائم و قائز رکھا۔

ایسے مقربانِ بارگاہِ صمدیت اور ایسے واصلانِ درگاہِ احدیت کی کثیر تعداد ہے جن کی خدمت اقدس میں یہ احقر بڑی نیاز مندی، نہایت ارادت اور حسنِ عقیدت سے حاضر ہوتا رہا۔ اور اس دُرِّ پُربہا اور گوہر کمیاب کے لئے خلوصِ قلب سے استدعا کرتا رہا۔

یہ بوریا نشین، بے تاج کے بادشاہ جن کے خزانے استغناء کی دولت اور علم لدُنی کی نعمت سے مالا مال ہوتے ہیں، اس پُرتقصیر سے اپنا دامن بچاتے ہوئے کسی دوسرے درِ فیض کی تلاش کے لئے امر فرماتے رہے۔

چنانچہ یہ احقر بہت سے اربابِ ولایت اور اصحابِ احوال اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ اور اس گوہرِ مقصود کے حصول کے لئے دستِ سوال دراز کرتا رہا۔ مگر ہر صاحب نظر امرِ خداوندی کے مطابق صبر و ضبط کی ہدایت فرماتے رہے۔

اسی کشمکش و پیچ میں ایک طویل عرصہ تک یہ فقیر نہایت صبر و تحمل سے ان فیاض حضرات کی بے رُخی اور بے اعتنائی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا رہا۔ اور ہر مقام پر اپنی نااہلی اور کم ظرفی کو موردِ الزام ٹھہراتا رہا۔ ؎

گناہ گرچہ نبود اختیارِ ما حافظ!
تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ من ست

(ترجمہ) اے حافظ اگرچہ گناہ ہمارے اختیار اور بس میں نہیں ہے۔ تاہم تو ادب کو ملحوظ رکھ اور تسلیم کر لے کہ گناہ میرا ہی ہے۔

ؔ علم ظاہری راہِ سلوک میں بڑا حجاب ہے۔

اس گوہرِ مقصود کی طلب و جستجو نے میرے دل میں ایک ایسی آگ سی لگا دی جو کسی لمحہ مدت میں نہ بجھی اور نہ سرد پڑی، بلکہ یہ آتشِ شوق میرے جذبۂ دل کو ہمیشہ گرماتی رہی مگر حقیقت یہ ہے کہ "کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِھَا۔" (ہر کام کے لئے قدرت کی طرف سے وقت مقرر ہو چکا ہے)۔

قطب القلندر صاحب کی توجّہِ باطنی

آخر وہ وقت بھی قریب آگیا جو قدرتِ کاملہ کی طرف سے اس احقر کی دلی تمنّاؤں کے پورے ہونے کے لئے مقدّر و مقرر ہو چکا تھا۔

چنانچہ اوائلِ ماہ جنوری ۱۹۵۹ء میں ایک روز ایک مردِ قلندر کی توجّہِ باطنی بلا کسی سابقہ تعارف کے مجھے کشاں کشاں دربارِ صابری لالہ موسیٰ میں لے گئی۔ جہاں پر خاندانِ عالیہ چشتیہ صابریہ کے چشم و چراغ اور وہاں عالیہ چشتیہ صابریہ و قادریہ کے رُوح رواں حضور سرکار نعمت اللہ صاحب صابری قطب القلندر سے شرف نیاز حاصل ہوا۔

حضور قبلہ صابری صاحب مدّظلہ العالی نے ایسی شفقت اور ایسی توجّہ فرمائی جس سے احقر کو اطمینانِ قلبی اور سکونِ روحی نصیب ہوا۔ اور ایسا کرم کیا جس سے عرصہ دراز کی سیر و گردش کے بعد یک سُوئی و یک جہتی نصیب ہوئی۔ اور کسی دیگر درگاہ پر اس اہم مقصد کے حصول کے لئے حاضری کا خیال دل سے اُٹھ گیا۔ اور مقامِ حیرت ہے کہ اس مقصد کے بارہ میں نہ کچھ گفتگو ہوئی اور نہ زبان پر اس کا ذکر آیا۔ بلکہ یہ آپ کی نگاہِ کرم کا ادنیٰ تصرّف تھا کہ جس نے میرے دلی جذبات کو بھانپ کر مجھ سے نااہل کی طرف توجّہ فرمائی اور میرے منتشر خیالات و جذبات کو ایک مرکز پر اکٹھا کر کے مجھے ہمیشہ کے لئے اپنا غلامِ بیدام بنا لیا۔ ؎

قدغن ہے کہ اس کوچہ میں کوئی آنے نہ پائے   گر بے خبر آجائے تو پھر جانے نہ پائے

حضور قبلہ صابری صاحب کی شفقت اور نظر کرم کے گہرے نقوش میرے قلب و جگر پر کچھ ایسے ثبت ہوئے جو نہ کبھی مدھم پڑے اور نہ کبھی مٹے، اس کے ساتھ ساتھ حضور انور کی خدمت اقدس میں حاضری کا شوق روز بروز بڑھتا گیا اور میرے لئے زندگی کے وہ لمحات بہترین شمار ہونے لگے جن میں مجھے وہاں کی حاضری کی سعادت نصیب ہو جاتی۔

قریباً چار پانچ سال تک یہ فقیر ختم خواجگان[1] کے موقع پر حاضر ہو کر حضور قبلہ صابری صاحب مدظلہ العالی کے فیوض و برکات سے مستفیض و مستفید ہوتا رہا۔ اس قلیل عرصہ میں حضور صابری صاحب نے اس احقر پر اس قدر نوازشات فرمائیں جن کی شکر گذاری سے یہ احقر تا زیست عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

دربارِ رسالت میں حاضری کی سعادت

حضور سرکار نعمتُ المحبوب المقصود حضرت خواجہ نعمتُ اللہ صاحب قطب القلندر مدظلہ العالی نے اس حقیر پُر تقصیر اور آوارہ و ناکارہ کو اس قلیل عرصہ میں حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہِ عرش پناہ میں، اس طرح سے پہنچا یا کہ

کبھی تو یہ فقیر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر مدینہ منوّرہ میں حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو منبر مبارک پر رونق افروز دیکھتا ہے دراں حالیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سامنے حاضرین کا ایک جمِ غفیر ہے اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دستِ اقدس میں ایک کتاب ہے جس کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں۔

"اس کتاب میں تمام حاضرین کے نام اور احوال درج ہیں اور حافظ عبید اللہ کا نام بھی اس میں درج ہے"۔ اور کبھی دربارِ رسالتمآب میں حاضری کے بعد یہ احقر اس ذاتِ اقدس

---

[1] ختم خواجگان ہر ماہ کی پہلی جمعرات کو ہوتا ہے (رانچیندی برادرت)۔

شفیع المذنبین فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قدم بوسی کا شرف پاتا ہے اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بالشتِ مقدس و منوّر پر بوسہ دینے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

خادمانِ دربارِ نبوی اس احقر کا نام کبھی غلامانِ محمّد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی فہرست میں درج کرتے ہوئے اور کبھی جاروب کشی روضۂ اطہر کے لئے اس حقر کو امر فرماتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذرّہ نوازی

مزید برآں اُس بارگاہ عرش پناہ میں حضور قبلہ سرکار صابری صاحب مدظلہ العالی کا ایک ادنیٰ ترین خادم اور کفش بردار یوں شرف پاتا ہے۔

حضورِ پُر نور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت مولیٰ علی کرّم اللہ وجہہٗ سے ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اے علی! یہ بچہ آپ کی سپردگی میں ہے، اور آپ کی تربیت میں ہے"۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ وَالشُّکْرُ لَہٗ حَمْدًا کَثِیْرًا وَّ شُکْرًا جَزِیْلًا

رؤیائے صالحہ ہر انسان کے لئے خوش آئند ہوتی ہیں اور ان کے دور رس اثرات سے کون انکار کر سکتا ہے۔ بالخصوص جبکہ ان رؤیائے صالحہ کا تعلق حضرت شفیع المذنبین رؤف و رحیم سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات اقدس سے ہو تو پھر اُس انبساطِ قلبی اور راحتِ روحی کا کیا کہنا جو ان رؤیائے صالحہ کے بعد حاصل ہو۔

وَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ

بلاشبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا تو اُس نے واقعی مجھے ہی دیکھا، بے شک شیطان میری

فِیْ صُوْرَتِیْ۔ (بخاری و مسلم) صورت نہیں بنتا۔

حضور قبلہ سرکار صابری صاحب قطبُ القلندر مدّ ظلہٗ العالی کی نگاہ کرم نے بارگاہِ رسالت میں حاضری کی سعادت کے ساتھ ساتھ حضرات خواجگان چشت کی توجہ باطنی سے بھی اس احقر کو بہرہ ور کر دیا۔

حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدّین صاحب اجمیری سُلطان الہندؒ غریب نواز حضرت پادشاہِ دو جہاں جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ الارواح سلطان الاولیاءؒ سے فرماتے ہیں:۔

"خواجہ علاء الدّین! یہ تین آدمی آپ کے سپرد ہیں"۔

اس وقت دو اور خوش نصیب اصحاب بھی شریک محفل تھے۔

اور حضور غریب نواز سلطان الہندؒ نے ایک موقع پر یوں بھی ارشاد فرمایا۔

"خواجہ علاء الدین علی احمد صابر اس کا انتظام فرما دیں گے"۔

حضور سرکار صابری صاحب کا لطف و کرم

ماشاءاللہ کرم صابری نے کس کس رنگ میں جلوہ نمائی کی ہے۔ مجھ سے آوارہ و ناکارہ کو یہ مقام کہاں نصیب۔ من آنم کہ من دانم[1]۔ یہ محض اُن کا کرم اور اُن کی ذرہ نوازی ہے ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیم صبح تیری مہربانی

بارگاہِ رسالت میں رسائی اور مقبولانِ درگاہ کی کفش برداری کی سعادت ایک ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے جو بلاشبہ حضرت پیر روشن ضمیر کی توجہ باطنی اور تصرّفِ روحی

---

[1] مجھے اپنی حقیقت کی خوب خبر ہے۔

کی مرہونِ منّت ہے۔ ریاضت و مجاہدہ، زُہد و تقویٰ اور اس قسم کی محنت ہائے شاقہ سے وہاں تک رسائی کے لئے جد و جہد کرنا یقیناً سعیِ لاحاصل اور طولِ امل ہے ۔

مابداں منزلِ عالی نتوانیم رسید!
ہاں مگر لطفِ شما پیش نہد گامے چند

(ترجمہ) ہم اُس عالی مقام تک نہیں پہنچ سکتے، ہاں اسکے لئے ایک طریقہ ہے کہ آپ بنفسِ نفیس چند قدم آگے بڑھ کر ہماری دستگیری فرما دیں، اور اپنے الطاف سے نوازیں۔

پُر کیف عالمِ رُؤیا

حضور سرکار صابری صاحب مدظلّہ العالی نے اپنی توجہ باطنی اور تصرفِ رُوحی سے اس احقر کے لئے اس اثنا میں عالمِ رؤیا کو عجیب پُر کیف اور پُر بہار بنا دیا۔ میرے دل و دماغ پر حُسنِ ازلی کے اُن انوار و تجلیّات نے جو احقر حضور سرکار صابری صاحب کے رُوئے انور پر دیکھا کرتا کچھ ایسا رنگ پیدا کر دیا کہ ہر دم ان کی یاد میں محو اور ان کے تصوّر میں شاداں و فرحاں رہنے لگا۔

بس گیا وہ نگار آنکھوں میں
کیا سمائی بہار آنکھوں میں!

ایسے عجیب اور پُر کیف نظارے بھی بکثرت دیکھنے میں آئے جن کا تعلّق عالمِ ملکوت سے ہے اور ایسی ایسی خوشگوار ہوائیں اور اس قسم کے گُل و ریحاں سے لطف اندوزی کے مناظر بھی دیکھے گئے کہ جن کی نظیر عالمِ ناسوت میں نہیں ملتی۔

حضور سرکار صابری صاحب کے کس کس کرم کا ذکر کروں، سرکار نے عالمِ رؤیا کو میرے لئے ایسا پُر کشش اور پُر بہار بنا دیا کہ میرے لئے خواب بیداری سے زیادہ محبوب ہو گئی۔

اور یوں سمجھئے کہ ادھر آنکھ لگی اُدھر دربارِ صابری میں جا پہنچے۔

تصرّفاتِ سرکار کا کیا ٹھکانا ہے۔ مجھ سے مورِ بے پایہ و بے مایہ کو سیّدُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمْ کی بے پناہ قوّت کی برکت سے چند لمحات میں روئے زمین کی سیر کرادی۔ اور سواری بھی ایسی عطا کی جو نگاہ کے اشارہ سے چلے۔

حضور سرکار صابری صاحب کے فیوض و برکات کا ایک ایسا طویل اور لامحدود سلسلہ دیکھا جس کے لئے تحریر کا وسیع دامن کوتاہ نظر آیا۔ اور فی الواقع آپ کو وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا[1] کا پورا پورا مصداق پایا ؎

نازم بچشم خود کہ جمالِ تو دیدہ است | اُفتم بپائے خود کہ در کویت رسیدہ است
ہر روز بوسہ ہا زنم ایں دست خویش را | کو دامنت گرفتہ سوام کشیدہ است

(ترجمہ) مجھے اپنی آنکھ پر ناز ہے جس نے تیرا جمال دیکھا ہے۔ اور میں اپنے پاؤں پر نثار ہوں جو تیرے کوچے تک پہنچ گیا ہے۔ ہر روز میں اپنے اُس ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں جس نے تیرا دامن کھینچ کر میرے قریب کر دیا ہے۔

حقیقت بیں اور حق شناس نگاہوں کے لئے دعوتِ نظارہ

المرام یہ وہ چند لُولُوہائے شاہوار اور گوہر ہائے تابدار ہیں جو موصوف شہنشاہِ ولایت کے عدیم المثال خزانۂ شاہی سے ایک فقیر پر نظرِ کرم کی صورت میں اس قرطاس کے صفحات پر جلوہ نما ہیں۔ اور جن کی ضیاءِ تابدار اور رونق سدا بہار کو ایک نظر دیکھنے کے لئے حقیقت بیں اور حق شناس نگاہوں کے لئے دعوتِ نظارہ ہے۔

وَلَنِعْمَ مَا قِیْلَ ؎

---

[1] (ترجمہ) اگر تم نعمتِ اللہ کو شمار کرو تو اس کا احاطہ نہ کر سکو (پ۱۴) قارئین کو علم ہوگا کہ حضور سرکار صابری صاحب مدظلہ العالی کا اسمِ گرامی نعمت اللہ ہے۔

أُولٰئِكَ ابَائِی فَجِئْنِی بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ !!

ترجمہ۔ عرب کا مایۂ ناز شاعر فرزدق اپنے حریف "جریر" شاعر سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اے جریر! یہ میرے بزرگواران ہیں، جو اِن اوصاف اور فضائل کے حامل ہیں، اور تو اپنے بزرگوں کی تعریف اور توصیف میں حا بجا رطب اللسان رہتا ہے لیکن جب ہم سب کسی مجمع میں اکھٹے ہوں تو میرے اِن بزرگوں کی کوئی نظیر یا کوئی مثال تو مجھے دکھانا۔

اعترافِ حقیقت

مجھے اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اصحابِ منصب حضرات دُنیا کے کونے کونے میں اپنے اپنے مقام پر جلوہ نما اور تشریف فرما ہیں۔ اور اپنے اپنے حسن وجمال اور فیوض وبرکات سے اہلِ جہاں کو فیضیاب اور بہرہ ور کر رہے ہیں۔ لیکن حضور سرکار صابری صاحب قطبُ القلندر اپنے رنگ میں واقعی بے مثال اور اپنے طریقِ ارشاد میں بلاشبہ بے نظیر ہیں، اہلِ جہاں کے لیئے وہ مولیٰ کریم کی ایک بڑی نعمت ہیں، کوئی لاکھ ڈھونڈھے مگر اس نعمت کی مثال کہاں پائیگا۔

بیعت کے اسباب

ایسی کیفیات اور ایسے احوال کے مشاہدہ کے بعد جو اطمینانِ قلبی اور تسکینِ روحی کے باعث ہوئے اور جنہوں نے مجھے علم الیقین کی حدود سے بہت آگے بڑھا کر عین الیقین اور حق الیقین کے ایسے مقام پر پہنچا دیا۔ جہاں میں نے اپنے تمام علمی نظریات اور ذہنی مفروضات

کو کلیتہً خیر باد کہدیا ہے

جُبّہ و دستار و علمِ قیل و قال ہمہ در آبِ رواں انداختیم!
خرقہ و سجّادہ و تسبیح را در خراباتِ مغاں انداختیم!

(ترجمہ) پیرِ مغاں کی محفل میں پہنچ کر ہم نے بڑائی کے نشانات جُبّہ و دستار اور علوم ظاہری کی کتب کو دریا بُرد کر دیا اور اپنی عظمت اور تقدیس کے مظاہر خرقہ و سجّادہ اور تسبیح کو اُس کے قدموں میں ڈال دیا۔

علمی مُوشگافیوں اور جماعتی گروہ بندیوں کے مفروضات اور مُسلّمات مجھے بے وُقعت اور لاحاصل سے نظر آنے لگے۔ اور وادئ عرفاں کی نسیمِ جانفزا کے نرم نرم جھونکے اُنھیں "ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا" اور تہس نہس کرتے دکھائی دینے لگے۔ چنانچہ میں نے حضور سرکار صابری صاحب قُطبُ القلندر مدّظلّہ العالی سے بیعتِ تُوبہ[1] اور نسبتِ صابری کے لئے صمیمِ قلب سے استدعا کی جسے سرکار غریب نواز نے از راہ ذرّہ نوازی و کرم گُستری شرفِ قبول بخشا۔ اور ۲۰[2] فروری ۱۹۶۴ء کو ختم خواجگان کے موقعہ پر جمعرات کے روز بعد نماز عصر سلسلۂ عالیہ متبرکہ چشتیہ صابریہ اور سلسلۂ عالیہ متبرکہ چشتیہ صابریہ وفائیہ (ہر دو سلاسل) میں بیعت کیا اور ہر ایک سلسلہ کا شجرہ شریف مرحمت فرمایا۔ فالحمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

حضور قبلہ گاہی سرکار صابری صاحب قُطبُ القلندر مدّظلّہ العالی کے دستِ حق پرست پر بیعتِ تو بہ وانابت کے بعد کرمِ صابری اور فیضانِ قلندری کا عجیب رنگ دیکھا ہے۔

"پریشانئِ طبع اور اضطرابِ قلب سب دُور، انوار صابری اور فیضانِ قلندری

---

[1] خاک اُڑی ہوئی [2] متواتر اور مسلسل پانچ سال تک حاضری دینے کے بعد حلقۂ بیعت میں داخلہ کا شرف بخشا گیا۔

کا نور، قُرب و بُعد سب دُور، قدم قدم پہ اُن کا ظہور، ہمہ وقت حضور ہی حضور۔
تصور اُن کا وِردِ تمام، ذکر اُن کا صبح و شام، شغل اُن کا سجود و قیام، نہ کوئی تمنا رہی
اور نہ کوئی آرزو، نہ کوئی طلب رہی اور نہ کوئی جستجو ؎

نہ فنا میری نہ بقا میری مجھے اے شکیل نہ ڈھونڈ ئیے
میں کسی کا حسنِ خیال ہوں میرا کچھ وجود و عدم نہیں

؎ منم محوِ خیال او نمی دانم کجا رفتم شدم غرقِ وصالِ او نمیدانم کجا رفتم
بآں چو آشنا گشتم ز جان و دل فدا گشتم فنا گشتم فنا گشتم نمی دانم کجا رفتم!

(ترجمہ) اپنے پیر و مرشد کے خیال میں مجھ پر ایسی محویت طاری ہوگئی ہے
کہ مجھے اپنی خبر تک نہیں ہے، اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میں کہاں پہنچ گیا
ہوں، اور حضرت پیر و مرشد کے وصال میں میں ایسا غرق ہوگیا ہوں
کہ مجھے اپنی خبر نہیں ہے۔ اور جب سے مجھے اُس دِلرُبا سے شناسائی
ہوئی ہے تو میں اُس پر جان و دل سے قربان اور نثار ہوگیا ہوں، بس
اتنی بات ہے کہ میں اس کی یاد میں مٹ گیا ہوں اور مجھے اتنی بھی خبر نہیں
ہے کہ میں کہاں پہنچ گیا ہوں۔

حقّ حقّ حقّ

بیعتِ شرعی کا ثبوت اور اسکا مفصّل بیان

فیضانِ صابری

حضرت پادشاہِ دو جہاں جناب مخدوم علاء الدّین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیری کے بحرِ کرم اور منبع فیض سے فیوض و برکات اور انوار و حسنات کے حصول کے لئے بیعتِ توبہ کا طریقۂ مرضیہ سلف صالحین حضرات اکابرینؒ سے متواتر منقول و معمول چلا آتا ہے۔

اس لئے بیعتِ توبہ کے مفہوم، اس کی اہمیّت اُس کے تقاضے اور اس کی ضرورت کو پوری تحقیق و صحّت اور کافی شرح و بسط سے ناظرین کے سامنے لایا جا رہا ہے۔ تاکہ سعادت مند حضرات اور خوش نصیب اصحاب اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا اور اُس کی خوشنودی کے لئے تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ان محبوبانِ خدا اور ان مقبولانِ بارگاہ کے صحیح مسلک پر گامزن ہو کر اپنی فلاح و نجات اور اپنے علوِّ مراتب اور رفعت درجات کے لئے اس طریقۂ مرضیہ کو اپنائیں اور اس میں داخل ہو کر سعادتِ دارین سے بہرہ ور ہوں ؎

پیرِ رومی را رفیقِ راہ ساز
تا ترا بخشد خدا سوز و گداز

(ترجمہ) شاعرِ مشرق علّامہ اقبال علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اے طالبِ حق تو راہِ سلوک میں مولائے رومؒ کو اپنا ہادی اور پیشوا تسلیم کر لے۔ اس طرح پر اللہ کریم تجھے اپنے سوز و گداز کی نعمت سے بہرہ ور کر دینگے۔

ارشادِ ربّانی۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿پ﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو۔ توقع ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

اپنے فصیح و بلیغ مفہوم کو واضح اور غیر مبہم الفاظ میں ایسے سعادت مند انسانوں کو وسیلہ کی تلاش کا حکم دے رہا ہے جو کہ دولتِ ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں۔ اور تصدیقِ قلبی کے ساتھ ساتھ احکام خداوندی کی پوری طرح بجا آوری سے اپنے ایماندار ہونے کا عملی ثبوت پیش کر چکے ہیں۔

اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ آیۂ مذکورہ کا اوّلین خطاب اور روئے سخن خَيْرُ الْقُرُوْن کے اُن محترم اور بزرگ حضرات صحابہ کرامؓ کی طرف ہے جن کا شمار السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ہوتا ہے۔ اور جن کے علوِّ مراتب اور رفعتِ مدارج پر کلام الٰہی شاہد ناطق ہے۔

اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ۔ ﴿پ۱۱﴾ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔ ﴿پ۹﴾ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔ ﴿پ۳﴾۔

جو لوگ اسلام لانے میں سابق اور مقدم ہیں۔ اُن کے لئے بڑے درجے ہیں انکے رب کے پاس اور انکے لئے مغفرت اور عمدہ رزق ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ مولیٰ کریم سے راضی ہوئے۔

ایسے محترم حضرات کو ایمان میں استحکام (مضبوطی) و ترقی اور عالی درجات و مراتب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ کی تلاش اور اس میں مجاہدہ کا حکم دیا گیا ہے۔

بیعتِ توبہ کے احکام کی تعمیل

وسیلہ کی تلاش اور اس میں مجاہدہ کے احکام کے بعد حضور پُر نور حضرت نبی

کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جو تزکیۂ نفوس کے عظیم منصب کے حامل اور اس اہم کام کے لئے مامور من اللہ ہیں۔

کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْ عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ط وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ (پ۴)

حقیقت میں اللہ کریم نے مؤمنین پر احسان کیا جب کہ اُن میں اُنہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وُہ ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور اُن لوگوں کی صفائی کرتے ہیں، اور اُنہیں کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے ہیں، اور وُہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے "بَایِعُوْنِیْ" (تم سب میرے ہاتھ پر بیعت کرو) کے واضح الفاظ میں بیعتِ توبہ و انابت کا حکم فرماتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے۔

عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَہٗ عِصَابَۃٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ الخ

(رواہ البخاری و مسلم)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت آپ کے گرد جمع تھی: "تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ تم زنا کرو گے، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے الخ

چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (پ۴)

تم ہو بہتر سب اُمتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے۔

کے اوّلین مصداق اور اتباعِ سنّتِ نبوی اور اصلاحِ حال و قال اور تزکیۂ نفوس میں نمونہ ہیں۔ فَبَایَعْنَاهُ عَلٰی ذَالِکَ رہم نے حضور علیہ السّلام کے دستِ اقدس پر اس مقصد کے لئے بیعت کی) کی خبرِ صادق بہم پہنچا کر اس رحمتِ عالم سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ملّتِ بیضاء کے اُسوۂ حسنہ اور آپ کی سنّتِ مرضیّہ کے جائز اور حق ہونے کا ایک بیّن اور اظہر من الشّمس ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

حضرات خلفاء راشدینؓ کا بیعتِ مسنونہ سے استفاضہ

اہلِ علم حضرات اور اصحابِ بصیرت بزرگواران پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ حضرات خلفاء راشدینؓ سے ہر ایک کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دست اقدس پر بیعت کرنا اور حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ہر ایک کو خلافت کا عطا فرمانا بلا شک و شبہ علیٰ سبیلِ تواتر ثابت ہے، اور حضرات خلفاء راشدینؓ کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر جماعت کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دستِ اقدس پر بیعت کرنا بھی یقیناً ثابت ہے۔ اور ان تمام صحابہ کرام بالخصوص حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اپنے دینی استحکام اور اتباعِ سنّتِ خیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لئے حضور انور صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دستِ اقدس پر بیعت کرنا ایک ایسی حقیقت ہے جس سے نہ کوئی صاحبِ علم انکار کر سکتا ہے اور نہ کوئی صاحب بصیرت اسے ٹھکرا سکتا ہے۔

احکامِ ربّانی اور ارشاداتِ نبوی کے ساتھ ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرات خلفاءِ راشدین کا یہ عمل متلاشیانِ دلائل کے لئے حجّتِ تامہ اور طالبانِ ہدایت کے لئے اُسوۂ حسنہ ہے اسی لئے حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل کو دربارِ رسالت سے واجب الاتباع قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ایمان والو! میری سنّت خُلفاءِ راشدین کی سنّت کو اپنے اُوپر لازم کر لو۔

(رواہ احمد، ابُوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ایسے مُسلّمہ اور ثابت من السنّت عمل کا ترک کرنا اہلِ ایمان کے لئے یقیناً موجبِ حرمان اور باعثِ خسران ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ بزرگواران ہیں جو دین حنیف کے حلقہ بگوش ہوتے ہوئے اور دائرۂ اسلام میں قدم رکھتے ہوئے تمام احکامِ شرعیہ کی اتّباع اور تمام منکرات اور فواحش بالخصوص شرک، قتل اور زنا وغیرہ سے بیزاری اور ان کے ترک کا اعلانیہ اقرار کر چکے ہیں۔

کلمۂ طیّبہ جو اصلِ ایمان ہے وہ تمام آلہہ آفاقی و انفسی کی جڑیں کاٹ کر مؤمنین کے قلوب میں عقیدۂ توحید راسخ اور مضبوط کر دیتا ہے۔

بایں ہمہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو بلا شک و شبہ مؤمنین ہیں بیعتِ توبہ کا حکم فرمایا جاتا ہے اور یہ وہ خوش نصیب اور خوش بخت حضرات ہیں جو حضور پُرنور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اور تمام اہلِ اسلام کے سامنے اس سنّتِ حسنہ اور اس لائحہ عمل کو پیش کرتے ہیں۔

کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا

تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں آپ سے وہ

يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ	بیعت کرتے ہیں اللہ سے ، اللہ کا ہاتھ ہے
اَيْدِيْهِمْ ط فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا	اُن کے ہاتھوں پر ، پھر جو کوئی قول توڑے تو
يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ مَنْ اَوْفٰى	اُس کا وبال اُس کی جان پر ہے ، اور جو کوئی پورا
بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ	کرے اُس چیز کو جس پر اقرار کیا اللہ سے تو وہ
اَجْرًا عَظِيْمًا ط (پ ۲۶)	دے گا اسے بدلہ بڑا۔

آیۂ بیعت جسمیں بیعتِ مسنونہ کا حکم صراحۃً موجود ہے

بیعتِ توبہ و انابت کی حقانیت اور اُس کے مسلّمہ ثبوت کے لئے طالبانِ حق کو آیۂ بیعت کو ایک بار بغور دیکھنا اور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اللہ کریم قرآن حکیم میں فرماتے ہیں :-

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ	اے نبی کریم (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب آپ
يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ	کے پاس مومن عورتیں اس غرض سے حاضر ہوں
شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ	کہ وہ آپ سے ان باتوں کے پورا کرنے پر بیعت
وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ	کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شئے کو شریک
بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ	نہ کریں گی ، چوری نہ کرینگی ، اور بدکاری نہ کرینگی
وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ	اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرینگی ، اور نہ وہ بہتان کی اولاد
مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ	لائیں گی جس کو وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان
لَهُنَّ اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ط	بنائیں تو آپ اُن کو بیعت کرلیں اور اُن کے لئے
(پ ۲۸)	اللہ سے مغفرت طلب کریں بیشک اللہ تعالےٰ

غفور و رحیم ہے

اس آیت کے شروع میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں

مومن عورتوں کے حاضر ہونے کا مقصد بیان فرمایا گیا ہے، کہ وہ اس لئے حاضر ہوتی ہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے بیعت کریں۔ اللہ ربّ العزّت نے فرمایا کہ اگر وہ مومن عورتیں، ان امُور کی اتباع اور ان کی پابندی کا آپ کے سامنے اقرار کریں تو اے نبی مکرم (صلے اللہ علیک وسلّم) آپ ان کو بیعت کر لیا کریں۔ اور ان کی سابقہ کوتاہیوں پر ان کے لئے اللہ کریم سے آپ مغفرت طلب کیا کریں۔ اللہ کریم معاف فرمانے والے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا تمام مؤمنین کے لئے یہ فرمانا کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو، اور صحابہ کرامؓ اور صحابیات صالحاتؓ کا اس پر لبّیک کہنا خوابیدہ بختوں کی چشمِ بصیرت کو وا کرنے اور صراطِ مستقیم سے روگردانی کرنے والوں کو ان کی کوتاہ اندیشی پر متنبّہ کرنے کے لئے کافی اور واضح ثبوت ہے۔

بیعتِ مسنونہ کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کا بیان

بیعت مسنونہ کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ ارشاد فرماتے ہیں:۔

فَاعْلَمْ اَنَّ الْبَيْعَةَ الْمُتَوَارِثَةَ بَيْنَ الصُّوْفِيَةِ عَلٰى وُجُوْهٍ۔ اَحَدُهَا بَيْعَةُ التَّوْبَةِ مِنَ الْمَعَاصِىْ وَالثَّانِىْ بَيْعَةُ التَّبَرُّكِ فِىْ سِلْسِلَةِ الصَّالِحِيْنَ بِمَنْزِلَةِ سِلْسِلَةِ اَسْنَادِ الْحَدِيْثِ فَاِنَّ فِيْهَا بَرَكَةً۔ وَالثَّالِثُ بَيْعَةُ تَاْكِدِ الْعَزِيْمَةِ عَلَى التَّجَوُّدِ لِاَمْرِاللهِ وَتَرْكِ مَا نُهِىَ عَنْهُ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا

پس تو جان لے کہ جو بیعتِ صوفیاء کرام میں متواتر چلی آرہی ہے وہ کئی طریقہ پر ہے، ایک طریقہ بیعتِ توبہ ہے معاصی سے، اور دوسرا طریقہ بیعت بغرض تبرک ہے۔ یعنی بقصدِ تبرک صالحین کے سلسلہ میں داخل ہونا، یہ بمنزلہ اسناد حدیث کے ہے کہ اسمیں بیشک برکت ہے۔ اور تیسرا طریقہ بیعت عزم مصمم کرنا ہے خلوص سے امر الٰہی کی اتباع اور ترک مناہی کیلئے ظاہر و باطن

وَ تَعْلِيْقِ الْقَلْبِ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَ هُوَ الْاَصْلُ۔ (القول الجمیل) — سے اور دل کو اللہ تعالےٰ سے لگانا ہے۔ اور یہی سب کی اصل ہے۔

قابلِ غور یہ بات ہے کہ بیعت توبہ و انابت کے لئے جب حضرات صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ صالحات کو اُن کے دینی استحکام کے لئے حکم دیا گیا ہے اور اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ اصحاب سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئے ہیں، تو پھر بعد کے آنے والوں سے ایسا کون شخص ہو سکتا ہے جو اس اہم دینی ضرورت سے مُستغنی ہو یا اس کی ضرورت کو نظر انداز کر سکے۔

اِنَّ فِیْ ذَالِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔ (پ۳) — بلاشک اس میں بڑی عبرت ہے دیکھنے والوں کے لئے۔

بَیعتِ مَسنُونہ کی حقیقت

لفظ بیعت عربی مصادر سے ہے جو کہ اپنے لغوی معنیٰ کے لحاظ سے کسی چیز کے لین دین اور خرید و فروخت کے لئے اہلِ زبان کے ہاں کثیر الاستعمال ہے، اور دو چیزوں کا تبادلہ اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

اہلِ طریقت اور اربابِ بصیرت کی اصطلاح میں بھی یہ لفظ قریبًا اسی معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے، مرید جب حلقۂ ارادت میں داخل ہوتا ہے تو اُس کے لئے لفظ بیعت اس لئے بولا جاتا ہے کہ وہ تمام نفسانی خواہشات، اپنی مرضیات اور دلی ارادات کو ترک کر کے تزکیۂ نفس، معرفتِ الٰہی، رضاء مولیٰ کریم اور قُربِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حصول کے لئے شیخ کامل کے سامنے اپنی ذات کو پیش کرتا ہے، اور شیخ کامل کو اپنے قلب میں بسانے کے لئے اسے تمام خطرات وساوس سے پاک و صاف کرتا ہے، اور مُردہ بدستِ زندہ کے اصول کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اس کے تمام احکام

کی اتباع کا عہد کرتا ہے۔

شیخِ کامل مُرید صادق کو اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کر کے اسے ایک نئی حیات عطا کرتا ہے، مُرید کی ذات کو ہر قسم کی ظلمتوں، کثافتوں اور کدورتوں سے پاک و صاف کرتا ہے اور عالمِ امکان کی پستی سے نکال کر اسے عالمِ وجوب کی بلندی تک پہنچا دیتا ہے۔ شیخِ کامل طالبِ صادق کو اس دُنیائے پُر آشوب کی وادیٔ ضلالت سے نکال کر رُشد و ہدایت اور سلوک و عرفاں کی منازل طے کراتا ہُوا اسے عین الیقین اور حق الیقین کے مقامات تک پہنچا دیتا ہے۔ شیخِ کامل مُرید صادق کے لئے عالمِ نزع، عالمِ برزخِ صغریٰ اور حسابِ یومِ محشر کے وقت باذن اللہ شفیع اور کفیل ہوتا ہے۔ شیخِ کامل کی توجہ سے مُرید صادق کے لئے ذکرِ رُوحی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کی چشمِ باطنی روشن ہو جاتی ہے، اور مجلسِ محمدیؐ میں اسے شرف یابی کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔

شیخِ کامل مُرید صادق کو ایسی شرابِ عشق پلاتا ہے کہ وہ اس میں مخمور و سرمست ہو کر فنا و بقا کے اسرار کو چند انفاس میں پا جاتا ہے ؎

جائیکہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند!
مستِ شرابِ عشق بہ یک آہ می رسد!

(ترجمہ) وہ عالی اور بلند مقام کہ جہاں تک زاہدانِ خشک ہزاروں مرتبہ چلہ کشی کر کے پہنچتے ہیں، شرابِ عشق کا مست وار ایک آہ میں وہاں پہنچ جاتا ہے۔

حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات صحابیاتؓ صالحات سے مقاصدِ شرعی اور ضروریاتِ دینی کے لئے بیعت لیتے رہے ہیں، جیسا کہ گذشتہ صفحات پر اس کا ذکر تفصیلاً آچکا ہے۔ اور حضور پُر نور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ سے ایک ایسی جماعت قائم ہوئی جو اس سنّتِ نبوی اور اس اُسوۂ حسنہ کو اپناتی اور اس پر عمل پیرا رہی۔ اور مسلمانانِ عالم کے لئے ان کے دینی احکام کی خاطر اس کی تبلیغ و اشاعت میں قولاً و فعلاً حصّہ لیتی رہی۔ تاکہ حضور رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنّتِ حسنہ کو تا دورِ قیامت قیام و دوام رہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ط (پ۲۱)

تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔

اہلِ علم حضرات پر یہ بات واضح ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے تمام اعمالِ صالحہ کی نسبت اصلاحِ باطن کی طرف زیادہ توجہ فرمائی ہے۔ بلکہ اصلاحِ باطن کو اصلِ ایمان قرار دیتے ہوئے فرمایا[1] ہے کہ جس شخص کا دل ٹھیک ہوا اُس کا سارا بدن ٹھیک ہوا۔ اور جس شخص کا دل خراب ہوا اس کا سارا بدن خراب ہوا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضرات مشائخ عظام اور اولیاء کرام کی تمام تر توجّہ، تزکیۂ نفس، اصلاحِ باطن اور صفائیِ قلب پر مرکوز رہتی ہے۔ اور بیعتِ توبہ و انابت کا یہی مقصدِ عظیم اور یہی فائدۂ جلیل ہے۔

بیعت کا مسنون طریقہ

بیعتِ توبہ کے مسنون طریقہ کے بارہ میں حضور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ سے عرض کیا گیا تو حضور نے فرمایا کہ اس کے لئے کسی صاحبِ ارشاد یا کسی صاحبِ مزار سے عقیدت و محبّت کا اظہار کافی نہیں ہے۔ بلکہ ارشادِ ربّانی يَدُ اللّٰهِ

---

[1] بخاری و مسلم و مشکوٰۃ شریف صہ ۲۴۱ اصح المطابع

فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے) کے تحت کسی شیخِ کامل اور صاحبِ بصیرت پیر روشن ضمیر کے دستِ اقدس پر بیعت کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دستِ اقدس پر یعنی ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے دینی استحکام اور احکام الٰہی کی اتباع کا عہد کیا تھا۔ (فوائد الفواد)۔

خرقۂ خلافت کی اصل

حضور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ سے خرقۂ خلافت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرات مشائخ کا یہ عمل حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سنّت کے عین مطابق ہے، اور فرمایا کہ جو خرقہ حضور پُر نور حضرت نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو شبِ معراج میں اللہ کریم جل شانہٗ کی طرف سے عطا ہوا تھا اسے خرقۂ فقر کہا جاتا ہے اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شبِ معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا کہ یہ خرقہ ہم اُس شخص کو عطا فرمائیں گے جو ہمارے سوال کا جواب ہمارے علم اور حکم ربّی کے موافق دے گا۔

چنانچہ آپ نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے ابوبکرؓ اگر یہ خرقہ آپ کو عطا کیا جائے تو آپ کیا کریں گے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "صدق اور اطاعت کرونگا"۔

پھر آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے عمر! اگر یہ خرقۂ مبارک آپ کو عطا کیا جائے تو آپ کیا کرینگے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا کہ "عدل و انصاف کرونگا"۔

زاں بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے عثمان! اگر یہ خرقۂ مبارک آپ کو عطا کیا جائے تو آپ کیا کرینگے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ فی سبیل اللہ مال خرچ کروں گا اور سخاوت کرونگا۔

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور فرمایا اے علی! اگر یہ خرقۂ مبارک آپ کو عطا کیا جائے تو آپ کیا کریں گے؟

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ "میں بندوں کے عیوب پر پردہ پوشی کروں گا"

حضور پُر نور رحمتِ کائنات مختارِ من اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی! یہ لے خرقۂ مبارک مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

تب سے حضرات مشائخ عظام میں خرقہ پوشی اور اعطاءِ خرقہ کا دستور مروّج اور جاری ساری ہے۔ (فوائد الفواد)

بیعتِ توبہ کی ضرورت

اِنسان کو جب سرسری نگاہ سے دیکھا جائے تو ضعف، جہل اور ظلم کے اوصافِ ذمیمہ اسمیں نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ اور جب اس کی خلقت اور فطرت کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ خاک کا پتلا احتیاج محض ہے، مگر اس کے پیشِ نظر معرفتِ الٰہی اور قربِ حق تعالیٰ کا ایک عظیم الشان مقصدِ حیات ہے اور اسی مقصدِ حیات اور اُس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اسے بیعتِ توبہ وانابت کا حکم دیا گیا ہے تاکہ یہ ظلوم جہول فیضانِ صحبت کی برکات سے مستفید و مستفیض ہو، اور غفلت و جہل کے پردوں کو چاک کرتا ہوا نفس و شیطان کو زیر کر کے معرفتِ الٰہی اور قربِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حصول

میں کامیاب و فائز المرام ہو۔

اُدھر وہ ذاتِ کبریا سبحان قدوس بے چون و بے چگون اور بے مثل و بے مثال۔ اِدھر یہ انسان ضعیف البنیان، اس عالم تیرہ و تار کا نووارد اور چند روزہ مہمان، ظلم و جہل سے موصوف، ضعف و ناتوانی میں معروف، ہوا و ہوس کا گرفتار اور نفس و شیطان کا شکار۔ یہ حریم کبریا تک راہ پائے تو کیسے؟ اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے قرب سے بہرہ ور اور لطف اندوز ہو تو کیونکر؟

اِنسان کو لازماً اپنی زندگی کے نشیب و فراز میں ایسے لمحات سے دوچار ہونا پڑتا ہے جنہیں اس کی تمنائیں اور آرزوئیں، یاس و حرمان کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں اُس کی بساطِ صبر اُلٹ جاتی ہے، اور اُس کا متاعِ سکون لُٹ جاتا ہے۔ اور کامیابی و کامرانی کے تمام ذرائع مسدود اور تمام وسائل ناپید ہو جاتے ہیں۔ وہ یاس و حرمان کی گہرائیوں میں گر جاتا ہے، یقین کی رُوح پژمردہ اور ایمان کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں، اور امیدوں کے سارے بندھن ایک ایک کر کے سب ٹوٹ جاتے ہیں۔

اس نامرادی اور ناکامی کے عالم میں انسان فطرتاً کوئی سہارا ڈھونڈھتا ہے جو اس کے قلق و اضطراب میں تسلّی و تسکین کا سامان فراہم کرے، اور جو اس کے درد و الم اور رنج و غم کے لمحات میں اس کے لئے وجہِ سکون اور باعثِ اطمینان ہو۔

اور یہ حقیقت بھی مسلّمہ ہے کہ انسان اپنی فطرتی کمزوری اور اپنی غفلت و جہالت کی بنا پر اس بات کا اہل نہیں ہے کہ وہ اُس عالی بارگاہ کے انوار و تجلّیات کے بارِ گراں کا متحمل ہو سکے اور اُس کی ضیا اور نُور کو برداشت کر سکے۔ اِس لئے لازمی امر ہے کہ اِنسان کے لئے کوئی ہادی و رہنما ہو، حامی و ناصر ہو، معاون و مددگار ہو جو اس مقصدِ وحید میں اسے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر دے۔ اور ہر منزل اور ہر مشکل میں اس کے لئے مشعلِ راہ بنے۔ ایک عارف کا قول ہے ؎

یارِ مردانِ خدا باش کہ در کشتیٔ نوحؑ !
ہست خاکے کہ بآبے نخورد طوفاں را

(ترجمہ) اے عاجز و ناتواں انسان تو خدا کے بندوں سے دوستی لگا۔ ان کی دوستی کشتی نوحؑ کی طرح ہے جسمیں خاک کو پناہ ملتی ہے اور طوفانی موجوں سے وہ محفوظ رہتی ہے۔

تزکیۂ باطن ایک ضروری امر ہے

انسان دو چیزوں سے عبارت ہے۔ صورت اور صفت، ان سے قابلِ لحاظ صرف آدمی کی صفت ہے، نہ کہ صورت۔ کَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ :-

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِکُمْ وَ لَآ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ۔ (رواہ مُسلم)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتے۔ البتہ وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتے ہیں۔

صفت کی حقیقت دارِ آخرت میں ظہور پذیر ہوگی، کیونکہ وہاں اشیاء کے حقائق ظاہر ہوتے ہیں، اور شکل و صورت نیست و نابود ہو جاتی ہے، وہاں ہر شخص کو ایسی صورت میں جمع کیا جائیگا جو اس کے باطن کے موافق اور اس کے حسبِ حال ہوگی چنانچہ بلعم باعور کو اتنی عبادت کے باوجود کُتّے کی شکل میں اٹھایا جائیگا، اور ظلم و تعدی کرنے والے اشخاص اپنے آپ کو بھیڑیئے کی شکل میں دیکھیں گے، اور غرور و کبر کرنے والا شخص چیونٹی کی صورت میں ہوگا۔ اور بخیل اور حریص لوگ خنزیر کی شکل میں۔ اور ایسے احوال کا مشاہدہ عام ہوگا۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :-

فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ۝ (پ۲۶)

سو اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا، سو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک کسی شخص کا قلب اوصافِ ذمیمہ سے پاک و صاف نہیں ہوتا اس کا شمار جانوروں اور درندوں میں ہوتا ہے۔ (انوار الصوفیہ ترجمہ اخبار الاخیار)

حق حق حق

وسیلہ کا ثبوت اور اُس کا مفصّل بیان

وسیلہ کا بیان از روئے حدیث و قرآن

آیۂ مذکورۃ الصدر

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ	اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس
وَ ابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَ جَاھِدُوْا	کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہد
فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (پ)	کرو۔ توقع ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

میں مومنین کی اُخروی فلاح و نجات کو وسیلہ کی تلاش اور اس کے لئے جدوجہد پر مترتب کیا گیا ہے، لہٰذا وسیلہ کے اصل مفہوم اور اس کے تقاضوں کو معلوم کرنا ضروری امر ہے۔

"وسیلہ" دراصل ایسی شئے یا ایسی ذات کو کہا جاتا ہے جو کہ متوسّل[1] کے سامنے معیّن اور موجود ہو، تاکہ متوسّل اپنی خداداد حواس خمسہ کی قوتوں کے ذریعہ اُس سے استفادہ کر سکے۔ انسان چونکہ اپنی فطرت اور خلقت کے لحاظ سے ظلوم و جہول ہے۔ اس لئے قدرت کاملہ نے اسے علوم و معارف اور انوار و اسرار کے اکتساب کے لئے حواسِ خمسہ کی دولت گراں مایہ سے نوازا ہے، اور یہ ایک امر بدیہی ہے کہ عقل انسانی کے عروج اور ارتقاء کے لئے ان قوتوں کی صحت و سلامتی لازمی اور ضروری ہے۔ چنانچہ جس شخص کے حواس ۔۔۔ بیکار ہو چکے ہوں اُس کے قوائے عقلیہ سے کوئی کار نمایاں انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی مسلّم ہے

---

[1] وسیلہ حاصل کرنے والا شخص۔

کہ یہ قوتیں صرف اس ذات یا اس شئے سے مستفید و مستفیض ہو سکتی ہیں جو ان کے سامنے معین اور موجود ہو۔

وسیلہ کا تعین ضروری ہے

بنا بریں وسیلہ وہی شئے یا وہی ذات ہو سکتی ہے جو کہ متوسل کے سامنے موجود اور متعین ہو جس کے تمام حرکات و سکنات، جس کی ہر نشست و برخاست کو متوسل بچشم خود دیکھ سکے، اُس کے کلماتِ دلنواز کو خود سُن سکے، اور اُس کے جمالِ جہاں آرا کا خود مشاہدہ کر سکے۔

"وسیلہ" کے بارہ میں جو نظریہ ان سطور میں ناظرین کے سامنے پیش کیا گیا ہے اس کی تائید و تصدیق کے لئے حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ بیان ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے جو کتبِ حدیث سے ابن ماجہ، نسائی، ترمذی، اور بیہقی میں بسندِ صحیح مروی ہے:-

عَنْ عُثْمَانَ بن حنیفٍ قَالَ اِنَّ رَجُلاً ضَرِیْرَ الْبَصَرِ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّعَافِیَنِیْ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ، وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکَ قَالَ فَادْعُ قَالَ فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّتَوَضَّاءَ فَیُحْسِنُ الْوُضُوْءَ وَیَدْعُوْ بِھٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ	حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے، آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کرے اور یہ تیرے لئے زیادہ بہتر ہے، اُس شخص نے عرض کیا کہ دعا ہی کر دیجئے حضور علیہ السلام نے اسے حکم دیا کہ وہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا کرے، اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپکی

مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ۔ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ لِيَقْضِیَ لِیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔

(رواہ الترمذی)

طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلۂ نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اے محمد! (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنی حاجت کے لئے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، تاکہ وہ پوری ہو جائے۔ اے مولی کریم آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

چنانچہ اُس شخص نابینا نے ایسے ہی کیا۔ اور حضور رحمۃ للعلمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی۔ علامہ بیہقیؒ کہتے ہیں کہ جب وہ نابینا شخص حضور علیہ السلام کی مجلس سے اٹھا تو وہ بینا ہو چکا تھا۔

اہلِ علم پر یہ بات واضح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس شخص کے لئے بذاتِ خود کوئی دعا نہیں فرمائی۔ بلکہ سائل کو اس ذاتِ گرامی شفیع المذنبین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسّل کا طریقہ بتایا اور توسّل بھی بصیغۂ خطاب یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہوئے اپنی حاجت کے لئے اللہ کریم سے سوال کرے۔

اور حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے توسّل کے لئے اس طریقہ کی ہدایت اس لئے کی گئی ہے کہ متوسّل وسیلہ کا خود مشاہدہ کرلے اور اسے دیکھ لے اور اس سے پوری طرح فائدہ اٹھائے۔

توسّل بالشیخ اور اس کا اصل ماخذ

بیعتِ توبہ و انابت دراصل توسّل بالشیخ[1] کا دوسرا نام ہے جو سلفاً و خلفاً تمام اُمّت میں ہمیشہ جاری و ساری رہا ہے۔ چنانچہ سنّتِ نبوی کے دلدادگان اور اتباعِ سنّت کے مدعیان

---

[1] حضرت پیر و مرشد کا وسیلہ لینا یا شیخ کے وسیلہ سے دعا کرنا۔

کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ عمل فراموش نہیں کرنا چاہیئے جب کہ آپ شدید قحط کے وقت بارانِ رحمت کے لئے حضرت عباسؓ سے توسل کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِ کَانَ اِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَیُسْقَوْا (رواہ البخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمرؓ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش کے لئے دعا کرتے اور یوں کہا کرتے۔ اے مولیٰ کریم ہم اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تیری بارگاہ میں وسیلہ لایا کرتے تھے۔ پس آپ ہمارے لئے بارش نازل کر دیتے اور اب ہم حضور علیہ السلام کے چچا کو تیری طرف وسیلہ لاتے ہیں۔ پس تو ہمارے لئے بارش نازل فرما۔ پس اُن کے لئے بارش نازل کی جاتی۔

توسل بالشیخ کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے طالبانِ حق اور سالکانِ طریقت کو آیۂ ذیل پر غور کرنا چاہیئے۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ط (پ ۵)

اور جس وقت وہ لوگ اپنا نقصان کر بیٹھتے تھے، اُس وقت وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے معافی چاہتے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے۔

ایسے لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ اُنہیں معافی کا طریقہ بتلایا گیا کہ اگر وہ لوگ خطا کرنے کے بعد حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہو جاتے اور آپ کے سامنے اللہ کریم سے معافی کا سوال کرتے، اور حضور علیہ السلام بھی ان کی معافی کے لئے اللہ کریم سے

سوال کرتے تو اس صورت میں اللہ کریم کو وہ لوگ یقیناً توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔

اس آیہ شریفہ میں ظالموں کی توبہ کی قبولیت کے لیئے تین امور کو لازمی قرار دیا گیا ہے، ایک تو ان کو خود خطا کا اقرار کرنا اور معافی چاہنا، دوسرے حضور علیہ السلام کی مجلس بابرکت میں حاضر ہونا اور تیسرے حضور علیہ السلام کا ان کے حق میں اللہ تعالےٰ سے ان کی معافی کے لئے سوال اور درخواست کرنا، اسی کا دوسرا نام توسّل ہے۔

نیز اہلِ بصیرت کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کا وہ بیان بھی بہت اہم اور قابلِ غور ہے، جو آپ سے صحیح مسلم شریف کے حوالہ سے منقول ہے۔

حضور پُرنور حضرت نبی کریم (فداہ ابی و اُمّی) صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں کہ ایک شخص اہلِ یمن سے جسے "اُوَیس" کہا جاتا ہے جب تم سے کسی کے پاس آئے تو اس سے یوں کہنا کہ وُہ تمہاری مغفرت اور بخشش کے لئے مولیٰ کریم سے دعا کرے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا یَّأْتِیْکُمْ مِنَ الْیَمَنِ یُقَالُ لَہٗ اُوَیْسٌ لَا یَدَعُ بِالْیَمَنِ غَیْرَ اُمٍّ لَہٗ۔ قَدْ کَانَ بِہٖ بَیَاضٌ فَدَعَا اللّٰہَ فَاَذْھَبَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّیْنَارِ اَوِ الدِّرْھَمِ فَمَنْ لَقِیَہٗ مِنْکُمْ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَمُرُوْہُ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ۔ (رواہُ مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اہلِ یمن سے ایک شخص تمہارے پاس آئے گا جسے اویس کہا جاتا ہے اور یمن میں اس کی والدہ کے بغیر اس کا کوئی رشتہ دار نہیں، اور والدہ کی خدمت اُسے یہاں آنے سے روکے ہوئے ہے، اسے برص کی بیماری ہے جس کے لئے اس نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی، اللہ نے اسے دُور کر دیا۔ صرف ایک دینار یا درہم کی مقدار باقی ہے جس شخص کو تم سے وہ ملے تو اس سے کہے

کہ وہ تم سب کی مغفرت کے لئے اللہ کریم سے

دعا کرے اور مغفرت چاہے۔

اس روایت میں بھی اگرچہ لفظ وسیلہ موجود نہیں ہے تاہم اہلِ فہم کو اس حقیقت کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے کہ حضرت اویسؓ سے دعا کرانے کے لئے جو حکم سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف سے دیا گیا ہے وہ ایک لحاظ سے اُن کی ذاتِ گرامی سے توسّل ہی ہے۔

غیر نبی سے توسُّل کا ثبوت

گذشتہ صفحات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ بیان جو صحیح بخاری شریف کے حوالہ سے گذر چکا ہے، اس میں آپ نے بارانِ رحمت کے لئے حضرت عباسؓ سے توسّل کیا ہے۔ اس روایت سے توسّل کے جواز کا ثبوت صراحۃً مفہوم ہو رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مولیٰ کریم کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں "اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا" اے اللہ کریم ہم آپ کی طرف اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چچا کا وسیلہ لاتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضور علیہ السّلام کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے۔ پس بخاری شریف کی اس روایت سے غیر نبی سے توسّل کا جواز اظہر من الشمس ہے۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جن کی شخصیت دینی لحاظ سے دنیا بھر میں مسلّم ہے اور جن کا کلام حُسنِ قبول کی بنا پر شہرۂ آفاق ہے، وہ توسّل کے بارہ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

خدایا بحقِ بنی فاطمہؓ
کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ

واگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسول

(ترجمہ) اے اللہ بنو فاطمہ کا جو حق تجھ پر ہے اس کے وسیلہ سے میں دعا

کرتا ہوں کہ میرا خاتمہ ایمان پر کر۔ اور میری اس دعا کو تو قبول کرے یا نہ
قبول کرے میں آلِ محمدؐ کا دامن نہیں چھوڑونگا۔

صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَ سَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

ان اشعار میں حضرت شیخ سعدیؒ نے اپنی دعوات کی قبولیت کے لئے اولادِ فاطمہؓ کا وسیلہ لیا ہے۔

مذکورہ روایت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ نبی نہیں اور ایسے ہی اولادِ فاطمہؓ بھی نبی نہیں، بلکہ یہ تمام اصحاب بزرگواران غیر نبی ہیں۔ اور ان کی ذواتِ قدسیّہ سے توسّل کیا گیا ہے۔ اور توسّل کرنے والے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ اور حضرت شیخ سعدیؒ ہیں۔ اور اس روایت کو بھی امام بخاریؒ نے بیان فرمایا ہے، اور ان ہر دو اصحاب کے بارہ میں کوئی بات کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

غیر نبی سے توسُّل کی وضاحت

البتّہ اس باب میں غیر نبی سے توسّل کا مسئلہ کسی قدر تفصیل اور توضیح کا محتاج ہے، اس لئے اسے مزید وضاحت سے ذکر کیا جاتا ہے:۔

بادی النظر اور سرسری نگاہ میں یہ توسّل غیر نبی سے توسّل ہے، مگر جب بنظرِ عمیق دیکھا جائے تو یہ توسّل دراصل حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذاتِ گرامی سے ہی توسّل ہے۔

یہ اس لئے کہ تمام برکات وحسنات کا سرچشمہ اور منبع فیض دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہی ہیں۔ اور آپ کے ساتھ نسبتِ تامّہ اور قرابتِ صحیحہ کی بنا پر ہی آپ کے فیوض وبرکات سے اُمّت کے دیگر حضرات کی ذوات بھی فیضیاب اور بہرہ ور ہوتی رہتی ہیں۔ اور اسی نسبت اور اسی قرابت کی بنا پر اُن سے بھی توسّل کیا جاتا ہے۔ دراصل تمام قسم کے

کمالات اور ہر طرح کے حسنات کا منتہیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات ہی ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ کمالات و برکات دوسرے اصحاب کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول "اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا" (ہم اپنے نبی کے چچا کے ساتھ تیری طرف وسیلہ لاتے ہیں) اس حقیقت کا مظہر ہے کہ جس شخص کا وسیلہ لیا جا رہا ہے وہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں۔

اور اہل فہم پر یہ حقیقت روشن ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسّل اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ حضور علیہ السّلام کے چچا ہیں۔ اگر براہ راست حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسّل کرنا ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یوں فرماتے "اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِالعَبَّاسِ" (اے اللہ ہم تیری طرف حضرت عباسؓ کا وسیلہ لاتے ہیں) لیکن آپ نے ایسا نہیں کہا، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نسبت و قرابت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے توسّل کیا ہے، جو نسبت آپ کو حضور علیہ السّلام سے ہے، چنانچہ آپ کا قول ہے "اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا" (اے اللہ ہم تیری طرف اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ لاتے ہیں۔

اسی طرح حضرت شیخ سعدیؒ نے بھی اولادِ فاطمہؓ سے توسّل کیا ہے یہ بھی در اصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ نسبت و قرابت کی بنا پر ہی توسّل ہے جیسا موصوف کے الفاظ "من و دست و دامانِ آلِ رسول" اس کے لئے شاہد عدل ہیں۔ بنو فاطمہؓ کو آلِ رسول سمجھ کر ہی ان کی ذوات سے توسّل کیا گیا ہے۔

ہر مقام پر توسّل دراصل حضور علیہ السّلام سے ہی ہوتا ہے

ہر مقام پر توسّل حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ہی ہوتا ہے۔ وہ بزرگواران جو متوسّل کے سامنے ہوتے ہیں وہ چونکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ نسبت صحیحہ رکھتے ہیں، اور حضور علیہ السّلام کے بحرِ کرم سے فیضیاب ہوتے ہیں، اس لئے اُنہیں وسیلہ اور ذریعہ سمجھتے ہوئے اُن سے توسّل کیا جاتا ہے۔ دراصل یہ تمام اصحاب وسائل ہُوا کرتے ہیں جو متوسّل کو بالواسطہ حضور رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذاتِ اقدس تک پہنچا دیتے ہیں۔

تمام کائنات کے لئے روشنی کا مینار دراصل ایک ہی ہے۔ اور ہر مقام پر اسی کا ظہور ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میرے گھر کا اُجالا اس قریب ترین پاور ہاؤس سے ہے تو اُس کا یہ خیال بھی درست ہے۔ باقی اربابِ بصیرت کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں ذرا تامّل نہیں ہے کہ اُس پاور ہاؤس کی روشنی ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے تمام امور میں اُس روشنی کے مینار سے مستفید اور مستفیض ہو رہا ہے۔ جو روئے زمین کی تمام مخلوق کے لئے روشنی بہم پہنچا رہا ہے۔

قارئین کرام کو یہ بات مدِّنظر رکھنی چاہیئے کہ "وسیلہ" وہی ذاتِ ستودہ صفات ہو سکتی ہے جو متوسّل کے سامنے موجود اور معیّن ہو۔ تاکہ متوسّل اس سے پوری طرح نفع حاصل کر سکے اور فائدہ اٹھا سکے۔

حضرات اہلبیت علیہم السّلام کا عالی مقام اور اُنکی ذواتِ قدسیہ سے توسّل

اس امر کی تائید حدیثِ ثقلین سے ہوتی ہے جسے ذیل میں ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

(۱) عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَامَ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمًا فِيْنَا خَطِيْبًا بِمَاءٍ يُّدْعٰى
خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ
فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَ
وَعَظَ وَ ذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ
اَلَا يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ
يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ رَسُوْلُ رَبِّيْ
فَاُجِيْبَ ـ وَ اَنَا تَارِكٌ فِيْكُمُ
الثَّقَلَيْنِ ـ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ ـ
فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ ـ فَخُذُوْا
بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ
فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ
فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَ اَهْلُ بَيْتِيْ ـ
اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ ـ
اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ ـ

(رواہ مسلم)

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن مکہ
شریف اور مدینہ شریف کے درمیان ایک
پانی کے چشمہ پر جسے "خم" کہا جاتا ہے کھڑے
ہوئے۔ پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔
اور وعظ فرمایا اور احکام خداوندی کو یاد دلایا۔
اس کے بعد فرمایا۔ خبردار اے لوگو! بیشک
میں ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
طرف سے بلانے والا میرے پاس آئے اور میں
اُس کی بات قبول کر لوں۔ اور میں تمہارے درمیان
دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں، اُن سے
پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور
نور ہے۔ پس تم اللہ کی کتاب کو اچھی طرح پکڑ لو۔
اور اس سے تمسک کرو، پس آپ نے اللہ
کی کتاب کے لئے توجہ دلائی، پھر فرمایا۔ اور
دوسرے میرے اہل بیت ہیں، میں اللہ
کے احکام اہل بیت کے بارہ میں تم کو یاد دلاتا
ہوں، پھر فرمایا، میں اللہ کے احکام اہل بیت کے
بارہ میں تم کو یاد دلاتا ہوں۔

(۲) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ مَا اِنْ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں

تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ۔ اَحَدُھُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ، کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ۔ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا۔

(رواہُ الترمذی)

کہ اگر تم اس سے تمسک کروگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اُن میں سے ایک دوسری سے عظیم ہے۔ ایک اللہ کی کتاب ہے جو ایک رسّی ہے آسمان سے زمین تک پھیلائی گئی۔

اور دوسری میری عترت (میرے اہل بیت) ہیں۔

اور وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہونگے، یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آجائیں گے۔ پس تم دیکھو کہ تم لوگ میرے بعد ان کے بارہ میں کیسے میرے جانشین بنتے ہو۔

مذکورہ ہر دو روایات کے مطالعہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد آنے والے تمام مؤمنین کے لئے دو چیزوں کو وسیلۂ ہدایت اور ذریعہ نجات مقرر فرمایا ہے، ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسرے حضرات اہلبیت علیہم السّلام ہیں۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے قوانین کے اس مجموعہ اور اس کے عاملین حضرات اہلبیت علیہم السّلام کو ایک دوسرے کے برابر اور ہم پلّہ فرمایا ہے، اور قرآن مجید چونکہ کتاب الٰہی اور سرچشمۂ ہدایت ہے۔ اس لئے اس کی صحیح ترجمانی اور اُس کے درست مطالب کو عامۃ المؤمنین کے سامنے لانے کے لئے حضرات اہلبیت علیہم السلام کو اس عالی منصب پر فائز کیا گیا ہے۔ اور "اَحَدُھُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ" فرما کر اس حقیقت کا اظہار اور اس بات اعلان کیا گیا ہے کہ حضرات اہلبیت علیہم السلام ہی وہ عالی مقام بزرگواران ہیں جن کی عظمت قرآن پاک کے برابر ہے، اور جو روئے زمین

کے مسلمانوں کے لئے ہدایت کے بارہ میں ان کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔
حضور پُرنور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم چونکہ خاتم النبیّین ہیں اور آپ کا دینِ قیّم تا قیامِ قیامت قائم و دائم رہنے والا ہے اور تمام بنی آدم کی رُشد و ہدایت اور ان کی فلاح و نجات بھی چونکہ اسی دینِ حنیف سے وابستہ ہے اِس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے بعد تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے کتاب اللہ اور اپنے اہلبیت علیہم السّلام کو مقرر و معیّن فرمایا۔

حضرات اہلبیتؑ سے توسّل کی وجہ

حضرات اہلِ بیت علیہم السّلام کے عمل کو چونکہ مؤمنین اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے تھے، اور اُن کے احوال کا خود مشاہدہ کر سکتے تھے۔ اُن کے اقوال کو اپنے کانوں سے سُن سکتے تھے۔ اور اپنے تمام دینی و دُنیوی مسائل اُن سے بالمشافہ حل کر سکتے تھے۔ اِس لئے حضور پُرنور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حضرات اہلِ بیت علیہم السّلام کو بھی سرچشمۂ ہدایت اور ذریعۂ فلاح و نجات قرار دیا۔

اے لقاءِ تو جوابِ ہر سوال   مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(ترجمہ) اے وہ شخص جس کی دید ہر سوال کا جواب ہے، اور اے وہ شخص جس کی دید سے بلا شبہ ہر مشکل حل ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید سے توسّل چونکہ مؤمنین کے لئے متعذّر تھا۔ اِس لئے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرات اہلِ بیت علیہم السّلام کو اس عالی منصب پر فائز فرمایا۔ تاکہ مؤمنین ان کی ذواتِ قدسیہ سے توسّل کیا کریں۔

قرآن مجید اللہ کریم کی وہ کلام متین ہے جس کی حفاظت اور نگہداشت کے لئے اُس احکم الحاکمین نے نہایت محکم اور مکمل انتظام کر دیا ہے۔ اور تمام مفسدین اور تمام

دشمنانِ اسلام کی ریشہ دوانیوں اور ان کے مذموم عزائم کی دست بُرد سے اسے محفوظ کر دیا ہے۔ اور اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ[1] کے نزول سے اس کتاب عظیم کے تا ابد ہر قسم کے تغیّر و تبدّل سے محفوظ اور صحیح رہنے کی بشارت دے دی ہے۔

حضرات اہلبیت علیہم السّلام کو جہاں قرآن مجید کے احکام کو صحیح طور پر بجا لانے اور اُن کو عملی طور پر مومنین کے سامنے پیش کرنے کے لیئے اس عالی منصب پر فائز کیا گیا ہے، وہاں اُن کے وجودِ پُرجُود کے تا ابد قائم و دائم اور موجود رہنے کی خبر صادق بھی دیگئی ہے۔ بلکہ تمام اولادِ آدمؑ کی بقا کو ان کی بقا سے وابستہ اور متعلق قرار دے کر اس حقیقت کو بے نقاب کیا گیا ہے کہ حضرات اہلبیت علیہم السّلام ہی درا صل اس عالمِ آب و گل کے باشندوں کے لیئے روح و رواں ہیں اور ان کے وجودِ مسعود سے ہی ان کی حیات و بقاء ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں مروی ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمَاءِ۔ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ ذَهَبَ اَهْلُ السَّمَاءِ وَ اَهْلُ بَيْتِيْ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ فَاِذَا ذَهَبَ اَهْلُ بَيْتِيْ ذَهَبَ اَهْلُ الْاَرْضِ۔ (رواہ احمد)	سیّدنا حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ستارے آسمان کی مخلوق کے لیئے امان ہیں، اور جب یہ ستارے نہ رہیں گے تو آسمان کی مخلوق نہ رہے گی، اور میرے اہل بیت زمین کے باشندوں کے لیئے امان ہیں، اور جب میرے اہل بیت نہ رہیں گے تو زمین کے باشندے بھی نہ رہیں گے۔

صَلٰوۃُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

---

[1] بیشک ہم نے قرآن مجید نازل کیا ہے اور بے شک ہم اس کے محافظ ہیں۔ (پ۱۴)

غریب مُہاجرین کے توسّل سے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام دُعا فرمایا کرتے تھے

حضور پُر نور سیّد الاوّلین والآخرین سرورِ عالم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا عملِ توسّل کے بارہ میں صاحبِ شرح السنّہ نے یوں بیان کیا ہے:-

اِنَّہٗ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ ۔ (شرح السنّہ مشکوٰۃ ص۴۴۷)

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فتحِ اسلام کے لئے غریب مہاجرین کے وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے۔

یہ روایت بھی توسّل کی اباحت اور اس کے جواز کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

اہلِ علم اور اہلِ بصیرت حضرات پر یہ بات واضح ہے کہ حضور پُر نور سیّد الانبیاء حبیبِ کبریا حضرت محمّد مُصطفٰی احمد مجتبٰی (فِدَتْ لَہٗ اَرْوَاحُنَا) صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا یہ طلب فتح کا طریق محض تعلیمِ اُمّت کے لئے ہے۔

توسّل کے بارہ میں حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کا وہ عمل جو گذشتہ صفحات میں قارئین کرام کی نظر سے گذر چکا ہے وہ آیۂ کریمہ:-

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (پ۶)

اے ایمان والو! اللہ کریم سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور اس کی راہ میں مُجاہدہ کرو، توقع ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

کے مفہوم کی تعیین اور اس اہم مسئلہ کی بہترین اور صحیح ترین تفسیر ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ تمام علماءِ ربانی توسّل کے جواز کے قائل اور اس پر عامل ہیں، چنانچہ ناظرین کے معلومات میں اضافہ کے لئے صرف دو شہرۂ آفاق اور مسلّمہ شخصیتوں کے خیالات و نظریات ذیل میں زیب قرطاس کئے جاتے ہیں:۔

اولیاء اللہ سے توسّل کے بارہ میں بانئ دار العلوم دیوبند کے خیالات

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانئ دار العلوم دیوبند کے وہ پاکیزہ خیالات جو آپ نے توسّل کے بارہ میں ارقام فرمائے ہیں، ہدیۂ ناظرین ہیں:۔

(۱) الٰہی غرقِ دریائے گناہم	تو میدانی و خود ہستی گواہم
(۲) گناہِ بے عدد را بار بستم	ہزاراں بار توبہ ہا شکستم؛
(۳) بحقّ مقتدائے عشق بازاں	رئیسِ پیشوائے مقتدایاں
(۴) شہِ دِالاگہر امداد اللہ	کہ بہرِ عالم ست امداد اللہ
(۵) بآں شاہِ شہیداں حاجِ حرمین	شہ عبد الرّحیم غوثِ دارین
(۶) بحقّ عبد قدّوس مقدّس	کہ کمتر دید چوں او چرخِ اطلس
(۷) بہ شمس الدّین خورشیدِ جہاں تاب	امام و قدوۂ ابدال و اقطاب؛
(۸) بحقّ نورِ چشمانِ اکابر!	علی احمد علاء الدّین صابر!
(۹) بحقّ شاہِ عالی آستانہ	فرید الدّین یکتائے زمانہ؛
(۱۰) بحقّ خواجہ قطب الدّین چشتی	کہ شستہ از جہاں نقشِ زشتی
(۱۱) بحقّ آنکہ شاہِ اولیاء شد	درِ او بوسہ گاہِ اولیاء شد
(۱۲) معین الدّین حسن سنجر کہ بر خاک	ندیدہ چشمِ چرخ چوں او مردِ چالاک
(۱۳) بحقّ مستِ حق شاہِ زمانہ	شریف زندنی فخرِ زمانہ
(۱۴) بحقّ خواجۂ مودودِ چشتی	کہ سنگ را فیض او سازد بہشتی

(۱۵) بحقِ شیرِ یزداں شاہِ مرداں — در علمِ لدنّی فیضِ رحماں

(۱۶) علی بن ابی طالب کہ خورشید — بنورِ خاکِ پائے او درخشید

(۱۷) بحقِ آنکہ او جانِ جہاں ست — فدائے روضۂ آنش ہفت آسماں ست

(۱۸) بکش از اندرونم الفتِ غیر — بشو از من ہوائے کعبہ دیر

(۱۹) دروں نم زالعشقِ خویشتن سوز — بتیرِ دردِ خود جان دلم سوز

(۲۰) بچشمِ لطف اے حکمِ تو بر سر
بحالِ قاسمِ بے چارہ بنگر

یہ چند اشعار حضرت نانوتوی صاحبؒ کی ایک طویل نظم سے یہاں تبرکاً درج کئے گئے ہیں، جنہیں حضرت نے اپنے سلسلۂ عالیہ متبرکہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ امدادیہؒ سے اظہارِ عقیدت و ارادت کرتے ہوئے زیبِ قلم فرمایا ہے۔

(مناجاتِ مقبول حضرت تھانوی صاحبؒ صفحہ ۲۲۳ تا صفحہ ۲۲۷ مطبوعہ تاج کمپنی)

(۱) (ترجمہ) اے اللہ میں گناہوں کے دریا میں غرق ہوں، تو خود اس حقیقت کو جانتا ہے اور تو خود اس پر گواہ ہے۔

(۲) بے حساب گناہوں کا بوجھ میں نے باندھا ہوا ہے، اور ہزاروں مرتبہ میں نے توبہ کو توڑا ہے۔

(۳) عاشقوں کے امام کے وسیلہ سے اور بڑے بڑے ہادی و پیشواؤں کے سردار کے وسیلہ سے۔

(۴) یعنی عظیم المرتبت حضرت حاجی امداد اللہؒ کے وسیلہ سے، جو کہ تمام دنیا کے لئے اللہ کی امداد ہیں۔

(۵) شہیدانِ محبّت کے بادشاہ اور دونوں جہاں کے غوث حضرت حاجی عبدالرحیمؒ صاحب کے وسیلہ سے۔

(۶) اُس مقدّس و پاکیزہ صفات ہستی حضرت شاہ عبد القدوسؒ کے وسیلہ سے کہ جس کی مثال نیلے آسمان نے کم دیکھی ہے۔

(۷) دنیا کو روشن کرنے والے آفتاب حضرت خواجہ شمس الدّین صاحبؒ کے وسیلہ سے جو کہ ابدال اور اقطاب کے پیشوا اور امام ہیں۔

(۸) حضرات اکابرین کی آنکھوں کے نور حضرت خواجہ علاء الدّین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح کے وسیلہ سے۔

(۹) اُس عالی شان اور بڑی درگاہ والے حضرت بابا فرید الدّین صاحبؒ کے وسیلہ سے جو زمانہ بھر میں بے مثال ہیں۔

(۱۰) حضرت خواجہ قُطبُ الدّین بختیار کاکی اوشی اوّلین الارواح کے وسیلہ سے جنہوں نے دُنیا سے گناہوں کے گرد غبار کو دھو دیا ہے۔

(۱۱) اُس پاک و برتر صاحب کے وسیلہ سے جو کہ تمام اولیاء کے بادشاہ ہیں اور جن کا دروازہ تمام اولیاء اللہ کی بوسہ گاہ ہے۔ یعنی

(۱۲) حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدّینؒ حسن سنجری کہ جن کی مثال آسمان نے کوئی مرد ہشیار نہیں دیکھا۔

(۱۳) حضرت حاجی شریف صاحب زندنی کے وسیلہ سے جو کہ زمانہ کے لئے باعثِ فخر اور زمانہ کے بادشاہ اور مست شراب عشق ہیں۔

(۱۴) حضرت خواجہ مودُود چشتیؒ کے وسیلہ سے کہ جن کا فیض کُتّوں کو بہشتی بنا دیتا ہے۔

(۱۵) خدا کے شیر، مردوں کے بادشاہ اور اللہ کریم کی طرف سے علم لدنّی کے فیض رساں، حضرت

(۱۶) مولیٰ علی کرّم اللہ وجہہٗ کے وسیلہ سے کہ یہ آفتاب عالمتاب جن کی خاکِ پا کی برکت روشن ہُوا ہے۔

(۱۷) اُس ذات پاک کے وسیلہ سے جو کہ تمام عالم کی جان ہے اور جس کے روضۂ مقدس پر ساتوں آسمان اور کُل مخلوق قُربان ہے۔

(۱۸) اے اللہ میرے اندر سے غیر کی محبّت نکال دے اور میرے باطن سے غیر کی الفت دُور کر دے، اور کعبہ بُت خانہ دونوں کے خیالات دل سے دُور کر دے۔

(۱۹) اور میرے باطن کو اپنے عشق کی آگ سے جلا دے۔ اور اپنے درد کے تیر سے میرے جان و دل اور جسم و جان کو گائل اور مجروح کر دے۔

(۲۰) اے احکم الحاکمین جس کا ہر حکم سر آنکھوں پر ہے بہ وسیلہ ان تمام مقدس و محترم حضرات کے قاسم بے چارہ کے حالِ زار پر نظرِ کرم فرما۔

ایک عظیم محقق اور عالم ربّانی کے کلام کے مطالعہ سے مندرجہ ذیل امور پر پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) اولیاء اللہ کی ذوات قدسیہ سے توسّل جائز ہے۔

(۲) مقبولانِ بارگاہِ قُدس کا اُس ذاتِ کبریا پر حق ہے۔

(۳) عارفین کے حق میں عشق و مستی کے الفاظ کا استعمال جائز اور درست ہے۔

(۴) اپنے پیر و مُرشد کو تمام عالم کے لئے اِمداد الٰہی یا امدادِ اللہ کہنا درست ہے۔

(۵) اولیاء اللہ کے حق میں اغیاث، ابدال، اقطاب کے الفاظ کا استعمال کرنا جائز ہے۔

(۶) اولیاء اللہ کو غوثِ دارین یعنی دونوں عالم کا مددگار کہنا جائز ہے۔

(۷) اولیاء اللہ کی چوکھٹ پر بوسہ دینا جائز ہے اور تمام متاخرین اولیاء اللہ حضو

خواجہ معین الدین صاحب چشتی اجمیری ہندالولی غریب نوازؒ کی چوکھٹ پر بوسہ دیتے رہے ہیں۔

(۸) اولیاء اللہ کا فیض کتوں کو بھی بہشتی بنا دیتا ہے۔ ناظرین قصہ اصحاب کہف پر توجہ فرماویں۔

(۹) اولیاء اللہ کا حضرت ذات باری تعالےٰ کی محبت میں مست ہو جانا بھی ٹھیک اور حق ہے۔

(۱۰) خاک کو حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے پائے مبارک سے نور ملا ہے۔

(۱۱) آفتاب اُس خاک سے منوّر اور روشن ہوا ہے جس خاک پر حضرت مولیٰ علی کرّم اللہُ وجہہٗ کے پائے مبارک پڑے تھے۔

(۱۲) ساتوں آسمان حضور پُر نور حضرت مُحَمَّدْ مُصطفٰی اَحْمَدِ مُجتبٰی فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس مُنوّر و مطّہر پر قربان ہیں۔

(۱۳) حضور نبی کریم حضرت محمدؐ مصطفٰی احمد مجتبٰی (فَدَتْ لَہٗ اَرْوَاحُنَا) صلے اللہ علیہٖ آلہٖ وسلّم تمام کائنات کی جان ہیں۔

(۱۴) عاشقانِ الٰہی اور بندگانِ خدا کو بجز ذاتِ حق وحدہٗ کچھ مطلوب و مقصود نہیں ہوتا۔ وہ ماسوا سے منہ موڑ لیتے ہیں، نہ انہیں کعبہ سے غرض اور نہ دَیر سے مطلب۔

(۱۵) اَولیاء اللہ کو نورِ چشم کہا جا سکتا ہے۔

فوت شدگان سے توسّل کا ثبوت

قابل غور یہ بات ہے کہ حضرت نانوتوی صاحبؒ جیسے جلیل القدر عالم ربّانی نے اپنی دعوات کو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ تک پہنچانے کے لئے اور ان کی قبولیت کے

لئے کن کن اصحاب سے اور کس کس رنگ میں توسّل کیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ وہ تمام اولیاء اللہ جن سے توسّل کیا گیا ہے یہ تمام فوت شدگان ہیں، اور فوت شدگان کا وسیلہ لینا اور اُن سے توسّل کرنا حضرات علماءِ دیوبند کے مسلک میں اصل ہے

"فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار"

توسّل کے بارہ میں علمائے دیوبند کے پیر و مُرشد حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب چشتی صابری کے خیالات

توسّل کے بارہ میں حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب شیخ العرب والعجم مہاجر مکی چشتی صابری قُدّوسی فرماتے ہیں۔

ذرا چہرہ سے پردہ اُٹھاؤ یارسول اللہ — مجھے دیدار تک اپنا دکھاؤ یارسول اللہ
شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم — تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یارسول اللہ
اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں — تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یارسول اللہ
جہاز اُمّت کا حق نے کر دیا ہے آپکے ہاتھوں — تم اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ

پھنسا ہے بیطرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
میری کشتی کنارے پر لگاؤ یارسول اللہ

(از کلیات بحوالہ فیصلہ ھفت مسائل)

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضور قبلہ حاجی محمد امداد اللہ صاحب چشتی صابری (متوفی ۱۳۱۹ھ) تمام حضرات علماء دیوبند کے شیخ طریقت اور پیر و مرشد ہیں اور حضور انور کی ذاتِ گرامی سے سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کی تمام ممالک عرب و عجم میں خوب اشاعت ہوئی ہے۔

جَزَاهُ اللهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاء

حقّ حقّ حقّ

شیخ کامل اور اُسکی صفات کا مفصّل بیان

ذاتِ شیخ محبّت کا سرچشمہ ہوتی ہے

کائنات میں پاک محبت کا وجود جہاں بھی اور جس رنگ میں بھی پایا جاتا ہے اس کا سرچشمہ ایک اور صرف ایک ہے۔ اور وہ ذاتِ باری تعالےٰ ہے، اور جس مومن کامل کے قلبِ طاہر میں اس محبّت کا نزول ہوتا ہے اسے "عرشُ الرّحمٰن" کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ اور مبداءِ فیّاض کی طرف سے تمام عالم میں اس کی مقبولیّت اور محبوبیت کا ڈنکا بجایا جاتا ہے۔

كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ	جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔
ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْاَرْضِ	پھر اس شخص کے لئے روئے زمین پر قبولیت
رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۴۲۵)	نازل کی جاتی ہے۔

اربابِ بصیرت کو ایسے محبوبانِ خدا اور ایسے مقبولانِ بارگاہ کا وجود پُر جُود ہر قرن اور ہر دور میں روئے زمین کے مختلف مقامات پر مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ جن کی ذواتِ قدسیّہ کی طرف بنی آدم کے قلوب خود بخود کھنچے چلے جاتے ہیں، جو سراپا محبّت و رأفت کے پیکر ہوتے ہیں، اور جن کی نظرِ کرم سے افرادِ انسانی میں محبّتِ الٰہی بٹتی رہتی ہے۔

اہلِ بصیرت کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں ذرا تأمّل نہیں ہے کہ فضائے آسمانی کے راہ نوردوں کے لئے اپنے ایمان کی تکمیل اور اس کٹھن منزل کی مشکلات کو طے کرنے کے لئے شیخِ طریقت سے قلبی و روحی محبّت کو درجۂ عشق تک پہنچا کر

اپنی ذات پر اس حد تک غالب اور مستولی کرنا ضروری ہوتا ہے کہ ذاتِ شیخ انہیں اپنی جان سے بھی قریب تر اور محبوب تر ہو جائے۔

فی الحقیقت ذاتِ شیخ مُریدین کے لئے محبت کا سرچشمہ ہوتی ہے اور ذاتِ شیخ سے ہی محبت کے سوتے پھوٹتے ہیں، اور مریدین کے قلوب کو انوار و برکات کے آبحیات سے سیراب اور شاداب کرتے ہیں۔

ذاتِ شیخ اپنی روحانی تعلیمات اور الہامی تفہیمات کے ذریعہ گمراہوں کو راہ راست پر لانے اور اہلِ ذوق کو سوز و گداز کی نعمت سے سرفراز کرنے کے لئے اس عالمِ آب و گل اور جہانِ رنگ و بُو میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور ارادت مندوں کے اطمینانِ قلبی اور سکونِ روحی کے لئے اس کی ذاتِ گرامی سے کرامات اور ہر طرح کی برکات کا بکثرت ظہور ہوتا رہتا ہے ؎

پیرِ رُومی خاک را اکسیر کرد
از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

(ترجمہ) پیرِ رُومی نے میری خاک کو اکسیر بنا دیا، اور میرے غبار کے ذرّات سے عجیب و غریب کرشمے دکھلائے۔

ذاتِ شیخ مُریدین کے لئے وسیلہ ہوتی ہے

عارفین کرام اور مشائخ عظام "وسیلہ" کو ایسے شیخِ کامل سے تعبیر کرتے ہیں جو خالق و مخلوق کے درمیان مرتبۂ وجوب اور مرتبۂ امکان میں برزخ جامع[1] اور حد فاصل ہوتا ہے۔ جس کی توجّہ تامّہ بیک وقت دونوں طرف کام کرتی ہے، وہ عالم ملکوت سے انوار و تجلّیات کا اکتساب کرتا ہے اور عالم ناسوت میں اُنہی انوار کی

[1] لفظ برزخ جامع ایک اصطلاحی لفظ ہے جسے سمجھنے کے لئے کسی صاحب بصیرت کی صحبت ضروری ہے۔

ضیا پاشی سے اُجالا کرتا ہے، ایک طرف تو وہ انوارِ خداوندی کا حامل اور تجلّیات ربّانی کی دولت گراں مایہ سے مالا مال ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ اِس ظلمت کدۂ ہستی کے خاک نشینوں کے لئے مشعلِ راہ بنتے ہوئے آفتابِ عالمتاب کی طرح اُس کی ذہنی و قلبی کثافتوں اور تاریکیوں کو دُور کرتا ہے ؎

درمیانِ جان و جاناں، چیست دانی مغربی
برزخ جامع خطِ موہوم حدِّ فاصل ست

(ترجمہ) اے مغربیؔ کیا تو جانتا ہے کہ جان اور جانان کے درمیان وہ کونسی چیز ہے جو اُن کے درمیان واسطہ ہے، اور جو ان کو آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ رکھتی ہے اہاں وہ برزخ جامع ہے جو خطِ موہوم کی طرح نازک ہے اور وہی ان کے مابین حدِّ فاصل ہے۔

شیخِ کامل صاحبِ استغراق ہوتا ہے

شیخِ کامل ہر لحظہ مشاہدۂ حق میں مستغرق ہوتا ہے اور عشقِ الٰہی میں وہ ایسا کھو جاتا ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، اور سوتے جاگتے، قدرتِ کاملہ کی تجلّیات میں محو اور سرشار رہتا ہے، شیخِ کامل عشقِ الٰہی اور محبّتِ خداوندی میں استغراق کی بنا پر دونوں عالم کی موجودات سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ قدرت کی تخلیق کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے وہ ہر وقت متحیّر رہتا ہے۔ اور معرفت کے بحرِ بے کراں میں تیرتا رہتا ہے اور اسرارِ الٰہی کے رنگا رنگ موتی نکال نکال کر اربابِ بصیرت کے اطمینانِ قلبی اور تسکینِ روحی کے لئے عمدہ ترین سامان فراہم کرتا رہتا ہے، شیخِ کامل معرفتِ الٰہی میں ایک عالی مقام پر فائز ہوتا ہے جس کی خوراک مجاہدہ اور اس کی خواب مشاہدہ ہوتی ہے۔ اِس کا حال اُس کے باطن کی گواہی دیتا ہے۔ وہ

حق الیقین کے درجہ پر فائز ہوتا ہے، حق ہی کہتا ہے، حق ہی دیکھتا ہے اور حق ہی سنتا ہے۔

اولیاء اللہ علمِ لدُنّی کے حامل ہوتے ہیں

شیخ کامل وہ صاحبِ بصیرت ہوتا ہے جس کی ذات انوارِ خداوندی سے روشن ہو جاتی ہے۔ اس کی نگاہ کے سامنے سے تمام حجابات اُٹھا دیئے جاتے ہیں۔ وہ علمِ لدُنّی کی دولت سے بہرہ ور ہوتا ہے، اور چشمِ ظاہر بین کی طرح چشمِ باطنی سے بھی ہر چیز کا مشاہدہ کرتا ہے اور امورِ تکوینی اور اسرارِ الٰہی کو مصلحتِ ربّانی کے تحت گاہ نہاں اور گاہ عیاں کرتا ہے ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں اُفتد راز
ورنہ در محفلِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

(ترجمہ) مصلحتِ ربّانی کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ ہر طرح کے راز طشت از بام کر دیئے جائیں، اور ہر قسم کے اسرار و رموز فاش کر دیئے جائیں، ورنہ تو رندوں کی محفل میں ایسی کوئی بات یا کوئی پوشیدہ چیز ہی نہیں جس کے بارہ میں اُنہیں خبر نہ ہو۔

اولیاء اللہ اصحابِ منصب ہوتے ہیں

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے احکامِ خداوندی میں اپنی اطاعت کے ساتھ حضور پُرنور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور "اُولِی الْاَمْرِ" کی اطاعت کو بھی ضروری اور لازمی قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے :-

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔ (پ۵)

اے ایمان والو! تم اللہ کا حکم مانو اور اللہ کے رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے اُولِی الْاَمر ہو اس کا حکم مانو۔

کلامِ الٰہی میں "اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ" کے مصداق تو کسی صاحبِ ایمان کے لئے محتاجِ بیان نہیں۔ بلاشبہ وہ تو حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰی (فَدَتْ لَهٗ اَبُوَاَخْنَا) صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہی ہیں۔ البتہ غور طلب یہ امر ہے کہ وہ کون مقدس اور برگزیدہ اصحاب یا افراد ہیں، جنہیں اُولِی الْاَمر کا مصداق کہا جاتا ہے۔

اِس اہم مسئلہ کی وضاحت اور اِس اجمال کی تفصیل کے لئے حضرت شاہ شیخ بابا فریدالدین گنج شکر مَسْعُوْدُ الْغٰلِبِيْن، قطبِ عالم، اغیاث ھندؒ کے وہ ارشاداتِ گرامی ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں، جو حضور موصوفؒ نے اپنے خادم حضرت علیم اللہ ابدال کے ذریعہ رئیسِ کلیر کے نام تحریری طور پر ارسال کیئے تھے۔

حضور بابا فرید صاحبؒ نے فرمایا:-

"اے کلیر کے رئیس ذموان اور قاضی تبرک! تم میرے صابر کو آلِ نبی اور اولادِ علی سمجھ کر اطاعت کرو۔ کیونکہ "اُولِی الْاَمر" وہی لوگ ہوتے ہیں، جنہیں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف سے حاکم مقرر کیا جاتا ہے۔

بحکم حضور سید الاولین و الآخرین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم علاءالدین علی احمد صابر کو دربارِ رسالت سے "سلطان الاولیاء" کے منصب پر فائز کیا گیا ہے اور میں نے اسے اس ملک کا امام بنایا ہے۔"

اے کلیر کے رئیس! تم میرے صابر کی اطاعت اور اُس کی بیعت کرو تجھے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت ہوا کرے گی، اور دربارِ رسالت سے

اَحکام آیا کریں گے، مگر بیعت کے بغیر کچھ حاصل نہ ہوگا" (حقیقت گلزار صابری)
شیخ الاسلام حضور بابا فرید صاحبؒ گنج شکر کے ان ارشادات گرامی سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ لفظ "اُولِی الْاَمْر" کے مصداق وہی اولیاء اللہ اور وہی برگزیدہ اصحاب ہوتے ہیں، جنہیں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلّم کے دربار عالی سے اس اہم منصب پر نامزد اور مقرر کیا جاتا ہے۔

خاصانِ خدا اور مقبولانِ بارگاہ کے لئے یہ سلسلہ تا دورِ قیامت جاری وساری رہے گا۔

شیخ سیف الدّین باخرزیؒ جن کے متعلق تفصیلی بیان آئندہ صفحات میں ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا۔ ابتداءِ حال میں حضرات صوفیاءِ کرام کے شدید مخالف تھے۔ اور اپنے مواعظ میں اولیاء اللہ پر طعن وتشنیع اِن کا شیوہ تھا حسنِ اتفاق سے ایک روز حضرت نجم الدینؒ کبریٰ بھی ان کے وعظ میں تشریف فرما ہوئے، موصوف کی نگاہِ کرم سے مولانا سیف الدّین اپنے تمام مذموم خیالات سے تائب ہوئے، حضرت نجم الدین صاحب کبریٰ کے قدموں پر گر پڑے، معافی چاہی اور آپ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ اُن کے ساتھ ہی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی بھی بیعت ہوئے۔
یہ دونوں اصحاب روز و شب اپنے شیخ کی معیت میں رہتے، شیخ کے دائیں بائیں ننگے پاؤں چلتے۔ اور دونوں صاحب اپنے ہاتھوں سے حضرت پیر و مرشد کے پاؤں سے موزے اتارتے۔

شیخ نجم الدّین نے دونوں اصحاب کو انعامات سے نوازا اور ہر ایک کو بشارات دیں، بالآخر آپ نے حضرت سیف الدّین باخرزیؒ واعظ سے فرمایا کہ "تو بخارا چلا جا۔ وہ علاقہ ہم نے تجھے دیا"
شیخ سیف الدّین نے عرض کیا کہ بخارا میں علماءِ ظاہر بہت ہیں، اور

فقراء اور مشائخ کے ساتھ سخت عناد رکھتے ہیں۔ میرا وہاں کیا حال ہوگا۔

حضرت نجم الدّین کبرٰی نے فرمایا:۔

"تیرا کام وہاں جانا ہے۔ باقی امور ہم جانتے ہیں"۔ (فوائد الفواد)

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شمس الارض شاہِ ولایت کو جب حضرت پادشاہِ دوجہاں جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کی طرف سے خلافت سے سرفراز فرمایا گیا تو حکم ہوا کہ پانی پت میں جاکر قیام کرنا۔ جب خواجہ صاحب پانی پت پہنچے تو وہاں پر حضرت بو علی قلندر رونق افروز تھے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے دودھ سے بھرا ہوا پیالہ حضور قلندر صاحب کی طرف بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ "یہ ملک میرے شیخ نے مجھے عطا فرمایا ہے" جو مجھ سے پُر ہو گیا ہے۔ حضور قلندر صاحب نے پھول کی چند پتیاں دودھ پر ڈال کر فرمایا کہ میرا اس ملک سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور اس طرح گذر کروں گا جیسے دودھ کے بھرپور پیالہ میں گلاب کی پتیاں موجود تو ہیں، مگر کسی طرح وہ بارِ خاطر نہیں ہیں۔

(حقیقت گلزار صابری و تذکرۂ غوثیہ)

شیخ کامل کا عالی مقام

شیخ کامل "اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ"[1] کے عالی منصب پر فائز ہوتا ہے۔ احیاءِ قلبی اور اماتتِ نفسی کے ہر دو صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ جس طرح وہ دلِ مُردہ کو زندہ کرسکتا ہے، اسی طرح وہ باذنِ اللہ نفسِ امّارہ کو بھی مار سکتا ہے۔ اور چند لمحات میں طالبِ صادق کو بقا باللہ اور فنا فی اللہ کی منازل طے بھی کرا سکتا ہے۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ   تیرِ جستہ باز گردانند ز راہ!

---

[1] پیر کامل مرید صادق کے قلب کو زندہ بھی کرتا ہے، اور اس کے نفس سرکش کو مارتا بھی ہے۔

(ترجمہ) اولیاء اللہ کو حق تعالےٰ کی طرف سے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وُہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس لوٹا لاتے ہیں۔

شیخ کامل صاحبِ منصب ہوتا ہے

شیخ کامل وہ صاحبِ منصب ہوتا ہے جسے اللہ کریم کی طرف سے ایمانِ کامل اور معرفت تامہ عطا کی جاتی ہے، اور حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم بقدم چلتا ہے اور جسے اپنے منصبِ عالی پر پورا یقین اور اعتماد ہوتا ہے۔ وہ اپنے منوسّلین کی تربیت اور نگہداشت کا ضامن ہوتا ہے اور اُن کی مشکلات میں وُہ بارگاہ ربّ العزّت میں اُن کے لئے شفیع اور کفیل ہوتا ہے اور اپنی نگاہِ کرم سے وہ مُریدین کے دِل و دماغ کو عظمتِ الٰہی کے تصوّر سے معمُور اور جمالِ حقیقت کے پرتو سے روشن اور پُرنور کر دیتا ہے۔ اور ان کے لئے محو و فنا، عشق و جذب اور تسلیم و رضا کی کٹھن منازل آسان کر دیتا ہے، اور اپنے بحرِ کرم سے وہ سلوک و عرفاں کی تشنگی کو یقین اور طمانیت کے آبحیات سے سیراب کرتا ہُوا ان کے قلب و روح کی پیاس بجھا دیتا ہے۔ اور اس کی ذات گرامی پر ہر ساعت رحمتِ حق کا مینہ برستا رہتا ہے اور وُہ سرتاپا دریائے محبّت اور بحرِ معرفت میں غرق ہوتا ہے۔

اَصحابِ منصب کے متعلق حضور داتا گنج بخش صاحبؒ کے ارشادِ گرامی

حضرات مشائخ عظام اپنے منصب عالی کے لحاظ سے حضرات انبیاء علیہم السّلام کے بعد بلند ترین مقام رکھتے ہیں۔ یہی وُہ خوش بخت حضرات ہیں جن کے بارہ میں ارشاد ربّانی ہے۔ یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ (خداوند قدّوس اُن سے محبّت کرتا ہے، اور وہ

حق تعالیٰ جلّ شانہٗ سے محبّت کرتے ہیں) یہ گروہ اولیاءِ عظام کسی زمانہ سے مخصوص نہیں۔ بلکہ یہ جماعت ہر قرن اور ہر دَور میں موجود اور قائم رہتی ہے اور تا دَورِ قیامت قائم و دائم رہیگی۔ کیونکہ دنیا کے وجود اور اُس کے بقاء کا وار و مدار اِنہیں حضرات کے وجودِ پُر جود سے ہے۔

حضورِ پُر نور خواجہ مخدوم حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ کریم کسی وقت بھی روئے زمین کو اِتمامِ حجّت سے خالی نہیں کرتا۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس اُمّت میں کسی ولی کا ظہور نہ ہو۔ اور اس امر کی تصدیق حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشادِ گرامی سے ہوتی ہے۔ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ ، "میری اُمّت میں ایک جماعت ہمیشہ نیکی پر قائم رہیگی"۔ (مشکوٰۃ شریف ۴۶)

یہ اصحابِ منصب اولیاء اللہ مأمور من اللہ ہوتے ہیں۔ اُن سے جو بھی اُمورِ غیبی ظہور پذیر ہوتے ہیں اُنکی تحریک غیب سے ہوتی ہے اور جب تک عالمِ بالا سے احکام صادر نہیں ہوتے وہ اپنی زبان بند رکھتے ہیں۔ اور جب تک وہ غیب سے کوئی اشارہ نہیں پاتے، وہ کسی فعل کا ارادہ نہیں کرتے۔ اور یہ مقام اللہ تبارک و تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے جسے چاہتا ہے وہ اس سے سرفراز کرتا ہے ؎

سالہا بُردند مرداں انتظار　　　تا یکے را بار شد از صد ہزار

(ترجمہ) لوگ سالہا سال تک بندگانِ خدا کی آمد کے منتظر رہتے ہیں۔ بڑی مُدّت کے بعد لاکھوں میں سے کسی ایک صاحب کو اس مقام کے لئے منتخب کر کے بھیجا جاتا ہے۔

شیخ کامل وہ عالی مقام ہوتا ہے کہ حضور پُر نور حضرت رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ہر وقت اُس کی آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں۔ اور وہ ایک لحظہ کے لئے بھی مشاہدۂ حق سے غافل نہیں ہوتا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی :-

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ ۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

(بخاری و مسلم)

ہمیشہ اس کے مدِ نظر رہتا ہے۔ اور وہ تمام امورِ شرعیہ میں حضور علیہ السلام کی مراد سے واقف ہوتا ہے، اسی بنا پر وہ دوسروں کے لئے مجتہد ہوتا ہے ؎

شیخ کامل کو نہ سمجھو غیر ذات
شیخ کامل ہے رسالت کی صفات

اولیاء اللہ کا وجود لطیف (۱)

منقول ہے کہ حضرت خواجۂ خواجگان حضور خواجہ معین الدین صاحب چشتی اجمیری شہنشاہ ہند الولی غریب نوازؒ ہر سال حج کے لئے بیت اللہ شریف تشریف لے جاتے۔ مگر جب آپ کا مقام اور مرتبہ اعلیٰ وارفع ہوا اور کمال کو پہنچا تو پھر حضور غریب نواز کا یہ حال ہو گیا کہ جو شخص بھی حج کو جاتا وہ حضور غریب نواز کو وہاں خانہ کعبہ میں موجود پاتا۔ حالانکہ حضور غریب نواز گھر پر ہی گوشہ نشین ہوا کرتے۔ آخر یہ بھید کھلا کہ حضور غریب نواز ہر شب کو خانہ کعبہ تشریف لے جاتے ہیں۔ اور صبح کی نماز اجمیر شریف میں باجماعت ادا کرتے ہیں، یعنی رات خانہ کعبہ میں بسر کرتے ہیں اور صبح گھر پر موجود ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشیؒ کے متعلق منقول ہے کہ آپ نے ستّر سال تک اپنے مصلّٰی سے قدم نہیں اُٹھایا۔ اور نہ کہیں سفر میں باہر تشریف لے گئے۔ لیکن جو حاجی بھی حج کے بعد آپ کی زیارت کے لئے آپ کی رشد گاہ پر حاضر ہوتا وہ یہی کہتا کہ حضور مرعشی صاحب کو اُس نے خانہ کعبہ میں یا حج کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (راحت القلوب)

اولیاءاللہ کا وجود لطیف (۲)

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے احوالؒ سوانح میں صاحبِ مخزن احمد یہ قمطراز ہے کہ کلکتہ میں ایک مسلمان دائم الخمر رئیس نے جس کی رگ رگ میں شراب بسی ہوئی تھی حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت میں شراب نوشی کا عادی ہوں، اوراس کے بغیر ایک لحظہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور تمام ممنوعاتِ شرعی سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں مگر شراب چھوڑ نہیں سکتا۔ حضرت سیّد صاحبؒ نے فرمایا، کیا مضائقہ ہے۔ مگر ہمارے سامنے شراب نہ پیا کرنا۔ اُس رئیس نے بخوشی تمام شرائط کو منظور کر کے اور تمام منہیات سے توبہ کر کے حضرت سیّد صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

جب گھر پہنچا اور نشۂ شراب کی خواہش نے خُوب زور کیا تو نوکر سے شراب مانگی۔ وہ ایک پیالہ میں شراب لے آیا۔ رئیس نے جونہی پیالہ ہاتھ میں لے کر مُنہ کے قریب کیا تو دیکھا کہ دانتوں میں اُنگلی دبائے ہوئے حضرت سیّد صاحبؒ سامنے کھڑے ہیں۔ شراب کا پیالہ پھینک کر رئیس فوراً توبہ توبہ کرتا ہُوا کھڑا ہوگیا۔ اور اس فعلِ بد سے توبہ کی مگر ذرا سی دیر کے بعد دیکھا تو حضرت سیّد صاحبؒ وہاں نہیں تھے۔ نواب سمجھا کہ مجھ کو وہم ہوگیا تھا۔ حضرت سیّد صاحب یہاں کیسے آئیں گے، پھر نوکر کو حکم دیا کہ شراب کا ایک اور پیالہ لاؤ۔ جب نوکر شراب لے کر آیا اور نواب نے پیالہ ہاتھ میں لے کر منہ کے قریب کیا تو پھر دیکھا کہ حضرت سیّد صاحبؒ مثل سابق پھر سامنے کھڑے ہیں۔ نواب نے اسی وقت پیالہ پھینک دیا۔ اور کھڑے ہو کر حضرت کرتا ہُوا اُس طرف کو دوڑا۔ پھر دیکھا کہ وہاں کوئی بھی نہیں ہے، تب مکان کے کُل دروازوں کو مُقفّل کر کے ایک کوٹھری میں گھس کر وہاں شراب طلب کی، اور منہ کے نزدیک پیالہ

لے جانے کے ساتھ ہی حضرت سیّد صاحبؒ کو پھر وہاں کھڑے دیکھا۔ نواب نے شراب کا پیالہ پھینک دیا اور حضرت سیّد صاحبؒ کو ڈھونڈھنا شروع کیا۔ مگر کہیں آپ کا پتہ نہ پایا۔ آخر لاچار ہو کر پاخانہ میں جاکر شراب طلب کی۔ تو وہاں بھی نواب نے حضرت سیّد صاحبؒ کو سامنے کھڑے پایا۔ اُس وقت اُس نے شراب سے توبہ کی، اور تمام شیشے اور شراب کے ظروف توڑ کر پھینک دیئے۔ (سوانح احمدی صہ ۵۳)

اولیاء اللہ کا وجود لطیف (۳)

مدّاس کے ایک رئیس نواب محمد خان کے بڑے لڑکے مولانا محمد علی صاحب نے حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے بیعت کی۔ وہ نواب زادہ بیعت کے بعد روز و شب حضرت موصوف کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ ایک شب اُس نے اُٹھ کر دیکھا کہ حضرت سیّد صاحب اپنے بستر پر نہیں ہیں۔ اور اُس حجرے کی زنجیر بدستور لگی ہوئی ہے جس میں یہ دونوں سوئے ہوئے تھے۔ یہ حال دیکھ کر نواب زادہ کو سخت تعجب ہُوا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو دیکھا کہ حضرت سیّد صاحب غُسل کر رہے ہیں۔ جب حضرت واپس تشریف لائے تو نواب زادے نے جُرأت کر کے پوچھا کہ اندر کی زنجیر برابر بند رہی پھر حضرت کس طرح باہر تشریف لے گئے۔ اُس وقت آپ نے تبسّم کر کے فرمایا۔
"نواب زادے خدا کے بندوں کو کوئی چیز نہیں روک سکتی تم اس کا چرچا نہ کرنا"۔ (سوانح احمدی صہ ۱۵۲)

اولیاء اللہ کا وجود لطیف (۴)

مولوی مُحِبّ الدّین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ عرصہ سے بوجہ ضعفِ بدن کے حج کرنے سے معذور تھے ہم

نے ایک دوست سے کہا کہ آج یوم عرفات ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت حاجی صاحب آج کہاں ہیں۔ انہوں نے مراقب ہو کر دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب موصوف جبل عرفات کے نیچے تشریف فرما ہیں، ہم لوگوں نے بعد فراغ حج کے عرض کیا کہ حضرت آپ یوم عرفات میں کہاں تھے۔ حضرت جی نے فرمایا، کہیں نہیں، مکان پر تھا۔ ہم نے کہا آپ تو فلاں جگہ تشریف رکھتے تھے، حضرت سیدؒ صاحب نے فرمایا کہ :-

"یا اللہ لوگ کہیں چھپا نہیں رہنے دیتے"۔ (کرامات امدادیہ صفحہ ۱۲)

ولیٔ کامل حضور سرکار صابری صاحب کا وجودِ لطیف (۵)

اگست ۱۹۶۳ء کا واقعہ ہے کہ راقم الحروف مسجد رمضانی گوجرانوالہ میں بعد نماز فجر موسم سرما میں کمبل اوڑھے وظائف یومیہ پڑھ رہا تھا، دریں اثنا احقر نے دیکھا کہ حضرت قبلہ گاہی حضرت سرکار صابری صاحب مدظلہ العالی احقر کے پاس محرابِ مسجد میں بائیں طرف قیام فرما ہیں۔ اور فرما رہے ہیں :-

"ہم دیکھنے آئے ہیں کہ حافظ صاحب کام ٹھیک کر رہے ہیں یا نہیں۔ اور فرمایا، جتنے وظائف کا حکم دیا گیا ہے انہیں اچھی طرح پورا کیا کرو، کمی بیشی نہ کرنا"۔ اتنے الفاظ فرمانے کے بعد حضورِ عالی چند لمحات کے اندر اندر احقر کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اَدَامَ اللّٰہُ فُیُوْضَہُمْ وَ اَنْوَارَھُمْ دَائِمًا اَبَدًا۔

شیخ کامل رحمتِ حق کا دروازہ ہوتا ہے

شیخِ کامل ایک ایسا دروازہ ہوتا ہے جو مولیٰ کریم کی طرف سے اس کی بارگاہِ کریمی تک بندوں کی رسائی کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے مُرید اسی دروازہ سے

اللہ کریم تک پہنچ سکتا ہے، اور اسی دروازہ سے نکل سکتا ہے، اور اسی دروازہ کی طرف اسے رجوع کرنا چاہیئے ؎

شغلِ برزخ[1] سے خدا پاؤ گے تم !
شغلِ برزخ سے صفا پاؤ گے تم !

شیخ کامل اور پیر روشن ضمیر کے پاس جتنے بھی ارادت مند حاضر ہوتے ہیں، شیخ اپنی بصیرت سے اُن کی طرف دیکھتا ہے، اس کی نگاہِ کرم ایسے طالبانِ حق کے لئے وقف ہوتی ہے جو حسنِ عقیدت سے موصوف، نیازمندی میں راسخ اور سوز و گداز سے بھرپور دل لئے ہوئے شیخ کی غلامی اوراس کی کفش برداری کے لئے اپنے آپ کو شیخ کے قدموں پر ڈال دیتے ہیں۔

پیر روشن ضمیر ایسے ہی ارادت مندوں کو اپنی نگاہِ کرم سے نوازتا ہے اور اپنے فیض باطنی سے ایسے ہی عقیدت مندوں کو بہرہ ور کرتا ہے۔ اور شیخ کی نگاہِ حقیقت شناس کا انتخاب وہی لوگ ہوتے ہیں جن کی ارادت ٹھیک ہوتی ہے اور جو شیخ کی حلقہ بگوشی میں اپنے لئے راحتِ قلبی اور سکونِ روحی محسوس کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی سلطانُ الذکر میں محویت

حضرت مشکل کشا بندگی شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ جو اکابر مشائخ چشتیہ سے ہوئے ہیں، پر آخری عمر میں استغراق اور وجد اس حد تک غالب ہو گیا تھا کہ اوقاتِ نماز میں آپ کو بلند آواز سے ہشیار اور بیدار کیا جاتا تھا۔ تاکہ آپ فرائض ادا کر سکیں کسی شخص نے حضور گنگوہی صاحبؒ سے اس راز کے بارہ میں سوال کیا، تو حضور نے

---

[1] شغل برزخ حضرات صوفیاء کے ہاں ایک خاص معنیٰ رکھتا ہے جس کے سمجھنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے۔

فرمایا۔ کہ میں اپنے آپ کو سلطان الذکر میں اس قدر مصروف رکھتا ہوں۔ کہ وہ مجھ کو مجھ سے بھلا دیتا ہے۔

شیخ کامل بعض اوقات دنیوی اُمور میں اُلجھا ہُوا اور مخلوق خدا کے معاملات میں دلچسپی لیتا ہُوا دکھائی دیتا ہے مگر فی الحقیقت وہ آیۂ کریمہ :-

لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ	اُنہیں اللہ کی یاد سے تجارت اور کاروبار
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (پ۱۸)	غافل نہیں کرتے۔

پر عمل پیرا ہوتے ہوئے فنا فی الذات کے مقام پر فائز اور تمام عالم سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اُس کی قوتِ ارادی ختم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو رضائے حق سبحانہٗ وتعالیٰ پر چھوڑ دیتا ہے۔

ایک صوفی سے کسی نے پوچھا کہ کیسے گذرتی ہے۔ بولے آسمان میری مرضی سے حرکت کرتا ہے، زمین میرے حکم سے دانے اگاتی ہے اور بادل میرے اشارہ پر برستے ہیں، سائل نے متعجب ہو کر پوچھا کہ صاحب یہ کیونکر؟ صوفی صاحب نے فرمایا، میری کوئی خواہش نہیں ہے، اور خدا کی رضا پر میں راضی ہوں۔ اور جو کچھ بحکم الٰہی وقوع میں آتا ہے وہی میری مرضی ہوتی ہے۔

ایسے عارفین کاملین کے بارہ میں حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایسے نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا اور اُن کے ہاں نشست و برخاست نیک اعمال انجام دینے سے بہتر ہوتا ہے، اور اسی طرح بُرے لوگوں کی صحبت میں اُٹھنا بیٹھنا گناہ کرنے سے زیادہ مضرت رساں ہوتا ہے ؎

احمد مُرسل کی برزخ سے علی ہو گئے بس سارے ولیوں کے ولی
مُصطفیٰ ہیں حبیب ہوئے فانی علی تب ہوئے وہ پیشوا ئے ہر ولی

شیخِ کامل کے فیوض و برکات

شیخِ کامل کی توجہ اور پیرِ روشن ضمیر کے تصرّف سے مریدین اور عقیدت مندوں کے قلوب آئینہ کی طرح مصفّٰی اور مزکّٰی ہو جاتے ہیں۔ مریدانِ باصفا شیخ کو عین کمال پر دیکھتے ہیں، اور شیخ کی ذاتِ گرامی سے ایسی باتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ان کے لئے اطمینانِ قلبی اور تسکینِ روحی کا باعث ہوتی ہیں۔ شیخ کی توجہ سے ان کے قلوب ایسے صیقل ہو جاتے ہیں کہ ان کے لئے انوارِ خداوندی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور شیخ کی ذاتِ گرامی کو انوارِ خداوندی کا مظہر اور صفاتِ یزدانی کا مہبط مشاہدہ کرتے ہیں۔ شیخِ کامل ایک صاف و شفاف آئینہ ہوتا ہے جس میں ہر شخص کو اس کی استعداد اور اہلیت کے مطابق انوارِ خداوندی کے جلوے نظر آتے ہیں، اور حسنِ ازلی کے یہ نظارے اس کی والہانہ محبّت اور نیازمندانہ عقیدت میں اضافہ کرتے ہوئے اسے ہر دم مسرور و سرشار رکھتے ہیں۔

شیخِ کامل اپنی قوّتِ باطنی اور تصرفِ روحی سے طالب کو اللہ کریم سے ہر قسم کی قوّت اور طاقت دلاتا ہے۔ اور اسے اولیاء اللہ کی مجالس بابرکت میں حاضری کے قابل کر دیتا ہے۔ شیخِ کامل سالک کے دل کو ہر قسم کی آلودگی اور گندگی سے ذکرِ الٰہی کے ذریعہ اس طرح پاک و صاف کر دیتا ہے جس طرح صاف پانی گندے کپڑے کو صاف کر دیتا ہے۔

شیخِ کامل اور مریدِ صادق کی مثال آفتابِ عالمتاب اور ذرّۂ بے مقدار کی ہے۔ نہ آفتاب ذرہ کو اپنے نورِ جہاں افروز سے محروم کرتا ہے، اور نہ ذرہ اس کے کرم سے بے بہرہ رہتا ہے ؎

ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ ایم ۔۔۔ اے بے خبر ز لذّتِ شربِ مدامِ ما

لہ چمکتے سورج میں کیا باقی رہیگی اگر بیزار رہوا اپنی کرن سے۔

(ترجمہ) مرید صادق صحبتِ شیخ کی برکات سے قلب کے صیقل ہونے کے بعد ایک ظاہر بیں، سیاہ باطن سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ ہم شرابِ عشق اِس لئے ذوق وشوق سے پیتے ہیں کہ اس میں ہم نے اپنے محبوب کا عکس اور اس کی صورت کا نقش دیکھا ہے۔ اے غافل تو ہمارے ہمیشہ شراب پینے کی اصل وجہ کو نہیں جانتا۔ ہمیں شراب سے محبّت نہیں، بلکہ اس پیالۂ شراب میں ہم نے دوست کے رُخ کا عکس دیکھا ہے، اس لئے ہمیں اس سے ایسا شغف اور لگاؤ ہے۔

شیخِ کامل اور پیرِ روشن ضمیر کی عالی بارگاہ میں بعض ایسے لوگ بھی حاضر ہوتے ہیں جو محض دنیوی اَغراض، ذاتی مفاد، اور اپنے قابلِ گرفت اَفعال اور اپنی مذموم حرکات پر کسی حاکم بالا دست کے مؤاخذہ سے بچاؤ کے لئے شیخ کی ذات گرامی کو ملجا و مأویٰ سمجھتے ہوئے اس کی غلامی اور نیازمندی کا دم بھرتے ہیں۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ شیخ سے بیعت کے لئے اصرار کرتے ہیں۔

شیخِ کامل کی خطا کاروں پر پردہ پوشی

شیخِ کامل چونکہ صفاتِ ربّانی کا مظہر ہوتا ہے اور اس کی ذات میں شفقتِ تامّہ کا ظہور اور رحمتِ عامّہ کا وُفور ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اُنہیں اپنے دامنِ شفقت سے محروم نہیں کرتا، بلکہ جس طرح ایسے لوگوں کے اسلام اور اعمال پر اجر و ثواب دینے کا کلامِ ربّانی میں وعدہ فرمایا گیا ہے جن کے باطن سیاہ اور جن کا اقرار محض زبانی زبانی ہوتا ہے۔ اور ایمان میں پختگی اور تصدیق قلبی نہیں ہوتی، اسی طرح شیخ کامل بھی چونکہ صفاتِ ربّانی کا مظہر ہوتا ہے، اس لئے وہ ایسے نااہل لوگوں کے حالات پر پردہ پوشی کرتا ہے اور اُن کے زبانی اصرار پر اُنہیں حلقۂ ارادت میں داخل کر لیتا ہے اور

انہیں اپنے فیضِ عامّہ سے محروم نہیں کرتا۔

كما قَالَ اللهُ تعالىٰ

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؕ (پ۲۶)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ گنوار لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے۔ لیکن یوں کہو کہ ہم اسلام لائے۔ اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہُوا اور اگر تم اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی اور اُن کا پُورا پُورا اجر و ثواب تم کو دیا جائے گا بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

اسی طرح شیخِ کامل ایسے لوگوں کی بدباطنی کی تشہیر نہیں کرتا جنکا ایمان محض دنیوی اغراض کے لئے ہوتا ہے، اور وہ تصدیقِ قلبی کی نعمت سے بے بہرہ ہوتے ہیں:-

كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَا مَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ الخ

(ابن کثیر)

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اے وہ قوم جو زبانی زبانی ایمان لائی ہے اور ایمان اُن کے دلوں میں راسخ اور پیوست نہیں ہُوا۔

بلکہ اُنہیں بقدرِ استطاعت اور بقدرِ ظرف اپنی ذاتِ گرامی سے استفادہ کا موقع دیتا ہے۔ البتہ یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے کہ چونکہ ایسے بدباطن لوگوں کی ذات ظُلمتوں اور کدورتوں سے بھرپُور ہوتی ہے اور اُن کی رُوح بارِ عصیاں سے مُردہ ہو چکی ہوتی ہے اِس لئے وہ اپنی نااہلیت کی بنا پر شیخِ کامل کی ذاتِ گرامی سے

استفادہ نہیں کر سکتے۔ شیخِ کامل کی مثال تو ایک عام بارانِ رحمت کی ہے جو تمام سرزمین پر یکساں برستی ہے اور زمین کا ہر خطہ اپنی اپنی بساط اور استعداد کے مطابق اس سے استفادہ کرتا ہے۔ بنجر اور پتھریلی زمین پر بھی بارانِ رحمت کا نزول ویسے ہی ہوتا ہے جیسے بہترین خطۂ ارضی پر، مگر بنجر اور پتھریلی زمین اپنے خُبثِ باطنی اور شقاوتِ اندرونی کی بنا پر بارانِ رحمت کے ثمرات اور اثرات سے محروم رہ جاتی ہے۔

بد باطن لوگوں کی مثال تپِ دِق کے مریضوں کی سی ہے، اُنہیں جیسی بھی عُمدہ سے عُمدہ غذا اور بہتر سے بہتر خوراک دی جائے، سب بے سود ثابت ہوتی ہے اور طبیب حاذق کو اُن کے انجام کا یقیناً علم بھی ہوتا ہے، تاہم اُن کی دِلجوئی کے لئے وہ کچھ نہ کچھ علاج معالجہ کرتا ہی رہتا ہے، یہی حال شیخِ کامل کا ہے۔ وُہ اِن مفاد پرستوں کی بد باطنی کو دیکھتے ہوئے بھی ان کو اپنے دامنِ شفقت سے دُور نہیں کرتا۔ لیکن ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سُود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

(ترجمہ) ازل سے جن لوگوں کی قسمت میں کوئی سعادت اور کوئی بھلائی نہیں رکھی گئی، تو ایسے لوگوں کو رہبرِ کامل سے کیا فائدہ ہو گا؟ اُن کی کور باطنی ہی اُن کے لئے محرومی کا سبب بن جاتی ہے۔ اور سخی اور کریم کی توجہ کے باوجود یہ لوگ اپنی بد باطنی کی وجہ سے اس کے کرم سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ سکندر حضرت خضر علیہ السّلام جیسے رہبر کی موجودگی میں آبِ حیات کے چشمہ پر پہنچ کر بھی اپنی ازلی محرومی کی وجہ سے آبِ حیات سے سیر کام نہ ہو سکا۔

شیخ کامل مریدین کے لئے روزِ محشر شفیع اور اُنکی نجات کا کفیل ہوتا ہے

مولانا ضیاء الدّین برنیؒ نے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ میں ایک روز حضور خواجہ نظام الدّین اولیاء محبوب الٰہی صاحبؒ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا۔ اور اس وقت بہت سے بندگانِ خدا حضور خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں سلسلۂ بیعت میں داخل ہونے کے لئے حاضر تھے۔ برنیؒ صاحب کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرات مشائخ سلفؒ عوام کو مرید کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے لیکن حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاءؒ اپنے فیضِ عام کی وجہ سے ہر خاص و عام کی دستگیری کرتے ہیں، اور اپنے سلسلہ میں اُنہیں بیعت کر لیتے ہیں و اللہ اعلم حضور خواجہ صاحبؒ کے ایسا کرنے میں کیا مصلحت ہے؟

برنی صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ حضور محبوبِ الٰہی صاحبؒ سے اِس بارہ میں استفسار کروں۔ حضور خواجہ صاحبؒ نے میرے دلی خطرات کو بھانپ کر فرمایا "تم ہر قسم کی باتیں مجھ سے دریافت کرتے ہو۔ لیکن یہ نہیں پوچھتے کہ میں تحقیق کئے بغیر ہر آنے والے کو بیعت کا ہاتھ کیوں دے دیتا ہوں؟ پھر فرمایا سنو! خدا نے ہر زمانہ میں اپنی حکمتِ بالغہ کی خاصیت پیدا کی ہے جو اُس زمانہ کے لوگوں میں رسم و رواج کے طور پر پھیل جاتی ہے۔ اور کسی دوسرے زمانہ کے لوگوں کے مزاج اور طبیعت سے نہیں ملتی۔ اور فرمایا کہ مرید کی اصل ارادت یہ ہے کہ وہ غیر حق سے قطع تعلق کر کے مشغول بحق ہو جائے۔

سلف صالحینؒ کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ جب تک مریدیں کلّی انقطاع نہ دیکھتے اس کے ہاتھ میں دستِ بیعت نہ دیتے۔ لیکن حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ جو ایک آیتِ حق تھے کے زمانہ سے لیکر حضرت شیخ سیف الدّین صاحبؒ کے زمانہ

تک اور حضرت شیخ شہاب الدینؒ کے عہد مبارک سے حضور شیخ الاسلام حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے زمانہ تک یہ حال تھا کہ ان پادشاہانِ دین کے آستانوں پر ہر وقت خلائق کا ہجوم رہتا۔ اور ہر طرف سے سلاطین، اور مشاہیر اور عوام جوق در جوق آتے اور عذابِ اُخروی کے خوف سے خود کو ان عاشقانِ خدا کی پناہ میں ڈال دیتے۔ اور یہ مشائخ عظام ہر خاص و عام کو بلاتخصیص ہر ایک کو اپنے سلسلہ میں بیعت کرتے۔

اب کوئی شخص ان محبوبانِ خدا کے معاملہ پر قیاس نہیں کر سکتا۔ اور تمہارے اس سوال کے جواب میں کہ میں مرید کرنے میں احتیاط نہیں کرتا۔ ایک بات تو یہ ہے کہ میں سنتا ہوں کہ لوگ میری بیعت کر لینے کے بعد گناہوں سے بچتے ہیں، نماز باقاعدہ باجماعت ادا کرتے ہیں، اور وظائف و نوافل میں لگ جاتے ہیں، اگر میں شروع ہی سے بیعت کی شرائط ان پر لگا دوں، تو یہ لوگ اتنی بھلائیوں سے بالکل محروم رہ جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مجھے اپنے شیخ حضرت شیخ الاسلام فریدالدینؒ سے اس بات کی اجازت ہے کہ کسی سفارش، التماس و سیلہ یا شفاعت کے بغیر عوام کو بیعت کر لیا کروں، اور جب میں دیکھتا ہوں کہ ایک مسلمان عجز و اضطراب اور بے چارگی کی حالت میں میرے دروازہ پر آ کر کہتا ہے کہ میں نے تمام گناہوں سے توبہ کی، تو میں اس خیال سے کہ اس کا قول صحیح ہوگا، اس کی بیعت لے لیتا ہوں۔

اس بات کا ایک سبب جو سب سے قوی ہے یہ ہے کہ ایک روز حضرت شیخ الاسلام حضرت فریدالدینؒ نے قلم و دوات میرے سامنے رکھی اور فرمایا کہ تعویز لکھ کر حاجتمندوں کو دے دو۔ اس بات سے میری طبیعت ملول ہوتی جس کے آثار حضور بابا صاحبؒ نے محسوس کئے اور فرمایا کہ تم ابھی سے دعا لکھنے سے ملول ہو گئے ہو، جب تیرے دروازہ پر حاجتمندوں کی کثیر تعداد آیا کرے گی تو پھر تو کیا کریگا۔؟

میں حضرت شیخ کے قدموں پر گر پڑا، اور عرض کیا کہ میں ایک طالب علم تھا اور لوگوں سے منتفر تھا۔ حضرت مخدوم نے مجھے بزرگ کیا۔ اور اپنی خلافت عطا فرمائی، یہ بہت بڑا کرم ہے، اور یہ کام بہت بڑا ہے جو میری ہمت سے باہر ہے، مخدوم کی اسی قدر شفقت میرے لئے کافی ہے۔

حضور مخدوم فریدالدینؒ نے میری یہ عرض سننے کے بعد فرمایا کہ "تم ٹھیک کرو گے"۔ میں نے مزید عذر اور اصرار کیا۔ تو میری عذر خواہی پر حضور فریدالدین پر کیفیت طاری ہوگئی، اور اُٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے، پھر فرمایا۔

"نظام! کل مسعود بندہ کو دربارِ عالی میں آبرو ملے گی یا نہیں۔ اگر ملے تو میں تمہارے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ میں اس وقت تک بہشت میں قدم نہ رکھوں گا جب تک کہ ان تمام لوگوں کو اپنے ساتھ بہشت میں نہ لے جاؤں جنہوں نے تمہاری بیعت کا ہاتھ پکڑا۔

یہ کہکر سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ مسکرا پڑے اور فرمایا "مجھے خلافت اس طرح دی گئی ہے"۔ اور فرمایا کہ میں نے برأی العین (اپنی آنکھوں سے) مشاہدہ کیا ہے کہ میرے مخدوم درگاہِ بے نیازی کے واصلین سے ہیں، اور جس مشرب سے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی اور حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ اور دوسرے مستانِ عشق الٰہی نے جام عشق نوش کئے ہیں اسی مشرب سے میرے مخدوم بھی شاد کام ہیں۔

جب انہوں نے ان لوگوں کے بارہ میں جن کو میں بیعت کا ہاتھ دیتا ہوں۔ یہ ارشاد فرمایا ہے اور یہ ذمہ داری لی ہے تو پھر کونسی چیز مجھکو بیعت لینے سے مانع ہوسکتی ہے۔ (سیر الاولیاء)

فنا فی الذات اور غیر حق سے استغناء کا عالی مقام

مذکورۃ الصدر سطور میں مولانا ضیاء الدین برنیؒ کے قلم سے ایک نہایت اہم اور مفید معلومات سے بھرپور مضمون "شیخ کامل مریدین کے لئے روز محشر شفیع اور ان کی نجات کا کفیل ہوتا ہے" کے عنوان کے تحت گذرا ہے۔ اس مضمون سے جہاں مریدین و متوسلین سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کو بجا طور پر اپنی نجات اور فلاح کے لئے ایک عظیم سہارا مل گیا ہے، اور ان کے لئے سکونِ قلبی، اور اطمینان روحی کا ایک عمدہ سامان فراہم ہو گیا ہے۔ وہاں ارباب بصیرت کے قلوب میں اس امر کا خدشہ بھی محسوس ہوا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام حضور بابا فرید الدین گنج شکر مسعود العٰلمینؒ کا یہ خصوصی کرم اور حضور انور کی یہ خصوصی شفقت صرف ان خوش نصیب حضرات اور خوش بخت اصحاب کے لئے ہے جو کہ سلسلۂ عالیہ متبرکہ چشتیہ نظامیہ سے وابستہ ہیں۔

حضور بابا فرید الدینؒ گنج شکرؒ کا ارشاد گرامی ہے:۔

نظام! کل مسعود بندہ کو دربار عالی میں اگر آبرو ملی تو میں تمہارے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ میں اس وقت تک بہشت میں قدم نہ رکھوں گا جب تک کہ ان تمام لوگوں کو اپنے ساتھ نہ لیجاؤں بہشت میں، جنہوں نے تمہاری بیعت کا ہاتھ پکڑا۔

اس سلسلہ میں ذیل میں چند حقائق و معارف ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں، جن سے سلسلۂ عالیہ متبرکہ چشتیہ صابریہ کی رفعت و عظمت اور اس سلسلۂ عالیہ سے متوسلین کی فلاح و نجات کے لئے شاہد عدل اور اظہر من الشمس ثبوت ملتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت بادشاہ دو جہاں جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیریؒ حضرت شیخ الاسلام حضور بابا فرید الدینؒ

گنج شکر مسعود العلمینؒ کی خدمت اقدس میں پچاس سال تک قیام فرمایا ہے اور حضور بابا صاحبؒ کے احکام کی تعمیل میں حضرت مخدوم پاکؒ اپنی نظیر آپ ہیں، اس طویل مدت میں اپنے شیخ کے احکام کی تعمیل میں سر مُو فرق نہ آنے دیا۔ اور جناب والدہ ماجدہؒ کے وصال کے بعد حضرت مخدوم پاکؒ بحکم حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ پورے نو سال تک پاکپتن شریف میں گوشہ نشین اور خلوت گزیں رہے۔ اس نو سال کی طویل مدت میں حضور مخدوم پاکؒ نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ نہ سوئے اور نہ اپنی جگہ سے اُٹھے۔ اور نہ حجرہ شریف سے باہر تشریف لائے۔ نو سال گذرنے کے بعد حضور بابا فرید الدینؒ صاحب خود حجرہ شریف میں تشریف لے گئے اور حضور مخدوم پاکؒ کو حجرہ سے باہر لاکر بیعت و خلافت سے نوازا اور انعامات خصوصی سے سرفراز کرتے ہوئے فرمایا۔

"علم سینۂ من بہ شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی رسید و علم دلِ من بہ شیخ علاء الدین علی احمد صابر نازل گردید"۔ (حقیقت گلزار صابری۔ معارف ۱۰۹)

قارئین کرام غور فرماویں کہ انسان کے جسم سے سب سے اعلیٰ سب سے ارفع سب سے عمدہ حصہ دل ہی ہوتا ہے۔ اور یہ دل ہی مرکز انوار الٰہی ہوتا ہے، اور یہ دل ہی عرش الرحمٰن کہلاتا ہے اور دل ہی مقام معرفت ہے اور حضرت مخدوم پاکؒ کو حضور بابا صاحب مسعود العلمینؒ سے وہی علوم اور وہی فیوض پہنچے ہیں جن کا تعلق دل سے ہوتا ہے، اور ناظرین اس بات کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ اس سلسلہ عالیہ متبرکہ چشتیہ صابریہ کی بنیاد ہی وجد و شکر اور جذب و محویت پر ہے۔

حضور بابا فرید الدین گنج شکر مسعود العلمینؒ نے حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابرؒ کو خلعتِ خلافت عطا فرمانے کے بعد کلیر شریف تشریف لے جانے اور وہیں قیام کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اور کلیر شریف کے سابق حاکم اور قاضی دونوں کو بذریعہ تحریر ارشاد فرمایا۔

"اے کلیر کے رئیس فسموان اور قاضی تبرک! تم میرے صابر کو آلِ نبی اولادِ علی سمجھ کر اطاعت کرو۔ کیونکہ اُولی الامر وہی لوگ ہیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے حاکم مقرر کیا گیا ہے بحکم حضور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں نے صابر کو اس ملک کا امام مقرر کیا ہے۔ اور دربارِ رسالت سے اسے سلطان الاولیاءؒ بنایا گیا ہے"۔ (حقیقت گلزار صابری ص۱۲۹)

حضرت خواجہ شمس الدین صاحبؒ شمس الارض کابل کے علاقہ سے ۱۲ علماء و فضلاء کی معیّت میں حضرت شیخ الاسلام حضور بابا فرید الدین صاحب گنج شکر کی خدمتِ بابرکت میں بیعت توبہ کے لئے پاکپتن شریف حاضر ہوئے۔ ان سب سے حضور بابا صاحبؒ نے فرمایا:-

"اس فقیر کے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں اور فرمایا تم حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کے پاس کلیر شریف چلے جاؤ، تم سے جس کا حصہ ہوگا وہ دے دینگے۔

یہ سب علماء کرام کلیر شریف پہنچے وہاں چند روز قیام کیا۔ مگر گوہر مقصود انہیں ہاتھ نہ آیا۔ حضرت خواجہ شمس الدین صاحبؒ کے علاوہ سب علماء یکے بعد دیگرے واپس لوٹ گئے۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے انہیں استقامت بخشی اور حضور مخدوم پاک کی خدمت میں ٹھہرے رہے۔ چنانچہ جب حضرت مخدوم پاک ختم اللہ الارواح جذب و شکر سے حالت صحو میں آئے تو فرمایا:-

"شمس الدین! تو مرا فرزندی، از حق سبحانہٗ و تعالیٰ خواستہ ام کہ ایں سلسلۂ ما از تو جاری باشد، تا قیامت برپا ماند"۔ (سیر الاقطاب)

(ترجمہ) اے شمس الدین! تو ہمارا فرزند ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم نے التدعا کی ہے کہ ہمارا یہ سلسلہ تیرے ذریعہ سے تا قیامِ قیامت جاری و ساری و قائم و دائم رہے۔ از من دعا و از جملہ جہاں آمین باد)

حضور مخدوم پاک ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاؒ نے حضرت خواجہ شمس الدین صاحبؒ کو بیعت کے بعد جبس کبیر یعنی چھ سال تک خلوت گزیں، اور چلہ کش رہنے کا حکم فرمایا۔ اور اس چھ سال کی طویل مدت کے لئے صرف جاوچنے کی دو روٹیاں اور پانی کا ایک لوٹا خورد و نوش کے لئے اُنہیں عطا فرمایا۔ اور پورے چھ سال کی چلہ کشی کے بعد جب حضرت خواجہ شمس الدین صاحب جبس کبیر سے باہر تشریف لائے تو آدھا لوٹا پانی اور آدھی روٹی باقی تھی۔ (حقیقت گلزار صابری ص ۲۲۲)

حضور خواجہ شمس الدین صاحبؒ کے جبس کبیر سے فارغ ہونے کے بعد حضرت پادشاہ دو جہاں جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاءؒ کلیریؒ نے فرمایا۔

"شمس الدین! ہم نے بادشاہ کیا تم کو ہفت اقلیم کا"

ناظرین غور فرماویں کہ حضرت مخدوم پاکؒ کی طرح آپ کے خلیفہ اور مُرید بھی کس قدر جذب و سُکر، محویت اور فنافی الذات کے مقام سے سرشار اور سرمست ہیں۔ پورے چھ سال تک آپ ایک قبر میں چلہ کشی کرتے ہیں۔

اس مختصر سے تذکرۂ خیر کے بعد قارئین کرام کو پھر اصل موضوع کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ اِس تذکرہ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ حضرت مخدوم پاک ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیریؒ کا یہ بابرکت سلسلۂ فیض بواسطہ حضرت خواجہ شمس الدین صاحبؒ تا دور قیامت جاری و ساری رہیگا۔

حضرت پادشاہ دو جہاں مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سُلطان الاولیاء کلیریؒ نے اپنے ارادت مندان اور اپنے نسبت داران کے بارہ میں ایک بات کہکر اس امر کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ دارِ آخرت میں ان کی نجات اور ان کی فلاح کا فیصلہ ہو چکا ہے اور یہ خبر صادق ہے کہ ؎

ہر کس کہ بما رسید ناجی ست ماچشمۂ جوئے مصطفےٰ ایم (ارمغانِ صابری صفحہ ۲۰۶)

(ترجمہ) جو شخص بھی بواسطہ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شمس الارض بذریعہ بیعت و اسطہ در واسطہ ہم تک پہنچ گیا ہے۔ وہ ناجی (نجات پانے والا) ہے۔ اس لئے کہ ہم حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے دریائے بخشش کے سرچشمہ ہیں۔

حضور مخدوم پاک کلیریؒ نے اپنے ان الہامی کلمات طیبّات میں اپنے تمام متوسّلین کو نجات یافتہ اور فائز المرام ہونے کی بشارت دی ہے۔ (الحمدُ لِلّٰہ علیٰ ذالک)۔

اور یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ حضور مخدوم پاک ختم اللہ الارواح سُلطانُ اولیاء کلیریؒ کے یہ کلمات طیبّات "وحی الٰہی ہیں" اس لئے کہ حضور "مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی" کے پورے پورے مصداق اور صفات ربّانی کے مظہر اتم ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام حضور بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی نگاہ حق شناس میں حضرت مخدوم پاک ختمَ اللہُ الارواح سُلطانُ الاولیاء کلیریؒ کی عظمت اور جلالتِ شان کے بارہ میں معلومات حاصل کرنے کے لئے قارئین مندرجہ ذیل واقعہ پر غور فرمادیں۔

حضرت بابا فرید الدّین صاحب گنج شکر مسعود العلمینؒ کا حسن نامی قوّال ایک مرتبہ کلیر شریف حضور مخدوم پاک ختم اللہ الارواح سُلطانُ الاولیاءؒ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہُوا، اور انعام و اکرام کا خواہاں ہُوا۔

حضور مخدوم پاک ختم اللہ الارواح سلطانُ الاولیاء کلیریؒ نے چند گوریاں جو حضور اقدس کی پس خوردہ ہنڈیا میں پڑی تھیں، منگا کر حسن قوّال کو دیدیں۔ قوّال

نے وہ گولریاں لے لیں مگر دل ہی دل میں کڑھتا رہا کہ یہ کیا ہوا، میں تو یہاں اس لئے آیا تھا کہ میں حضور بابا صاحبؒ کا قوال ہوں اور حضور مخدوم پاک حضرت بابا صاحبؒ کے مُرید اور خلیفہ ہیں اس لئے خوب انعام پاؤں گا، مگر یہاں سے تو کچھ بھی نہ ملا تاہم پاکپتن شریف پہنچ کر یہ گولریاں حضور بابا صاحبؒ کو دکھاؤں گا اور اس انعام کا ذکر کر دوں گا۔

جب حسن قوال کلیر شریف سے پاکپتن شریف واپس پہنچا تو اپنے سفر کا سارا حال حضور بابا صاحبؒ کے سامنے عرض کیا، اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ جب میں نے اپنے فریدی قوال ہونے کا ذکر کیا تو حضور مخدوم پاکؒ نے فرمایا:۔

"میرے شیخ اچھے ہیں"۔

یہ بابرکت الفاظ سُن کر حضور بابا فریدالدین گنج شکر صاحب مسعودؒ العٰلمین بہت خوش ہوئے اور فرمایا:۔

"اَلحمدُ لِلّٰہ آج سے میں شیخ ہوا ہوں"۔

خُدام نے یہ الفاظ سنے تو عرض کیا کہ حضور! آپ اس سے پہلے شیخ نہ تھے۔ حضور بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ آج سے پہلے شیخ کہنے والے حضور مخدوم پاک نہ تھے۔ آج یہ الفاظ حضرت صابر پاکؒ کی زبان حقیقت ترجمان سے نکلے ہیں۔

(حقیقت گلزار صابری)

قارئین غور فرمادیں کہ حضور شیخ الاسلام بابا فریدالدین گنج شکر مسعودؒ العٰلمین جن کے قریباً ایک ہزار خلفاء تھے، حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر پاکؒ کی زبان مبارک سے اپنے شیخ ہونے کے بارہ میں یہ الفاظ سُن کس قدر خوش ہوئے ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ جس عالی مقام پر حضور مخدوم پاک ختم اللہ الادوا سُلطانُ الاولیاءؒ فائز ہوئے ہیں وہاں کون پہنچ سکتا ہے، اور جس صاحب کو یہ عالی

مقام حاصل ہے وہ اپنے نسبت داروں کے لئے خود شفیع اور خود ہی کفیل کافی ہے۔
علاوہ ازیں قارئین کرام کو اس حقیقت سے روشناس کرانا ضروری ہے کہ حضور مخدوم پاکؒ وہ ذات پاک عظیم المرتبت اور عالی شان صاحبِ ولایت ہیں، جن کا مقام اور مرتبہ خُلدِ بریں اور بہشتِ نعیم اور ہر قسم کے انعامات سے بہت آگے ہے۔ حضور مخدوم پاکؒ اُس ذات بحت، ذات صرفہ، بے چون بے چگون میں ایسے فنا اور اس کی یاد میں ایسے محو ہو چکے ہیں، کہ اُن کے سامنے نہ بہشت کی طلب ہے اور نہ جہنم کا ڈر۔ وہ صرف اس ذات پاک حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے طلبگار اور اسی کے خواہاں ہیں۔

چنانچہ حضور کا ارشاد گرامی ہے ؎

احمدؔ بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام ست ہر دم رضائے جاناں رضوانِ شدّ ست مارا

حضور مخدوم پاک ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیریؒ اپنے اشعار میں کبھی صابرؔ تخلّص فرماتے ہیں اور کبھی احمدؔ۔ حضور موصوف کا تمام منظوم کلام کا مجموعہ ارمغانِ صابرؔ کے نام سے شائع ہو چکا ہے، شائقین حضرات اس سے استفادہ کریں۔

(ترجمہ) اے احمدؔ عاشقانِ ذاتِ حق کے لئے جنّت و دوزخ دونوں حرام ہیں، اور یہ عشّاق صرف اپنے آقا و مولیٰ کی رضا کے خواہاں ہیں۔ اُنہیں رضائے حق کے بغیر کچھ مقصود و مطلوب نہیں۔

بہشت نیک اعمال کا صلہ اور دوزخ بُرے اعمال کی سزا ہے اور عاشقانِ الٰہی اُس ذات حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی محبّت کے صدمیں دُنیا و مافیہا کو ہیچ سمجھتے ہیں۔
اور اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے حضور مخدوم پاک ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیریؒ نے اپنے کلام میں حضور شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے متعلق فرمایا ہے ؎

کوئے تو ہست غیرتِ جنّت بصد شرف　　حسن و جمالِ روئے تو بستانِ عاشقاں

(ارمغانِ صابری ۲۲۴)

(ترجمہ) یا حضرت فریدالدین گنج شکر! آپ کے کوچہ کو جنت الفردوس پر شرفِ عظیم حاصل ہے۔ اور آپ کی ذاتِ گرامی کا حُسن و جمال عشاق کے لئے گلستان پُر بہار ہے۔

اِس شعر میں حضور مخدوم پاکؒ نے حضور باباصاحبؒ کے کوچہ اور آپ کی جائے قیام کو جنّتِ نعیم سے بہت اعلیٰ اور ارفع فرمایا ہے۔

اور اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ جس صاحب کو جنّت سے اعلیٰ مقام حاصل ہو اور جو ہر قسم کے انعامات سے بہرہ ور ہو تو اُسے جنّت کی طلب کیونکر ہو؟ اور جنّت کی بشارت سے اُسے کیا راحت ہو؟

ایک عارف کا قول ہے۔ ؎

ما مقیمانِ کوئے دلداریم　　رُخ بدُنیا و دین نمی آریم

(ترجمہ) ہم اپنے محبوب کے کوچہ میں قیام پذیر ہیں۔ ہم نے دین و دنیا دونوں کی طرف سے منہ موڑ لیا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام حضور شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ جو آیاتِ حق سے تھے اپنے کلام میں اسی نظریّہ کو واضح کرتے ہیں۔ ؎

تسبیح ملک را و صفا رضواں را　　دوزخ بداں را و بہشت مر نیکاں را

دُنیا جم را و قیصر خاقاں را　　جاناں مارا و جانِ ما جاناں را

(ترجمہ) حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس یہ ملائکہ کے لئے، اور صفائی و اخلاص یہ رضواں کے لئے ہے۔ دوزخ بُرے لوگوں کے لئے اور بہشت نیک بندوں کے لئے ہے، دنیا کا ساز و سامان جم کے لئے اور

تخت و تاج ہو خاقان کے لئے، لیکن ہمارا مطلوب صرف ذاتِ حق ہے،
اور ہماری جان صرف اسی کی محبّت کے لئے ہے۔

اِن کلمات طیّبات میں حضرت ابوالخیرؒ نے تمام کائنات سے قطع نظر کر کے صرف مالکِ حقیقی کی طلب کی ہے۔ اور صرف اسی کی ذات کو اپنا مقصود و مطلوب ٹھہرایا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند جو متاخرین علماء ربانی سے ہیں، اپنے ایک قصیدہ میں جو حضرات چشتیہ صابریہ امدادیہ کے ذکر جمیل میں ہے، اسی مذکورہ حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔ ؎

بکش از اندرونم الفتِ غیر   بشو از من ہوائے کعبہ و دیر

درونم را بعشقِ خویشتن سوز   بہ تیرِ دردِ خود جان و دلم دوز

(ترجمہ) اے مولیٰ کریم! میرے باطن سے غیر کی محبّت و اُلفت کو مٹا دے، اور میرے دل سے کعبہ کی محبّت اور بُت خانہ کی نفرت سب ختم کر دے۔ میرے باطن کو اپنی آتشِ عشق سے جلا دے۔ اور اپنی محبّت اور اپنے درد سے میرے دل کو چھلنی کر دے۔ (مناجاتِ مقبول ص ۲۲۷)

ناظرین غور فرماویں کہ ایک عارف ربانی اور عالم لاثانی نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ ماسوا کی محبّت اور غیرِ حق کی طلب اور خواہش اس کے دل سے بالکل مٹا دی جائے، اسے نہ کعبہ کی طلب ہے، اور نہ بُت خانہ کی نفرت، وہ صرف ذاتِ حق کا طالب اور اسی کا خواہاں ہے۔ قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ۔

عاشقانِ الٰہی جن کے عالی مدارج پر قیامت کے دن انبیاء اور شہداء رشک کریں گے

اس اہم مضمون کے اختتام پر ناظرین کے سامنے وہ حدیث شریف ذکر کی جاتی ہے جس میں عاشقانِ الٰہی اور ذاتِ حق سے محبّت کرنے والوں کے عالی درجات کا ذکر

جمیل ہے۔

عَنْ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَاُنَاسًا مَّا ھُمْ بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُھَدَاءَ یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّھَدَاءُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِمَکَانِھِمْ مِنَ اللّٰہِ۔ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُخْبِرُنَا مَنْ ھُمْ۔ قَالَ ھُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَھُمْ وَلَا اَمْوَالٍ یَتَعَاطَوْنَھَا فَوَاللّٰہِ اِنَّ وُجُوْھَھُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّھُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ۔ وَقَرَءَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ باب الحبّ فی اللہ صـ ۴۲۶)

حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ کے بندوں سے کچھ ایسے بندے ہیں جو کہ نہ نبی ہیں اور نہ شہید ہیں، لیکن ان کے عالی درجات کی وجہ سے قیامت کے روز نبی اور شہید اُن پر رشک کریں گے، اللہ کریم کے ہاں وہ ایسے محترم ہونگے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہمیں اُن کے بارہ میں خبر دیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو صرف ذات حق کے لئے لوجہ اللہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، نہ اُن کا آپس میں خون کا تعلق ہوتا ہے، اور نہ کاروبار کا بے شک ان کے چہروں پر نور برستا ہے اور وہ لوگ علی نور ہوتے ہیں۔ اور نہ وہ خوف زدہ ہونگے جبکہ لوگ خوفزدہ ہونگے، اور نہ وہ غمگین ہونگے جب کہ لوگ غمگین ہونگے، پھر یہ آیت پڑھی۔ بیشک اولیاء اللہ ایسے ہیں جن پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم کرینگے۔ (پ ۱۱)

قارئین کرام حضرت پادشاہ دوجہاں جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیریؒ کی تمام حیات طیبہ پر پوری توجہ سے ایک نگاہ ڈالیں، اور یہ معلوم کریں کہ حضور مخدوم پاکؒ اخلاص اور محبت کے

کس عالی مقام پر فائز ہیں اور بارگاہ ایزدی میں کس بلند مرتبہ کے حامل ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضور مخدوم پاکؒ کے بلند مقامات عالی درجات اور حضور اقدس کے فضائل و کمالات کا سمجھنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔

ایک عارف کا قول ہے ؎

منبع سرّ نبوّت ہم ولایت حیدری
آفتاب چشتیاں مخدوم صابر کلیریؒ

(ترجمہ) حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیریؒ نبوّت اور ولایت حیدری دونوں کے سرچشمہ ہیں اور تمام چشتیوں کے لئے آپ آفتاب ہیں یعنی اوّلین و آخرین سب چشتیوں کے لئے آفتاب

شیخ کامل کی مافوق العادت قوّت

شیخ کامل کو ذکر الٰہی کے لئے حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے مافوق العادت اور فہم و ادراک سے بالاتر ایک خاص قوّت عطا کی جاتی ہے چنانچہ اس کی ذاتِ گرامی سے ایسے افعال کا ظہور اور ایسے امور کا صدور ہوتا ہے جس کے سمجھنے سے انسانی عقل عاجز و قاصر ہوتی ہے۔

جیسا کہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور قطبُ الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین صاحب بختیار کاکی اوشی اوّلینے الارواحؒ اور قاضی حمید الدین صاحب ناگوریؒ دونوں حج کے لئے تشریف لے گئے، طوافِ کعبہ شریف کے دوران حضور قطب صاحبؒ نے ایک ایسے صاحبِ کمال شخص کو دیکھا جس کے وجود سے ولایت کے آثار ظاہر باہر تھے۔ اور طواف کرتے ہوئے وہ شخص حضور قطب صاحب کے آگے آگے چلا جا رہا تھا۔ حضور قطب صاحب نے حصولِ برکت کے لئے اُس کے قدم بقدم چلنے

کی بسی کی۔ وہ شخص فوراً اس سے مطلع ہو کر بولا۔
"میری اتباع چاہتے ہو تو میری ظاہری اتباع کے ساتھ ساتھ میری باطنی اتباع بھی کرو" حضور قطب صاحبؒ نے عرض کیا کہ وہ باطنی اتباع کیا ہے۔ اس صاحب نے جواب میں فرمایا کہ:-
"میں روزانہ بیس ہزار مرتبہ قرآن مجید پڑھتا ہوں۔ تم بھی ایسے ہی کیا کرو"
اس بات کو سن کر حضور قطب صاحب اور جناب قاضی حمید الدین صاحب دونوں متحیر ہو کر آپس ہی گفتگو کرنے لگے۔ اور یہ سوچنے لگے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بیس ہزار مرتبہ پورے قرآن مجید کی تلاوت ایک دن ہی کر لے۔ اور دونوں اصحاب نے خیال کیا کہ یہ صاحب کسی آیت کو پڑھ لیتے ہونگے یا کسی سورت کا کچھ حصہ پڑھ لیتے ہونگے۔
ایسا خیال ہی کر رہے تھے تو وہ صاحب اس سے مطلع ہو کر فرمانے لگے کہ ایسا نہیں جیسا آپ خیال کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں روزانہ تمام کلام الٰہی کو حرف بحرف بیس ہزار مرتبہ ختم کرتا ہوں۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ بِفَضْلِہٖ

شیخ کامل عرش معلیٰ کے گرد کھڑے ہو کر پانچوں وقت نماز ادا کرتا ہے

حضور بابا فرید الدین گنج شکر مسعود العلیہؒ نے فرمایا کہ درویش کو ستر ہزار مقامات طے کرنے پڑتے ہیں۔ ان سے پہلے ہی مقام پر درویش کے لئے یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ہر روز پانچوں وقت کی نماز عرش معلیٰ کے گرد کھڑے ہو کر ساکنان عرش کے ہمراہ ادا کرتا ہے۔ اور جب وہاں سے درویش واپس آتا ہے تو ہر وقت اپنے آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھتا ہے۔ اور درویش جب وہاں سے واپس آتا ہے تو تمام جہان کو اپنی انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہے۔

اور فرمایا کہ یہ درویش کی ابتدائی حالت ہے اور جب وہ ستر ہزار مقامات طے کر لیتا ہے تو پھر اس کی کیفیت عقل و فہم میں نہیں آ سکتی۔ اس میں غیر کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اور یہ ایک بھید ہے مولیٰ کریم اور بندے کے درمیان، جسے صرف خدا ہی جانتا ہے۔

خدا کا مقام آسمان میں ہے یا زمین میں

حضور بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ کی آنکھوں سے غلبۂ شوقِ دیدِ باری تعالیٰ اور غایتِ اشتیاقِ رؤیتِ حق تعالیٰ میں خون جاری ہوا۔ جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ میں پہلے ہی قدم پر عرشِ معلّٰی پر جا پہنچا تھا، اور میں نے عرشِ معلّٰی کو پکارا۔ اے عرش لوگ کہتے ہیں کہ دوست نے تجھ پر قیام فرمایا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ (پ ۱۶)

عرش نے کہا کہ اے بایزید اس بات کا یہ کونسا موقع ہے، مجھے بھی لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے دل میں رہتا ہے، اے بایزید بہت سے آسمان کے رہنے والے ایسے ہیں جو اہلِ زمین سے حق تعالیٰ کا پتہ پوچھتے ہیں، اور بہت سے اہلِ زمین ایسے ہیں جو ساکنانِ عرش سے اللہ رب العزت کا پتہ پوچھتے ہیں۔

جسے تو حرم میں ڈھونڈتا ہے مجھے تو کلیسا میں وہ مل گیا
تجھے کیا ملا ہے زاہد یہ نظر نظر کی تلاش ہے

حق تعالیٰ کے منظورِ نظر بندے

ایک موقع پر حضرت شیخ احمد معشوقؒ کے بارہ میں ذکر ہوا تو حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ موسمِ سرما میں شیخ احمد معشوقؒ

چلہ کشی کر رہے تھے، آدھی رات کو وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور شدید سردی میں بہتے ہوئے پانی میں ایسی جگہ پر جا کر کھڑے ہو گئے جہاں ہلاکت دکھائی دے رہی تھی، اور اپنے پروردگار سے کہنے لگے :-

الٰہی! میں اس جگہ سے اس وقت تک باہر نہ جاؤنگا جب تک کہ تو مجھے یہ نہ بتائے کہ میں کون ہوں، تب انہوں نے غائب سے آواز سنی کہ تو وہ ہے کہ کل قیامت کے روز تیری شفاعت سے اتنے آدمی دوزخ سے نجات پائیں گے۔ شیخ احمد نے کہا کہ اتنی بات میرے لئے کافی نہیں، پھر اس نے آواز سنی کہ کل قیامت کے روز اتنے آدمی تیری مہربانی سے بہشت میں جائیں گے، شیخ احمدؒ نے کہا کہ میں اس پر بھی کفایت نہیں کرتا ہوں، بلکہ میں نے یہ معلوم کرنا ہے کہ میں کون ہوں؟

اُس وقت اس نے آواز سُنی کہ :-

"ہم نے حکم دیا ہے کہ تمام درویش اور تمام عارفین ہمارے عاشق ہوں لیکن تو ہمارا معشوق ہے۔"

تب خواجہ احمدؒ پانی سے باہر آئے، اور پھر جہاں بھی جاتے تھے اُنہیں شیخ احمد معشوق کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (فوائد الفواد)

اولیاء اللہ کی اسرارِ تکوینی پر اطلاع

حضور بابا فرید الدین گنج شکر مسعود العٰلمینؒ کے بارہ میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ پانچ درویش حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ درویش تند مزاج اور سخت دلبر تھے، اُنہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ بہت سیر و گشت کر چکے ہیں مگر اُنہیں کوئی درویش نہیں ملا۔

حضور باباصاحب گنج شکرؒ نے فرمایا کہ بیٹھو۔ تاکہ میں تمہیں کوئی درویش دکھا دوں۔ ان لوگوں نے حضور باباصاحبؒ کے فرمان کی کچھ پروانہ کی، اور وہاں سے چل دیئے۔

حضور باباصاحبؒ نے فرمایا کہ "جب تم جا رہے ہو تو پھر جنگل کی راہ سے نہ جانا، بلکہ دوسرے راستہ سے جانا"۔ ان درویشوں نے حضور باباصاحبؒ کے فرمان کی خلاف ورزی کی اور جنگل کے راستہ سے چلے گئے۔

حضور باباصاحبؒ نے ایک شخص کو ان کے پیچھے بھیجا تاکہ وہ یہ معلوم کرے کہ وہ لوگ کس راستہ سے گئے ہیں۔ وہ شخص خبر لایا کہ وہ لوگ جنگل کے راستہ سے گئے ہیں، حضور باباصاحبؒ نے جب یہ خبر سنی تو ہائے ہائے کر کے رو دیئے۔ اور ایسے روئے جیسے کوئی شخص کسی کا ماتم کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے آکر خبر دی کہ وہ پانچوں درویش بادِ سموم کی زد میں آگئے تھے۔ اُن سے چار تو وہاں ہی لُو لگنے سے مر گئے، اور پانچواں کنوئیں پر پہنچ کر کثرتِ آبنوشی سے ہلاک ہو گیا۔ (عیاذاً باللہ)۔

اولیاء اللہ کی دُوررس نگاہیں

ایک مرتبہ حضور قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین صاحب بختیار کاکی اوشی اوّلین الارواحؒ کے بارہ میں ذکر ہوا تو حضور خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ عید کا دن تھا اور حضور قطب صاحبؒ عیدگاہ سے واپس تشریف لا رہے تھے، راستہ میں جہاں اب حضور قطب صاحبؒ کا روضۂ اقدس ہے وہاں ٹھہر گئے۔ اس وقت وہ جگہ خالی میدان تھا۔ وہاں کوئی قبر یا گنبد نہ تھا۔ حضور قطب صاحبؒ کافی دیر تک وہاں ٹھہرے رہے تو خدام نے عرض کیا کہ حضور آج عید کا دن ہے، اور تمام

مخلوق اس انتظار میں ہے کہ حضور اپنی رُشدگاہ پر تشریف لائیں اور طعام تناول فرماویں۔ حضور اتنی دیر کیوں فرما رہے ہیں۔؟

حضور قطب صاحبؒ نے فرمایا:۔

"مجھے یہاں سے دلوں کی خوشبو آتی ہے"۔

اسی وقت حضور قطب صاحبؒ نے زمین کے مالک کو طلب فرمایا۔ اور وہ قطعۂ زمین اپنے مال سے خرید کر لیا۔ اور اپنے مدفن کے لئے اس جگہ کو انتخاب فرمایا۔

حضور خواجہ نظام الدین اولیاء جب اس قدر ذکر خیر فرما چکے تو حضور آبدیدہ ہو کر فرمایا"۔ دیکھو تو سہی یہاں کون لوگ آسودۂ خواب ہیں۔؟"

(۱) اولیاء اللہ کا وصال کے بعد امداد فرمانا

صاحب کلاہِ فقر نے اور راد نصیریہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ روشن چراغ چشتی دہلوی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے پیر و دستگیر حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی چشتی رضی اللہ عنہ کی حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی قدس سرہٗ سے عالم واقعہ میں ملاقات ہوئی۔ اُس وقت حضور غوث پاکؒ نے فرمایا کہ اے سید نظام الدین اولیاء آپ کے وجودِ باجود سے محبوبیت کی خوشبو آتی ہے اور میرے حضرت غفور رحیم نے آپ کو منصبِ محبوبیت عطا فرمایا ہے۔ اس لیئے ذکر حضوری میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔ آپ ہمیشہ اس کی مداومت کریں۔

اور حضرت محبوب الٰہی چشتیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضرت غوث الثقلینؒ نے ذکر حضوری کے مجاہدۂ ظاہری سے مشاہدۂ باطنی اور معاینہ تک تلقین فرمائی ہے (کلاہ فقر ۱۰۱)

(۲) اولیاء اللہ کا وصال کے بعد امداد فرمانا

مولانا احمد حسن صاحبؒ سے مروی ہے کہ حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب

مہاجر مکیؒ نے فرمایا کہ جب میں اوّل اوّل مکہ مکرمہ میں آیا تو فقر و فاقہ کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ متواتر نو روز تک بجز آبِ زمزم کے کھانے پینے کو کچھ نہ ملا۔ تین چار روز گئے بعد بعض احباب سے قرض مانگا۔ اُنہوں نے باوجود وسعت کے انکار کیا۔ تب میں نے سمجھا کہ یہ امتحان ہے۔ بس میں نے عہد کرلیا کہ اب کسی سے قرض نہ لونگا۔ اور ضعف سے یہ حالت تھی کہ نشست و برخاست مشکل تھی۔ آخر نویں دن حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ اجمیری ہندالولی غریب نوازؒ عالم واقع میں میرے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے امداد اللہ تم کو بڑی تکلیف اُٹھانا پڑی ہے۔

اب تیرے ہاتھوں لاکھوں روپے کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے، میں نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ امانت بڑی سخت ہے۔ ارشاد ہوا کہ اچھا تمہاری مرضی۔ مگر اب مایحتاج خرچ ملا کریگا، اور بلا منّتِ دیگرے مصارفِ روزمرّہ چلتے رہیں گے۔

(کراماتِ امدادیہ ص۵)

شیخ کامل کی بروقت امداد

حضور قبلہ حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ چشتی صابری نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں صحرا میں پھر رہا تھا۔ ایک جھاڑی میں آدمی کے آثار معلوم ہوئے، غور کرنے پر پتہ چلا کہ یہ تو وہی مجذوب حافظ غلام مرتضٰی صاحب ہیں، مجھ کو دیکھ کر وہ بیٹھ گئے۔ اُن کے ساتھ ہی میں بھی بیٹھ گیا۔

اُنہوں نے مجھے جذب کی توجہ دینا شروع کی۔ جب مجھے جذب کے آثار معلوم ہونے لگے تو میں نے اپنے حضرت پیر و مرشد کا تصوّر کیا۔ اسی وقت حضرت پیر و مرشد

(نوٹ) حضور خواجہ صاحب کا سنِ وصال ۶۳۳ھ ہے۔ اور حضور حاجی صاحب کا سنِ وصال ۱۳۱۹ھ ہے، تقریباً سات سو سال کا فرق ہے ۱۲

میرے اور اُس مجذوب کے درمیان حائل ہو گئے۔ مجذوب صاحب تبسّم کرنے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تمہاری طرح دیوانگی پسند نہیں ہے۔

(کرامات امدادیہ ص۵)

ذکرِ الٰہی نفسِ امّارہ کی موت ہے

شیخِ کامل مُرید کو ذکرِ الٰہی کا ایسا طریق بتلاتا ہے جو مُرید کے باطن کی اصلاح کے لیے اس کے عین مناسبِ حال ہوتا ہے۔ اور مُرید اس میں اپنے لیے عظیم راحت پاتا ہے۔ شیخ اُسے ذکرِ خفی کی تلقین کرتا ہے جس کی برکت سے مُرید مشاہدۂ انوارِ الٰہی میں مستغرق رہتا ہے۔ اور اس کے دل سے دنیا کی محبت اُٹھ جاتی ہے۔ اور وہ خلق سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کا نفسِ امّارہ ایندھن کی طرح جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔

ذکرِ خفی کی برکت سے مُرید کو ذکرِ قلبی نصیب ہو جاتا ہے، اور ذکرِ قلبی کی مدد سے شعورِ دائمی نصیب ہو جاتا ہے۔ اور یہی فنا کا مقام ہے جہاں مُرید ہر طرح کی نسبتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور فنا کا دوسرا نام بقا ہے۔ شیخِ کامل بحرِ بیکراں کی طرح وسیع النظر اور عالی حوصلہ ہوتا ہے۔ اس میں کتنے ہی طوفان اُٹھیں، موجیں برپا ہوں، مگر اس میں جوش، شورش اور شور و غل مطلق برپا نہیں ہوتا۔

ذکرِ الٰہی کا اصل مأخذ

شیخِ کامل مُرید کو بعض اوقات خلوت کا حکم دیتا ہے تاکہ وہ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچے جن کا شمار مُردوں میں ہوتا ہے۔

كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ — اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہے زندہ

لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ — انسان کی ہے، اور جو شخص خدا کو یاد نہیں کرتا
(رواہ البخاری و مسلم) — اس کی مثال مُردہ انسان کی ہے۔

اور شیخ کامل بعض اوقات مُرید کو کم خوری کا حکم دیتا ہے تاکہ اسمیں خواہشاتِ نفسانی کم پیدا ہوں، اور گاہ ذکرِ الٰہی کی کثرت کا حکم دیتا ہے تاکہ مُرید کی ذات اور اُس کا باطن ذکرِ الٰہی کی برکت سے تاریکی اور ظلمت سے پاک ہو جائے۔ اور انوار و تجلیاتِ ربّانی کا متحمل ہو سکے۔ اور امانت کے بارِ گراں کو اٹھا سکے، شیخ کامل کی نظرِ کرم بڑی دولت اور نعمتِ عظمٰی ہے ؎

بندۂ یک مردِ روشن دل شوی : بہ کہ بر فرقِ سرِ شاہاں روی !

(ترجمہ) اے طالب اگر تو ایک روشن دل اور صاحبِ ایمان مردِ کامل کا غلام بن جائے تو یہ بات بادشاہوں کے سروں پر چلنے پھرنے سے بہت بہتر ہے۔ یعنی تیرے قدم اگر بادشاہوں کے سروں پر بھی پہنچ جائیں تو یہ بات کوئی مفید نہیں، بلکہ اس سے بہتر یہ ہے کہ تو ایک صاحبِ دل روشن ضمیر شخص کا غلام بن جائے۔

ذکرِ الٰہی کے اصل ماخذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

جَاءَ عَلِیٌّ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ دُلَّنِیْ اِلٰی اَقْرَبِ الطُّرُقِ اِلَی اللّٰہِ وَاَفْضَلِہَا عِنْدَ اللّٰہِ وَاَسْہَلِہَا لِعِبَادَتِہٖ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکَ بِمُلَازِمَۃِ الذِّکْرِ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ! مجھ کو وہ راہ بتائیے جو سب راہوں سے زیادہ قریب ہو اللہ کی طرف، اور وہ راہ سب راہ سے افضل ہو خدا کے نزدیک، اور اس کے بندوں کے لئے دوسرے سے آسان ہو۔ حضور علیہ السلام نے

فِی الْخَلْوَۃِ - فَقَالَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کَیْفَ اَذْکُرُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ غَمِّضْ عَیْنَیْکَ وَاسْمَعْ مِنِّیْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَعَلِیٌّ یَسْمَعُ۔ ثُمَّ قَالَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْمَعُ ثُمَّ لَقَّنَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ الْحَسَنَ الْبَصْرِیَّ وَھٰکَذَا حَتّٰی وَصَلَ اِلَیْنَا۔

(القول الجمیل)

فرمایا کر تو تنہائی میں دائمی ذکر کو اپنے لئے لازم کر لے حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ ذکر کیسے کروں یا رسول اللہ، تب حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے علیؓ اپنی آنکھوں کو بند کر اور مجھ سے تین بار سن۔ سو حضور علیہ السلام نے فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تین بار، اور حضرت علیؓ سنتے تھے۔ پھر علی مرتضیٰؓ نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تین بار اور حضور علیہ السلام سنتے تھے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ طریقۂ ذکر حضرت امام حسن بصریؒ کو تلقین و تعلیم فرمایا اور آگے یہ مشائخ اپنے مریدین کو تلقین کرتے رہے حتیٰ کہ یہ طریقہ ہمارے تک پہنچا۔

شیخ سے محبت و عقیدت اور اُس کی معیت

شیخ کامل مُرید سے اپنی ذات کے لئے نہ کچھ خدمت چاہتا ہے اور نہ کوئی عبادت، شیخ صرف یہ چاہتا ہے کہ مُرید اس کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھے کہ اس کا شیخ کامل اور مُوَفَّق مِنَ اللّٰہ ہے اُسے معرفت، بصیرت اور قربِ حق تعالیٰ حاصل ہے، عمر بھر مُرید کو اسی عقیدہ پر رہنا چاہیئے۔ اگر مُرید کو ایسی عقیدت و محبت نصیب ہو جائے تو وُہ ذاتِ شیخ سے یقیناً فائدہ اٹھائیگا۔

شیخ کامل سے محبت اور اُس کی ذاتِ گرامی سے عقیدت ہی دراصل طالبانِ حق کے لئے کامیابی اور کامرانی کا واحد ذریعہ ہے اور محبت و عقیدت کا مقام تمام

قسم کی مالی وجانی عبادات اور خدمات سے بہت ارفع واعلیٰ ہے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَتَی السَّاعَۃُ۔ قَالَ وَیْلَکَ مَا اَعْدَدْتَ لَھَا۔ قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَھَا اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَھُمْ بِھَا۔

(رواہ البخاری ومسلم)

(مشکوٰۃ ص۴۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تیری خرابی ہو تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے عرض کیا کچھ تیاری نہیں کی صرف اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تو قیامت کے روز اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ دنیا میں تیری محبت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد کبھی ایسی خوشی نہ ہوئی تھی جیسے اس بات کو سنکر خوشی ہوئی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس بیانِ حقیقت ترجمان سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ راحتِ بے پایاں اس لئے نصیب ہوئی تھی کہ اس بیان میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور علیہ السلام کی معیّت روزِ قیامت کی خوشخبری دی گئی تھی اور ایمان اور اُس کے تقاضوں کو پورا کرنے کا مقصدِ وحید بھی یہی ہے کہ مومنین کو روزِ آخرت میں حضور پُرنور حضرت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت اور معیّت نصیب ہو جائے۔

اِس لیئے کہ اس آنے والے وقت میں تمام دُنیوی تعلقات اور تمام نسبی رشتہ داریاں ختم اور منقطع ہوجائیں گی، صرف اہلِ ایمان کی دوستی اور اُن کی محبت و مؤدت کام آئے گی۔

كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالىٰ — جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۔ ر ۲۵

روزِ قیامت تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے۔ ہاں صرف مومنین کرام ایک دوسرے کی دوستی کا دم بھریں گے۔

محبتِ ذات اور محبتِ صفات

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے محبت کے بارہ میں فرمایا ہے کہ محبت کا مقام تمام مقامات سے اعلیٰ ارفع ہے۔ اور اس مقام کے لائق وہی شخص ہوتا ہے جس کا قلب تمام مرادات سے فارغ ہوتا ہے، اور جسے طلبِ حق کے بغیر کچھ مقصود و مطلوب نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا کہ حضور خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ نے فرمایا ہے کہ محبت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک محبتِ ذات اور دوسری محبتِ صفات۔ اور فرمایا کہ محبتِ ذات صرف اللہ تعالیٰ کے خاص عطیات اور مواہب سے ہے اس سے عمل اور کسب کو تعلق نہیں ہے، البتہ محبتِ صفات کے لیئے عمل و سعی کو دخل ہے اور جو طالب بھی محبت کے راستہ پر چلتا ہے اُسے ایک دشوار گذار راستہ طے کرنا پڑتا ہے اور اس کی راہ میں کئی چیزیں حائل اور رکاوٹ پیدا کرنے والی ہوتی ہیں، جنہیں بڑی ہی پامردی سے راستہ سے ہٹانا پڑتا ہے۔

چنانچہ سیر العارفین کے حوالہ سے حضور سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی صاحبؒ

نے فرمایا ہے کہ جب کوئی طالبِ حق محبّت کے راستہ میں قدم بڑھاتا ہے تو اُسے چار چیزیں پیش آتی ہیں، جو اس کی راہ میں حائل ہوتی ہیں (۱) خلق (۲) دنیا (۳) نفس (۴) شیطان، اور فرمایا کہ خلق کو دور کرنے کا طریقہ گوشہ نشینی ہے، اور دنیا کو دفع کرنے کا طریقہ قناعت ہے، اور نفس و شیطان دونوں کو دفع کرنے کے لئے دم بدم ذکرِ الٰہی اور قدم بقدم یادِ حق اور ہر ساعت و ہر آن اُس ذاتِ حیّ و قیّوم سے دعا و التجاء کرنا چاہیئے۔ نفس اور شیطان چونکہ انسان کے ازلی اور قدیم دشمن ہیں، اس لئے جہاں تک اِن کے بس میں ہوتا ہے وہ انسان کو ورغلا کر اور بدراہ کر کے اپنے خالق کی محبّت سے دور کر کے اسے غیر کی محبّت میں پھنسا دیتے ہیں۔

پھر حضور موصوف نے "مونس الارواح" کے حوالہ سے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت امام حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ محبّت کے مقام میں کتنے عرصہ میں پہنچے، آپ نے فرمایا تین روز میں، پہلے روز دُنیا کو ترک کیا، دوسرے روز آخرت کو ترک کیا اور تیسرے روز مقامِ محبّت میں جا پہنچا۔ اسی طرح مقامِ محبّت تک رسائی کے لئے حضرت رابعہ بصریہؒ سے منقول ہے، اُنھوں نے فرمایا کہ طلبِ محبّت میں اُنھوں نے پہلے قدم پر اپنے آپ کو گم کیا، اور دوسرے قدم پر آخرت کو گم کیا، اور تیسرے قدم پر مقامِ محبّت میں پہنچ گئیں۔

(فوائد الفواد)

ذکرِ خفی اور ذکرِ جلی

حضرت خواجہ روشن چراغ نصیر الدین دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ سالک کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس کی اصلی زندگی وہی ہے جو اس نے یادِ الٰہی میں صرف کی ہے، اور جو کچھ اس کے سوا ہے وہ موت ہے، پھر فرمایا کہ انسان کو کسی ساعت بھی یادِ الٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہیئے، جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔ (پ۵) — پس تم اللہ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی۔

اور فرمایا کہ طالب کو چاہیئے کہ دم بدم اور ہر ساعت یادِ الٰہی میں مشغول رہے، اور کوئی ساعت بھی غفلت میں نہ گذارے، اور فرمایا کہ یہ دائم الفرض ہے یعنی ہر دم اسم ذات کے ذکر میں محو رہے۔ یہ فرضِ دائمی ہے اور فرمایا کہ چار فرض وقتی ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ مگر پانچواں فرض دائمی ہے اور وہ ذکرِ الٰہی ہے اس لئے انسان کو سانس اندر لے جاتے وقت اور سانس کو باہر نکالتے وقت ہر آن ذاکر رہنا چاہیئے تاکہ اس دائمی ذکر کی برکت سے ذاکر کے قلب کی اصلاح ہو جائے، جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے:۔

لِكُلِّ شَيْءٍ صَقَالَةٌ وَّصَقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ۔ (رواہ البیہقی) — ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی صاف کرنے والی چیز ہے اور دلوں کو صاف کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

اور حضور خواجہ نصیر الدین روشن چراغ دہلویؒ نے فرمایا کہ بعض ایسے سالک ہوتے ہیں جن کی زبان ساکت ہوتی ہے لیکن ان کا قلب ذاکر ہوتا ہے اور ذکرِ خفی کو وہ خود اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ مِنْهُ بِفَضْلِهٖ وَمَنِّهٖ۔

حضرت سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی صاحبؒ سے منقول ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں، ذکرِ جلی اور ذکرِ خفی، ذکرِ جلی کا طریقہ یہ ہے کہ سالک پہلی بار تین مرتبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہے اور چوتھی بار محمد الرسول اللہ کہے، پھر سالک پانچ مرتبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہے اور چھٹی بار محمدٌ رسول اللّٰہ کہے، یہ ذکر نفی و اثبات ہے ؎

تا بجاروبِ لَا نروبی دل را — نرسی در مقامِ اِلَّا اللّٰہ

(ترجمہ) اے ذاکر جب تک تو لاَ کے جھاڑو سے دل کو صاف وستھرا نہ کرے گا تب تک تو اِلاّ اللہ کے مقام تک نہیں پہنچے گا۔
یعنی ذکر نفی و اثبات سے دل کی صفائی حاصل ہوگی، اس کے بغیر صفائی نہ ہوگی۔

ذکر خفی کے بارہ میں حضور پُر نور حضرت بابا فرید صاحب گنج شکرؒ سے منقول ہے کہ سالک دم بند کر کے ذکر کرے، مُنہ بند کر کے ناک کے راستہ سے سانس لے۔ اس طرح دل صاف ہو جاتا ہے اور اس کے اردگرد کی غلاظتیں جل کر راکھ ہو جاتی ہیں۔

شیخ کامل اسماءِ الٰہی کے اسرار سے واقف ہوتا ہے

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے اسماء اس کی ذات صرفہ کی صفات لامحدودہ اور نعوتِ غیر متناہیہ کے مظاہر ہوتے ہیں، اور شیخ کامل ان اسماءِ جلالی وجمالی وکمالی کے اسرار سے واقف اور ان کی خصوصیات کا محرم ہوتا ہے، اس لئے وہ طالبِ حق مبتدی کے لئے اس کی طبیعت کے مطابق اس کی امراض باطنی کو دُور کرنے کے واسطے حسبِ حال اذکار و اشغال و وظائف کا حکم دیتا ہے چنانچہ جس طالب کی طبیعت میں عُجب، پندار اور حماقت کا غلبہ ہوتا ہے، پیر روشن ضمیر اس کی اصلاح کے لئے اسماءِ جلالی کے ذکر کی تلقین کرتا ہے، اور جس طالب کی طبیعت میں عجز و انکسار اور تواضع و فروتنی پائی جاتی ہے، اس کے لئے شیخ کامل اسماءِ جمالی کے ذکر کی تلقین کرتا ہے اور جس طالب کی طبیعت کو شیخ کامل اسرار الٰہی کے لئے مناسب اور موزوں دیکھتا ہے اور اسے بلند نصیب اور ارجمند بخت پاتا ہے، اُسے جلد فارغ کرنے کے لئے اور منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے

اسماءِ کمالی کے ذکر کی تلقین کرتا ہے، اور یہ چیز انعاماتِ الٰہی اور عطیاتِ ربانی سے ہے، جس میں کسی کی محنت و کسب کو دخل نہیں ہے۔
" ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ "

حیاتِ رُوحی و مماتِ نفسی

شیخ کامل کے لئے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صفت
تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ — میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا
کے بحرِ بیکراں سے سیر کام اور فیضیاب ہوتے ہوئے خواب اور بیداری دونوں حالتوں میں اللہ کریم کی طرف سے مکالمہ اور مکاشفہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور مُرید شیخ کے لئے ایک خدائی امانت ہوا کرتا ہے جس میں وہ باذنِ اللہ تصرّف کرتا ہے اور اسے حیاتِ رُوحی اور مماتِ نفسی سے شادکام کرتا ہے ؎

پیرِ رومی خاک را اکسیر کرد — از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

(ترجمہ) پیرِ رومیؒ نے میری خاک کو کمال توجہ سے اکسیر بنا دیا ہے اور میری گرد و غبار سے کیا کیا رنگا رنگ پھول کھلا دیئے ہیں۔

شیخ کامل بندگانِ خدا کی طرف سے سلیم الصدر ہوتا ہے اور
اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ — تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا عیال ہے (رواہ البیہقی)
کے تحت تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا عیال سمجھ کر اس سے گہری دلچسپی اور دلی ہمدردی کا ثبوت دیتا ہے اور شاہ و گدا، امیر و غریب اور ہر چھوٹے بڑے سبھی کے لئے وہ انعاماتِ خداوندی کے صرف کرنے میں سخی ہوتا ہے۔

شیخ کامل صاحبِ دِل ہوتا ہے اور اس کا باطن ذکرِ الٰہی سے ہمیشہ پُرجوش رہتا ہے اور وہ معرفتِ الٰہی کی اس نعمتِ عظمیٰ سے ایسے ارادت مندوں کو بہرہ ور

اور شاد کام کرتا ہے جو صاحبِ علم اور پیکرِ عمل ہوتے ہیں، مُردہ دل اور غفلت شعار لوگ اس کے بارِ گراں کو اٹھانے کی ہمت اور اہلیت نہیں رکھتے۔

شیخ کامل صاحبِ ذکر ہوتا ہے جس کا قلب ذکرِ الٰہی سے ہمیشہ پر جوش اور بیدار رہتا ہے، اور اسم ذات کی برکات سے اس کا تمام بدن عالم برزخ میں ہر طرح کی آفات سے محفوظ رہتا ہے اور اسے حیاتِ جاودانی حاصل ہوتی ہے

گر جُدا بینی زحق خواجہ را　　　گم کنی ہم متن وہم دیباچہ را

(ترجمہ) اے طالب اگر تو نے اپنے پیر و مُرشد اور ذاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو الگ الگ جانا تو تو نے اصل کتاب اور دیباچہ دونوں کو گم کر دیا۔ نہ تیرے پاس کتاب رہی اور نہ اُس کا دیباچہ رہا۔

ذاتِ حق اصل کتاب ہے جس کے لئے ذاتِ شیخ دیباچہ ہے جس نے دیباچہ کو گم کر دیا وہ اصل کتاب کو بھی نہ پا سکے گا۔

فنا فی الشیخ کا مقام

شیخ کامل صاحبِ کمال ہوتا ہے جس کی نظرِ کرم اور توجہ رُوحی سے مُرید فنا فی الشیخ کے مقام کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ مُرید کی ذات شیخ کی ذات کے لئے مسکن اور محل بن جاتی ہے اور شیخ اپنے محل اور مسکن کو صاف اور عمدہ بنانے کے لئے پُوری پُوری توجہ صرف کرتا ہے ۔

جب فنا تم پیر میں ہو جاؤ گے　　　غیب سے حاضر خدا تم پاؤ گے ؛

شیخ کامل فیاض ہوتا ہے جس کا کلام امراضِ قلبیہ کے لئے دوا اور جس کی نگاہ عوارضِ رُوحانیہ کے لئے شفا ہوتی ہے۔

کَلَامُهُمْ دَوَاءٌ وَّ نَظْرُهُمْ شِفَاءٌ　　　اللہ والوں کی کلام دوا اور اُن کی نگاہ شفا ہوتی

وَهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ۔ (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ)

یہ وہ ایسے خوش بخت ہوتے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔

وسعتِ قلبِ مؤمن

شیخ کامل وہ صاحبِ دل ہوتا ہے جس کی قلبی وسعتوں کے لئے نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی مقدار، جیسا کہ ذیل کی مشہور روایت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَ لَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ۔ (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ)

اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میری زمین اور میرا آسمان میرے لئے وسعت نہیں رکھتے۔ لیکن میرے بندۂ مومن کا دل میرے لئے وسعت رکھتا ہے۔

حضور پُرنور حضرت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری ہند الولی غریب نوازؒ نے، مذکورہ روایت کا ایک رباعی میں اپنے الفاظ میں یوں ترجمہ کیا ہے ؎

مرا در دل بغیر از دوست چیزے در نمی گنجد
بخلوت خانۂ سلطان کسے دیگر نمی گنجد
درونِ قصرِ دل دارم یکے شاہے کہ گر گاہے
ز دل بیروں زند خیمہ بہ بحر و بر نمی گنجد

(ترجمہ) میرے دل میں میرے دوست کے بغیر کوئی بات یا کوئی خیال نہیں گذرتا۔ میرا دوست ایک بادشاہ ہے اور اس کے محل اور اس کی قیام گاہ میں کوئی دوسرا شخص نہیں گذر سکتا، اور نہ اسمیں کوئی سما سکتا ہے، میرا دل ایک عظیم الشان اور بے نہایت

فراخ اور وسیع محل ہے جو ایک عالی مرتبت بادشاہ کی قیام گاہ ہے۔ وہ عالی مرتبت اور شانِ رفیع کا مالک بادشاہ اگر کبھی میرے دل سے باہر ہو کر زمین و آسمان میں فروکش ہونا چاہے تو یہ تمام مخلوق اس کی خیمہ گاہ کے لئے بھی کافی نہیں ہوتی۔ تعالیٰ اللہ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

شیخ کامل اسرارِ الٰہی کا حامل ہوتا ہے

شیخ کامل گنجِ حقیقی اور اسرارِ الٰہی کا حامل ہوتا ہے، اور حاذق حکماء کی طرح امراضِ قلبیہ کے مریضوں کو اُن کی طبائع کے موافق دوا دیتا ہے۔ اور "کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ" عوام الناس سے اُن کی عقل و فہم کے مطابق بات کرو۔ کی حکمتِ بالغہ پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

سینۂ او مخزنِ اسرارِ حق ! قلبِ او جلوہ گہ انوارِ حق

(ترجمہ) صاحبِ دل کا سینہ اللہ تعالیٰ کے بھیدوں کا خزانہ ہوتا ہے اور اس کا دل انوارِ خداوندی کی نمائش گاہ ہوتا ہے۔

شیخ کامل ہی وہ وسیلہ ہوتا ہے جو اس خاک کے پتلے ظلوم و جہول کو اس ذاتِ قدوس و سبحان، بالا و برتر، اعلیٰ و ارفع کی حریم کبریا تک رسائی کے لئے ذریعہ ہوتا ہے اور اس کٹھن منزل کے طے کرنے میں اس کے لئے خضرِ راہ ہوتا ہے اور اس عالم تیرہ و تار کی ظلمات سے نکال لینے کے لئے اور منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لئے اس کا معاون و مددگار ہوتا ہے۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

(ترجمہ) اے سالک کوئی راہنما ساتھ لے لے کیونکہ یہ سفر بہت خطرناک اور پُر آشوب ہے اور بغیر ہادی و راہنما کے اس کا طے کرنا

نہ صرف مشکل بلکہ جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔

شیخ کامل وہ صاحبِ ہدایت ہوتا ہے جو انسان ضعیف البنیان کے لئے اس جادۂ پُرخطر کے طے کرنے میں اُس کے لئے دلیل و راہنما ہوتا ہے اور اس کے فیضانِ صحبت سے وہ عصیاں کے بارِ گراں سے آسودہ ہو جاتا ہے اور بحرِ ظلمات میں گھرے ہوئے اس بیکس و ناکس کے لئے وہ شمع امید روشن کرتا ہے اور اس کے دلِ مُردہ کو غفلت و جہل کی اَمراضِ خبیثہ سے پاک و صاف کر کے اسے راحتِ قلبی اور حیاتِ ابدی سے ہمکنار کر دیتا ہے ؎

آنچہ زر می شود از پرتوِ آں قلبِ سیاہ !
کیمیائیست کہ در صحبتِ درویشاں ست

(ترجمہ) وہ چیز جس سے مَس کرنے کے ساتھ سیاہ دل اور قلبِ تاریک خالص کندن اور خالص زر بن جاتا ہے، وہ ایسی کیمیا ہے جو اہل اللہ اور درویشوں کی صحبت سے میسّر ہوتی ہے۔

فقیر کا بول خدا کا بول ہوتا ہے

شیخ کامل جو کچھ بھی کہتا ہے وہ بامر اللہ کہتا ہے اور وہ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ باذنِ اللہ کرتا ہے۔ اور اس کا بول خدا کا بول ہوتا ہے، چنانچہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے بارہ میں منقول ہے کہ حضور کا ایک مُرید بڑی پریشانی اور افسردگی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور خواجہ صاحب نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ آج تم اتنے پریشان کیوں ہو؟

مُرید نے عرض کیا کہ حضور میرا ایک پڑوسی ہے جس نے میرے مکان سے اُونچا مکان تعمیر کر لیا ہے جس سے میری بے پردگی اور بے ستری ہوتی ہے۔ اس کے

سامنے یہ تکلیف کئی بار بیان کی گئی ہے مگر وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا، بدیں وجہ بہت پریشان ہوں۔

حضور خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اسے خبر نہیں ہے کہ تم ہمارے ساتھ تعلق رکھتے ہو، عرض کیا گیا کہ حضور اسے اس بات کا علم ہے کہ میں حضور کا غلام ہوں۔ تب حضور خواجہ عثمان ہارونی صاحبؒ نے فرمایا کہ "وہ مکان سے گر کیوں نہیں جاتا۔ اور اس کی گردن ٹوٹ کیوں نہیں جاتی؟

اسکے بعد حضور خواجہ صاحب خاموش ہو گئے، اور مجلس پاک سے اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے، باقی حاضرین بھی واپس چلے گئے۔ جب یہ مُرید گھر کی طرف واپس جارہا تھا تو راستہ میں اس نے سنا کہ اس کا پڑوسی مکان سے گر کر مرگیا ہے اور اس کی گردن ٹوٹ گئی ہے۔

شیخ کامل صاحبِ اختیار ہوتا ہے

شیخ کامل اپنے فیوض و برکات کو عطا کرنے میں صاحبِ اختیار ہوتا ہے جس مُرید کو مناسب سمجھے اسے چاہے سالہا سال تک محنت و مشقت اور مجاہدہ میں مشغول رکھے اور جسے چاہے مُریدین سے بے محنت و مشقت خزانہ بخش دے، شیخ کامل کے لئے اس امر میں نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ کوئی انتہا، کیونکہ اس کا ہر فعل بامرِ الٰہی ہوتا ہے، اور خداوند قدوس جل شانہ کی نگاہ ظاہری تقویٰ و طہارت پر نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے ہاں دل ہی قابلِ احترام ہے اور وہ دلوں کو ہی دیکھتا ہے۔

اسم ذات کی برکات

شیخ کامل کا دل تصوّر اسم ذات سے ہر وقت معمور رہتا ہے اور اس کی دونوں

آنکھوں سے چراغ کی طرح تجلّیات کا ظہور ہوتا رہتا ہے وہ ہمیشہ بیدار رہتا ہے اور اس پر کبھی غفلت طاری نہیں ہوتی۔ وہ وجود ظاہری سے عام لوگوں میں بیٹھتا ہے مگر اپنے وجودِ باطنی سے وہ مجلس محمّدی میں ہوتا ہے، اور وہ صاحب حضوری منظورِ نبی ہوتا ہے۔

شیخ کے مزار کی تعظیم اور اس کے لئے قیام

حضرت ہادیٔ برحق اور رہبر روشن ضمیر سے حسنِ عقیدت، قلبی محبّت اور کمال ارادت کے بارہ میں حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری ہند الولیؒ سے منقول ہے کہ ایک روز حضور کی خدمت اقدس میں کئی ایک اصحاب کمال اور اصحابِ حال و اربابِ باطن تشریف فرما تھے، اور حضور غریب نوازؒ انہیں سلوک و عرفان کے بارہ میں ہدایات دے رہے تھے، اس اثنا میں جب حضور غریب نواز کی توجّہ اور آپ کا روئے انور دائیں جانب ہوتا تو حضور خواجہ صاحب کسی کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے، پھر بیٹھ جاتے، اس ایک مجلس میں کئی بار ایسا اتفاق ہوا تمام اہلِ مجلس حیران تھے کہ یہ کیا راز ہے۔ جب مجلس مبارک ختم ہوئی اور اکثر اصحاب وہاں سے چلے گئے تو ایک صاحب نے بڑے ادب سے حضور غریب نواز کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا، کہ حضور یہ کیا بھید ہے، حضور عالی کس کی تعظیم کے لئے بار بار اٹھتے تھے، ہمیں تو کوئی شخص ایسا نظر نہ آتا تھا۔

حضور غریب نوازؒ نے جواب میں فرمایا کہ یہاں سے دائیں طرف میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی صاحبؒ کا مزار پُر انوار ہے، جب میں اس طرف رُخ کرتا تو اس کی تعظیم و تکریم کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا۔

عارفین کے لئے عالمِ رؤیا عالمِ بیداری یکساں ہوتے ہیں

منقول ہے کہ ایک رئیس آدمی حضور خواجہ قطب الدین صاحب بختیار کاکی اوشی اولین الارواح کا مرید تھا۔ اُس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا قُبّہ ہے اور اس کے گرد کافی لوگ جمع ہیں، اور ایک پست قامت شخص اُس قُبّۂ عظیم کے اندر باہر آتا جاتا ہے۔ وہ لوگوں کے پیغام اندر لے جاتا ہے۔ اور اُن کے جواب باہر لاتا ہے، اُس رئیس نے لوگوں سے پوچھا کہ اس قبّہ میں کون ہے، اور یہ پیغام لے جانے والا کون ہے۔ لوگوں نے بتلایا کہ اس قبّہ میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم رونق افروز ہیں، اور یہ پیغام لے جانے والے حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی ہیں۔ اُس رئیس نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے عرض کیا کہ وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں اس کا پیغام برائے شرفِ زیارت بھی پہنچا کردیں، چنانچہ وہ اندر تشریف لے گئے اور حضور علیہ السّلام سے عرض کیا کہ فلاں شخص ملاقات کے لئے اذن چاہتا ہے حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ اسے کہدو کہ وہ ابھی اس کا اہل نہیں ہے، اور اسے یوں کہدو کہ ہماری طرف سے حضرت قطب الدین بختیار کاکی کو ہمارا سلام پہنچائے اور یہ کہے کہ ہر شب تمہاری طرف سے درود و سلام کا ایک تحفہ آیا کرتا تھا، مگر تین شب سے وہ نہیں پہنچا۔ کیا امر پیش ہُوا

جب وہ شخص خواب سے بیدار ہُوا تو حضور قطب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا سلام پہنچایا جب حضور قطب صاحبؒ نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سلام سُنا فوراً ادب کے لئے کھڑے ہو گئے، اور اس شخص سے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے مزید کیا فرمایا ہے، اس رئیس نے کہا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر شب کو درود و سلام کا ایک تحفہ دربارِ رسالت میں

آیا کرتا تھا، مگر تین شب سے نہیں پہنچا کیا مانع ہوا ہے؟

حضور قطب صاحبؒ نے شادی کی تھی، مہمانوں کی آمد و رفت اور اسمیں مصروفیت کی بنا پر متواتر تین شب وہ وظیفہ ادا نہ کر سکے، اور نہ دربار رسالت میں حسب معمول وہ تحفہ بھیج سکے تھے۔ یہ شادی اس عمل کی مانع واقع ہوئی تھی اِس لئے حضور قطب صاحبؒ نے اسی وقت بیوی کو بلایا اُسے طلاق دے کر اس کا حق مہر ادا کیا، اور اُسے فارغ کر کے با عزت رخصت کر دیا۔

حضور بابا فرید صاحب گنج شکر مسعودؒ العلمین نے فرمایا کہ حضور قطب صاحبؒ روزانہ سونے سے پہلے تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر دربار رسالت میں پہنچایا کرتے تھے۔ (فوائد الفواد)

شیخ کی اطاعت اور ارادت میں پختگی

منقول ہے کہ حضور خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ نے مُرید کے لئے اپنے شیخ سے ارادت کے متعلق فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور بابا فرید صاحب گنج شکر مسعودؒ العلمین نے مولانا بدرالدین اسحٰقؒ کو آواز دی، مولانا بدرالدین اُس وقت نماز پڑھ رہے تھے، مولانا نے حالتِ نماز میں فوراً لبیک کہا۔ اس کے بعد حضرت محبوب الٰہی صاحبؒ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے، تو حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو آواز دی، وہ صاحب اُس وقت نماز ادا کر رہے تھے، اِس بنا پر اُنہیں حاضر ہونے میں قدرے دیر ہو گئی، اور جب حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دیر سے کیوں پہنچے ہو؟ اُس صاحب نے عرض کیا کہ حضور انور میں نماز ادا کر رہا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بلائیں تو فوراً جواب میں

لبیک کہنا چاہیئے، اور اُس حکم کی فوراً تعمیل کرنی چاہیئے۔

زاں بعد خواجہ صاحب موصوفؒ نے زبان مبارک سے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص حضرت شیخ شبلیؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا کہ وہ اِس غرض سے حاضر ہُوا ہے کہ حضرت کے دستِ اقدس پر بیعت توبہ کرے، اور حضور کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو۔

حضرت شیخ شبلیؒ نے فرمایا کہ میں تیری ارادت اور بیعت کو ایک شرط پر قبول کروں گا، وہ یہ کہ جو کچھ میں کہوں وہی تو کرے۔ اُس نے اقرار کیا کہ وہ ویسا ہی کریگا جیسا کہ حکم ہوگا۔ حضرت شیخ شبلیؒ نے پوچھا کہ آیا تو کلمہ شریف پڑھتا ہے۔ اُس شخص نے عرض کیا کہ ہاں پڑھتا ہوں۔ حضورؒ نے فرمایا کہ اچھا کلمہ شریف پڑھ، اس نے پڑھا "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" حضور شیخ شبلیؒ صاحب نے فرمایا کہ کلمہ شریف یوں پڑھ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شِبْلِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ"۔ اُس شخص نے فوراً ویسے ہی پڑھ دیا۔ اس کے بعد حضور شبلی صاحبؒ نے اسے بیعت توبہ سے مشرّف کیا اور فرمایا کہ میں تو حضور نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چاکروں کا چاکر ہوں۔ اللّٰہ کے رسول وہی ہیں، میں نے تو صرف تیرے اعتقاد کا امتحان کیا ہے۔

شیخ کو اپنے مُریدین کی تکالیف کا احساس

منقول ہے کہ ایک مرتبہ درویشوں کے بارہ میں ذکر ہُوا تو حضور خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابلّ شیرازیؒ کے مُریدوں سے ایک شخص اُن کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کہا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے جس کی نظر میرے گھر میں پڑتی ہے، میں نے اسے بہت دفعہ منع کیا ہے مگر وہ باز نہیں آتا اور مجھے

بہت تکلیف دیتا ہے۔ حضرت شیخ اجلؒ نے فرمایا کہ اسے معلوم ہے کہ تو میرے ساتھ نسبت اور عقیدت رکھتا ہے؟ مرید نے کہا کہ ہاں حضور! اسے معلوم ہے کہ یہاں خواجہ مخدوم کے وابستگان سے ہوں، خواجہ اجلؒ نے فرمایا کہ پھر کیا بات ہے۔ اس کی گردن کا مُہرہ ٹوٹ کیوں نہیں جاتا۔ خواجہ اجلؒ کے یہ الفاظ سننے کے بعد وہ شخص اپنے گھر کی طرف لوٹا، اور اس شخص کی گردن کا مُہرہ ٹوٹا ہوا پایا۔

مُرید نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ شخص کہاں سے گرا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اُس شخص نے لکڑی کی نعلین پہنی ہوئی تھیں، اس کا پاؤں پھسل گیا۔ اور وہ گر پڑا جس کی بنا پر اُس کی گردن کا مُہرہ ٹوٹ گیا۔ عیاذًا باللہ۔

اولیاء اللہ سے دشمنی موجب ہلاکت ہوتی ہے

مولوی عبدالغنی صاحب بہاری فرماتے ہیں کہ ایک مُہندس نے حضرت قبلۂ عالم حاجی محمد امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی چشتی صابری کی رہائش گاہ کے پاس مکان تعمیر کیا۔ اور اس میں ایک ایسا غرفہ رکھا جس سے حضرت کے دولت خانہ کی بے پردگی ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں حضرت موصوف کو طرح طرح کے ظلم وستم سے ستاتا تھا۔ اور آپ کی نسبت اپنے دل میں بغض و عناد رکھتا تھا۔ حضرت نے ایک شخص کے ذریعہ اسے احکامِ خداوندی کی تبلیغ کی لیکن اُس نے کچھ خیال نہ کیا۔ بلکہ اس کے جواب میں بیہودہ کلمات زبان سے نکالے، اکثر خدام کی رائے یہ ہوئی کہ حاکم وقت کے پاس استغاثہ کیا جائے۔ اس کے جواب میں حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میرا استغاثہ حاکمِ حقیقی کے پاس ہے، حکام ظاہری کے ہاں درخواست کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

اس واقعہ کو ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ تیغ برہنۂ چشت نے اس پر وار کیا اور

اعزازِ بلیغ اور اعتبارِ عظیم کے باوجود وہ مُہندس بلا وجہِ ظاہری اپنے منصب اور عُہدہ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اور ایسی ذِلّت وخواری میں مبتلا ہُوا کہ خداوند تعالےٰ کسی کو نہ دکھائے ؎

ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد تا دِلِ صاحب دِلے نا آمد بدرد

(کراماتِ امدادیہ ص۴۹)

(ترجمہ) خداوند تعالےٰ نے کسی قوم کو اُس وقت تک ذلیل وخوار نہیں کیا جب تک کہ اس قوم کی طرف سے کسی صاحبِ دل کی دل آزاری نہیں کی گئی اور صاحبِ دل کا دل جب تک کہ اُن سے دردمند نہیں ہُوا، اللہ کے بندوں کا دِل دُکھانا اللہ تعالےٰ کی دل آزاری ہے۔

حضرت قُطب صاحبؒ اور حضرت خضر علیہ السّلام کی مُلاقات

منقول ہے کہ ابتدائے حال میں جب کہ حضرت قُطب الاقطاب خواجہ قطب الدین صاحب بختیار کاکی اوشی اویسی الارواحؒ اوش میں قیام فرما تھے تو آپ کو معلوم ہُوا کہ یہاں شہر میں ایک مسجدِ ویران و غیر آباد ہے جس کا ایک مینار ہے، مگر لوگ اُسے مسجد ہفت مینار کہتے ہیں، اور یہاں کے باشندوں کو سینہ بسینہ ایک دعا پہنچی ہے جسے ہفت دعا کہتے ہیں۔ اور یہ بھی حضور کو معلوم ہوا کہ جو شخص اس مسجدِ ویران میں دوگانہ نماز ادا کرے اور مینار کے اُوپر جا کر وہ دعائے خاص پڑھے تو اسے وہاں حضرت خضر علیہ السّلام سے ملاقات ہو جاتی ہے۔

حضور قطب صاحبؒ کو حضرت خضر علیہ السّلام سے ملاقات کا شوق ہوا۔ ماہِ رمضان میں آپ رات کے وقت مسجد ہفت مینار میں تشریف لے گئے۔ اوّل نمازِ دوگانہ ادا کی پھر ہفت مینار پر وہاں تشریف لیجا کر وہ دُعائے خاص پڑھی

اور نیچے اتر آئے۔ کچھ دیر وہاں ٹھہرے، مگر کوئی شخص نظر نہ آیا، نا اُمید ہو کر جب آپ نے مسجد سے باہر قدم رکھا تو ایک شخص نے حضور قطب صاحبؒ کو آواز دی۔
"تو بے وقت یہاں کیا کر رہا ہے" ؟

حضور قطب صاحبؒ نے فرمایا کہ میں یہاں اس لئے آیا تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو جائے۔ میں نے دوگانہ نماز ادا کی ہے، اور دعاء خاص بھی پڑھی ہے۔ مگر میرا مقصود حاصل نہیں ہوا۔ اب واپس گھر جاتا ہوں۔ اُس شخص نے کہا کہ حضرت خضر کو تو کیا کریگا۔ وہ تو ایک پریشان حال آدمی ہے، آپ جیسے شخص کو اُسے دیکھنے سے کیا فائدہ؟ پھر اُس شخص نے پوچھا کہ آیا تو دنیا کا طلبگار ہے؟

حضور قطب صاحبؒ نے فرمایا "نہیں"، پھر اُس نے کہا کہ آیا تجھ پر قرض ہے جس کی ادائیگی کے واسطے تو حضرت خضر علیہ السلام کا متلاشی ہے؟ قطب صاحبؒ نے فرمایا "نہیں"۔ زاں بعد اُس شخص نے کہا کہ پھر تو حضرت خضر علیہ السلام کو کیوں تلاش کرتا ہے؟ پھر اُس شخص نے کہا کہ اس شہر میں ایک ایسا شخص ہے کہ جس کے دروازہ پر خضر بارہ[1] مرتبہ گیا ہے مگر اُسے ملاقات کا موقع نہیں ملا۔

یہ دونوں صاحب اسی گفتگو میں تھے کہ ایک نورانی چہرہ والا شخص نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے وہاں آموجود ہوا۔ وہ شخص اُس نئے آنے والے شخص کی طرف پوری عظمت و احترام اور عزّت سے بڑھا۔ اور اُس کے قدموں پر گر پڑا۔ حضور قطب صاحبؒ

---

[1] حضرت خضر علیہ السلام اولیاء اللہ سے ملاقات کرتے رہتے ہیں۔ حضور قطب صاحبؒ کی ملاقات کے لئے آپ کی قیام گاہ پر آپ خود بارہ مرتبہ تشریف لے گئے تھے۔ اور یہ سلسلہ جاری ساری ہے حضور قطب صاحبؒ کا سن وصال ۶۳۴ھ ہے۔ ۱۲

نے فرمایا کہ جب وہ نیا شخص میرے قریب پہنچا تو اُس نے پہلے شخص کی طرف مُنہ کر کے فرمایا کہ :-

"یہ شخص نہ تو واسطے قرض کا متمنی ہے، اور نہ دنیا کا طالب، تاہم تیری ملاقات چاہتا ہے"۔ اسی دوران نماز کے لئے اذان سنائی دی۔ اور اس ویران مسجد میں ہر طرف سے اولیاء اللہ اور اصحاب منصب حضرات، اقطاب و ابدال و رجال الغیب نمودار ہوئے۔ ان اصحاب سے کافی مجمع ہو گیا۔ ایک شخص آگے بڑھا اور اُس نے نماز پڑھائی اور صلوٰۃ تراویح میں بارہ پارہ منزل تلاوت کی۔ حضور قطب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا تھا کہ کاش وہ شخص اس سے بھی زیادہ منزل تلاوت کرتا۔ جب نماز ختم ہوئی تو تمام اصحاب اپنے اپنے مقامات پر تشریف لے گئے۔ (فوائد الفواد)

عُلمائے ظاہر کی نماز اور فقراء کی نماز میں فرق

حضور خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ نے حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے بارہ میں ذکر فرمایا کہ جب وہ "بدایون" میں پہنچے تو کچھ عرصہ وہاں رہے۔ ایک مرتبہ کسی مصلحت کی بنا پر بدایون کے حاکم قاضی کمال الدین کے گھر تشریف لے گئے اور قاضی صاحب سے ملاقات کے لئے فرمایا۔ تو خدّام نے عرض کیا کہ قاضی صاحب اس وقت نماز پڑھ رہے ہیں۔

شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے یہ بات سُنکر تبسّم فرمایا۔ اور فرمایا کہ قاضی صاحب کو نماز ادا کرنا آتا ہے؟ جب شیخ صاحب واپس تشریف لے گئے، تو خدام نے قاضی صاحب کو یہ بات پہنچا دی، کہ شیخ جلال الدین صاحب نے یوں کہا ہے، کہ قاضی صاحب کو نماز ادا کرنا آتا ہے۔ دوسرے روز قاضی صاحب، شیخ جلال الدین کی خدمت میں آئے اور ملاقات نہ ہونے پر معذرت کی۔ اور یہ بات بھی پوچھی کہ آپ نے یہ کیسے فرمایا ہے

کہ قاضی صاحب کو نماز ادا کرنا آتا ہے؟ حالانکہ میں نے نماز کے احکام اور اس کے ضروریات کے بارہ میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

حضرت جلال الدین تبریزی نے فرمایا کہ ہاں علماء کی نماز الگ ہے اور فقراء کی نماز جدا ہے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ آیا فقراء رکوع و سجود کسی خاص طور سے کرتے ہیں۔ یا اس قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ شیخ تبریزی نے فرمایا نہیں دراصل بات یہ ہے کہ علماء کی نماز تو ایسی ہے کہ کعبہ شریف کو دیکھ کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اگر کعبہ شریف نظر نہ آئے تو اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اور اگر کہیں ایسی جگہ ہوں جہاں قبلہ کا پتہ نہ چلے تو وہ اپنی رائے سے قبلہ کا تعین کر لیتے ہیں۔ علماء کا قبلہ تو بس یہ تین طرح پر ہوتا ہے لیکن فقراء جب تک کہ عرش معلّٰی کو نہیں دیکھ لیتے نماز ادا نہیں کرتے۔

قاضی کمال الدین صاحب کو اگرچہ یہ الفاظ ناگوار گذرے مگر خاموش رہے اور واپس چلے گئے۔ جب رات ہوئی تو ملائکہ نے قاضی صاحب کو یہ منظر دکھایا کہ شیخ جلال الدین تبریزی عرش معلّٰی پر مصلّٰی بچھائے نماز ادا کر رہے ہیں۔ دوسرے روز اتفاق سے دونوں صاحب ایک جگہ جمع ہو گئے، اور شیخ جلال الدین نے فرمایا کہ علماء کا کام اور ان کا مرتبہ تو معلوم ہے کہ ان کی ہمت صرف درس و تدریس پر صرف ہوتی ہے کہ مدرس بن جائیں، قاضی بن جائیں۔ یا صدر جہاں کا عہدہ حاصل کر لیں۔ لیکن درویشوں اور فقیروں کے درجات بہت عالی ہیں۔ ان کا ادنیٰ مرتبہ تو وہ ہے جو قاضی صاحب کو کل رات فرشتوں نے دکھایا ہے۔

قاضی کمال الدین حاکم بدایون نے جب یہ الفاظ سنے تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور معذرت کر کے شیخ جلال الدین تبریزی سے معافی چاہی، اور اپنے لڑکے برہان الدین کو شیخ موصوف سے بیعت کرا لیا۔ اور شیخ نے تبرکاً کلاہ عطا کی۔

علماءِ ظاہر پر اولیاء اللہ کا تصرف

شیخ سیف الدین باخرزیؒ کے بارہ میں منقول ہے کہ اوائل عمر میں جب کہ وہ جوان تھے، حضرات مشائخ عظام اور صوفیاء کرام اور فقراء سے سخت دشمنی اور عناد رکھتے تھے۔ اور اپنے مواعظ میں ان پاکبازوں کو سخت برا بھلا کہا کرتے تھے۔ لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ تک پہنچائی۔ شیخ نجم الدین کبریٰؒ نے فرمایا کہ مجھے اُن کی مجلسِ وعظ میں لے چلو۔ خدام نے عرض کیا کہ حضور یہ بات مناسب نہیں ہے۔ اِس لیئے کہ وہ درویشوں اور مشائخ کو بہت برا کہتا ہے اور ایسا نہ ہو کہ حضور کی موجودگی میں کوئی ناجائز اور غلط بات کہدے۔ خادموں نے بہت کچھ کہا۔ مگر شیخ نجم الدین کبریٰ نے اِصرار کیا کہ اُنہیں اس کی مجلسِ وعظ میں ضرور لے چلیں، جب خدام نے شیخ موصوف کا اصرار معلوم کیا تو شیخ موصوف کو شیخ سیف الدّین کی مجلسِ وعظ میں لے گئے۔

جب شیخ سیف الدّین نے شیخ نجم الدین کبریٰ کو مجلسِ وعظ میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو جیسا کہ وہ پہلے فقراء کو برا بھلا کہا کرتا تھا اُس سے بھی زیادہ بدگوئی شروع کردی، اور جتنا وہ برا کہہ سکتا تھا اُس نے کہا۔

شیخ نجم الدّین اُس کی باتوں کو سُنکر مسکراتے جاتے تھے اور آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے سبحان اللہ! یہ جوان کیسی قابلیت رکھتا ہے۔

جب مجلسِ وعظ ختم ہوئی تو شیخ نجم الدّین کبریٰ اُٹھے اور مسجد کے دروازہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو اُنہیں دیکھ کر شیخ سیف الدّین نے کہا کہ اب یہ صوفی نہیں آئیگا۔

شیخ سیف الدّین باخرزی کا اتنا کہنا تھا کہ وہ خلقت سے نعرہ مارتا ہوا

اور کپڑے پھاڑتا ہوا شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے قدموں پر آگرا۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ بھی اس مجلس وعظ میں تھے وہ بھی شیخ موصوف کے قدموں پر گر پڑے۔ اور دونوں شیخ نجم الدّین کبریٰ کے مُرید ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ نجم الدین کبریٰ مسجد سے گھر کی طرف آتے تو شیخ سیف الدّین آپ کے دائیں طرف پیادہ چلتے اور شیخ شہاب الدّین سہروردی آپ کے بائیں طرف پیادہ چلتے۔

اِن دونوں صاحبوں کے بیعت ہونے کے بعد شیخ نجم الدین کبریٰؒ نے شیخ سیفُ الدّین سے فرمایا کہ تجھے دنیا سے پورا پورا حصّہ ملے گا اور آخرت سے بھی اور شیخ شہابُ الدّین سہروردی سے فرمایا کہ تجھے دنیا و آخرت میں آرام نصیب ہوگا۔ لیکن شیخ سیف الدّین کو زیادہ آرام ملیگا۔

حضور خواجہ نظام الدّین اولیاءؒ نے فرمایا کہ جب شیخ نجم الدّین گھر سے چلتے تو یہ دونوں شیخ کے دائیں بائیں چلتے اور دونوں شیخ کے دائیں بائیں پاؤں سے اپنی اپنی جانب سے موزے اتارتے۔ اور شیخ موصوف کی طرف سے اُنہیں ایسا کرنے کا حکم تھا۔

اس کے بعد شیخ نجم الدّین کبریٰؒ نے شیخ سیفُ الدّین کو فرمایا کہ "تو بخارا جا۔ وہ علاقہ ہم نے تجھے دیا ہے"۔ شیخ سیف الدّین نے عرض کیا کہ بخارا میں علماءِ ظاہر بہت ہیں، اور فقراء اور مشائخ کے ساتھ سخت عِناد و تعصّب رکھتے ہیں۔ میرا وہاں کیا حال ہوگا۔

حضرت نجم الدّین کبریٰؒ نے فرمایا۔

"تیرا کام وہاں جانا ہے۔ باقی امُور ہم جانتے ہیں"۔ (فوائد الفواد)

(۱) جنات پر اولیاء اللہ کا تصرّف

فوائد الفواد کے حوالے سے منقول ہے کہ بخارا میں ایک کم سن لڑکا رہتا تھا اور

جنّات کا ایک گروہ اسے تکلیف پہنچاتا تھا۔ ہر روز نماز مغرب کے وقت جہاں بھی وہ بچہ ہوتا تھا، اُسے اُٹھا کر جنّات لے جاتے اور ایک درخت پر بٹھا دیتے جو اس بچہ کے گھر میں تھا، ماں باپ بچے کی بڑی حفاظت کرتے کمرہ میں بند کر کے اُسے تالا لگا دیتے، لیکن جونہی کہ نماز مغرب کا وقت ہوتا تو وہ لوگ بچے کو درخت پر بیٹھا دیکھتے۔ اس تکلیف سے جب یہ لوگ عاجز و لاچار ہو گئے تو شیخ سیف الدین باخرزی کی خدمت میں لے گئے۔ اور اس کے متعلق تمام حالات عرض کر دیئے۔ شیخ سیف الدّین نے فرمایا کہ بچے کے سر کو منڈوا دیں۔ جب سر منڈا دیا گیا تو شیخ نے اسے کلاہ اڑھائی، اور اُسے تلقین کر دی کہ اگر جنّات کا گروہ پھر اس کے پاس آئے تو اُن سے کہدے کہ وہ شیخ موصوف کا مرید ہو چکا ہے۔ اور سر بھی منڈا دیا ہے اور انہیں یہ کلاہ بھی دکھا دینا، اور کہدینا کہ یہ کلاہ مجھے شیخ موصوف نے عطا کی ہے۔

جب اس بچے کو گھر میں لائے تو جنّات آموجود ہوئے، لڑکے نے جب جنّات کو دیکھا تو جیسا کہ اسے تلقین کی گئی تھی، اُس نے جنّات سے کہا کہ میں نے شیخ موصوف کے سامنے سر منڈا دیا ہے۔ اور وہ کلاہ بھی دکھا دی جو اسے شیخ موصوف نے اُڑھائی تھی، تب جنّات آپس میں کہنے لگے "کون بدبخت اس بچے کو شیخ موصوف کے پاس لے گیا"۔

اتنی بات کہی اور سب جنّات چلے گئے اور آئندہ کے لئے ایذا رسانی سے باز رہے۔ (فوائد الفواد)

(۲) جنّات پر اولیاء اللہ کا تصرف

حضرت قبلہ حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکی چشتی صابری نے فرمایا ہے کہ

میں پنجلاسہ میں مقیم تھا، تو میرے عزیزوں میں سے ایک عورت پر جن مسمّٰی اللہ بخش گنگوہی کا اثر تھا جب جھاڑ پھونک سے کچھ اثر نہ ہوا تو اس عورت کو کسی عامل کے پاس دوسری جگہ لے جانے کا ارادہ کیا گیا۔ ایک صاحب اس سے مانع ہوئے اور فرمایا کہ اسے حاجی صاحب موصوف کا مرید کرادو۔

ایک مرتبہ اُس عورت پر آسیب کا اثر ہوا تو اللہ بخش جن بولا کہ آج ہم سے بڑا قصور ہوا ہے کہ ہم سے حضرت حاجی صاحبؒ کی لاٹھی گر پڑی تھی۔ اور اُس وقت میں حلقۂ توجہ میں تھا۔ تو جب واپس آنے لگا تو لاٹھی دھکہ لگنے سے گر پڑی۔ اس کی مجھے ندامت ہے، گھر والوں سے ایک صاحب نے کہا کہ جب تمہیں حضرت حاجی صاحب کی اتنی رعایت ہے تو پھر حاجی صاحب کی اِس خادمہ کو کیوں ستاتے ہو۔ جن بولا کہ ہمارا حاجی صاحب سے عہد ہے کہ ہم اُن کے مریدوں کو نہیں ستائیں گے۔ مگر یہ عورت تو مرید نہیں ہے۔

جب یہ عورت ہوش میں آئی، تو اُسے اُسی وقت غسل کرایا گیا اور حضرت حاجی صاحب کا مرید کرایا گیا۔ مرید ہونے پر اس عورت پر جن کا اثر پھر ظاہر ہوا۔ اور جن کہنے لگا کہ ہم نے کونسا قصور کیا ہے کہ اِس عورت کو حضرت حاجی صاحب کا مرید کرادیا۔ خیر کچھ خوشبو لاؤ۔ ہم جاتے ہیں۔ اُس وقت وہ جن چلا گیا اور کبھی نہ آیا۔

(کرامات امدادیہ ص۶۱)

حضور سرکار صابری صاحب عالی کا مقام

گذشتہ صفحات میں "شیخ کامل" کے عنوان کے تحت جن جن حقائق اور معارف کو احاطۂ تحریر میں لایا گیا ہے اُن سے احقر کا مقصود و مطلوب اپنے پیر روشن ضمیر حضرت ہادیٔ برحق حضور سرکار صابری صاحب مدظلہ العالی کے محامد و محاسن اور

حضورِ انور کے فضائل و کمالات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اور مجھے اِس سلسلہ میں اپنی کم علمی، کمیٔ اِستعداد، فُقدانِ بصیرت اور نارسائی نظری کی کوتاہی کے اِعتراف میں ذرہ بھر تامل نہیں ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ جتنے اَحوال و کیفیات اور جتنے حقائق و معارف بیان کیئے گئے ہیں، اُن کی حضور قبلہ گاہی حضرت سرکار صابری صاحب قطب الاقطاب مدّ ظلّہٗ العالی کے ساتھ وہی نسبت ہے جو ایک ذرّۂ بے مقدار کو کوہِ گراں سے اور ایک قطرۂ بے حقیقت کو بحرِ بیکراں سے ہوتی ہے۔ اور جو کچھ بھی کاغذ کے صفحات پر معرضِ تحریر میں لایا گیا ہے اُن اُمور کو کما حقّہٗ پیش کرنے کے بارہ میں میری نظر حیران، فہم نارسا، اور زبان عاجز و قاصر ہے۔

اور اس سلسلہ میں میری حیثیت تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہو جائے۔ یا سُوت کی انٹی سے کر شاہِ خوباں کی خریداری کے لیئے بازارِ حُسن میں پہنچ جائے۔

دراصل یہ تو اپنے مخدوم کی نظرِ کرم کے لیئے محض ایک بہانہ ہے۔ ع

"رحمتِ حق بہانہ می جوید بہانمی جوید"

(ترجمہ) رحمت خداوندی بخشش کے لیئے صرف بہانہ تلاش کرتی ہے وہ کوئی قیمت یا معاوضہ نہیں چاہتی۔

اور جو صاحب کہ مظہرِ صفاتِ ربّانی ہو اس کی مدح و ثنا کی کوئی حد ہو سکتی ہے؟

"وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا"

اگر تم نعمتِ اللہ کو شمار کرنا چاہو اور اس کی حقیقت اور کُنہ تک پہنچنا چاہو تو اس کی حد کو نہ پا سکو۔ (پ ۱۴)

حق حق حق

"مُریدِ صادق اور اُس کے لئے شرائط کا مفصل بیان"

استفادہ کیلئے بیعت اوّلین شرط ہے

آیۂ کریمہ :-

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ۶)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو توقع ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

میں شیخ کامل اور پیر روشن ضمیر کے فیوض و برکات سے متمتع اور فیضیاب ہونے کا حکم صراحۃً موجود ہے۔ اور یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ کوئی شخص بھی اُس وقت تک شیخِ کامل سے استفادہ نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اُس کے حلقۂ ارادت میں داخل نہ ہو جائے۔ اور حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کے لئے چند ایک شرائط و آداب ہیں جن کے بجالانے کے بغیر کوئی طالب بھی شیخ کامل سے نہ استفادہ کرسکتا ہے اور نہ اِس کو ہر مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے ؎

ہیچ آہن خود بخود تیغے نشد ہیچ شخصے خود بخود شیخے نشد

مولوی ہرگز نشد مولائے رُوم تا غلامِ شمس تبریزے نشد

(ترجمہ) خام لوہا کاریگر کی کوشش و سعی کے بغیر کبھی خود بخود تلوار نہیں بن سکا۔ اور نہ کوئی شخص اُستاد کی تربیت کے بغیر شیخ اور بزرگ ہُوا ہے۔ مولوی رُومی مولائے رُوم کہلانے کا اُس وقت تک مستحق نہیں ہُوا جب تک وہ حضرت شمس تبریزی کا حلقہ بگوش اور غلام

بے دام نہیں بنا۔

طالب صادق کے لئے اوّلین شرط یہ ہے کہ وہ اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ اس کا شیخ تربیت کا اہل اور مجاز مرفوع الاجازت ہے۔ اور اس زمانہ میں اس سے بہتر تربیت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ طالب صادق کے لئے یک سوئی و یک جہتی لازمی امر ہے۔ جیسا کہ بزرگوں کا قول ہے یک در گیر محکم بگیر۔

ارادت پختگی درکار ہے

منقول ہے کہ حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری ہندالولی غریب نواز کی بارگاہ عرش پناہ میں ایک مرتبہ چند ایک عالی مقام اصحاب تشریف فرما تھے۔ اور حضور غریب نواز پر ایک خاص شفقت تھا۔ اور حضور غریب نواز ان اصحاب کو سلوک و عرفاں کے بارہ میں ہدایات دے رہے تھے۔ دریں اثنا ایک شخص حاضر خدمت اقدس ہوا جو کہ حضور کے دست اقدس پر بیعت ہونا چاہتا تھا۔ اس نے آ کر سر سجدہ میں رکھ دیا۔ حضور غریب نواز نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ شخص بیٹھ گیا اور اس نے عرض کیا کہ بیعت کے لئے وہ حاضر ہوا ہے۔

حضور غریب نواز ہندالولی نے فرمایا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں تو بھی وہ کہہ اور اس پر عمل کر، تب بیعت کرونگا۔ اُس شخص نے عرض کیا کہ حضور ایسا ہی کرونگا جیسے حکم ہوگا۔

حضور غریب نواز نے فرمایا کہ تو کلمہ شریف پڑھ۔ اُس نے پڑھا "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" حضور غریب نواز نے فرمایا کہ کلمہ شریف یوں پڑھ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ چشتی رَّسُوْلُ اللّٰہِ"۔ اُس شخص نے فوراً بلا تردّد ایسے ہی کلمہ شریف پڑھ

دیا۔ تب حضور غریب نواز نے اسے بیعت کیا اور فرمایا کہ کلمۂ طیبہ تو وہی ہے جو تم نے پڑھا تھا۔ اور جو کچھ میں نے کہلوایا ہے وہ تیرا عقیدہ اور خیال معلوم کرنے اور تیرے آزمانے کے لئے ہے ورنہ میں کون ہوں میں تو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادنیٰ سا غلام ہوں۔ (مفتاح العاشقین)

مرید رسمی اور مرید حقیقی

مونس الارواح کے حوالے سے منقول ہے کہ مرید دو طرح کے ہوتے ہیں ایک رسمی اور دوسرے حقیقی۔ رسمی مرید وہ ہوتا ہے جسے اس کا پیر و مرشد یہ تلقین کرے کہ وہ دیکھی ہوئی چیزوں کو نہ دیکھی ہوئی اور سنی ہوئی چیزوں کو نہ سنی ہوئی سمجھے۔ اور سنت و جماعت کا پابند رہے۔ اور حقیقی مرید وہ ہوتا ہے جسے شیخ یہ تلقین کرے کہ وہ سفر و حضر میں شیخ کے ساتھ رہے۔ اور فرمایا گیا ہے کہ حقیقی مرید کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ تین غسل ہر وقت کرتا رہے۔ تاکہ حقیقی مرید کہلانے کا مستحق ہو سکے۔ اول شریعت کا غسل دوئم طریقت کا غسل اور سوئم حقیقت کا غسل۔

شریعت کا غسل یہ ہے کہ اپنے بدن کو جنابت وغیرہ سے پاک و صاف کرے۔ طریقت کا غسل یہ ہے کہ طالب تجرد اور تنہائی اختیار کرے۔ اور حقیقت کا غسل یہ ہے کہ وہ باطنی توبہ کرے۔

مرید کے لئے اپنے شیخ کے سامنے خاموشی ضروری ہے اور بے فائدہ باتوں سے پرہیز لازمی ہے۔ کیونکہ زیادہ گفتگو میں ایسی غلطی کا امکان ہے جو شیخ کی ناراضگی کا باعث ہو جیسا کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ صَمَتَ نَجَا۔ (رواہ احمد) جو شخص چپ رہا وہ نجات پا گیا۔

جس طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے ادب و احترام کا حکم دیا گیا تھا۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔ (پ ۲۶) اے ایمان والو تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کرو اور انکی عظمت رکھو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (پ ۲۶)

اے ایمان والو تم اپنی آواز حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ اور نہ بولو تم اس طرح کہ جیسے تم آپس میں ہو ایک دوسرے پر۔ کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اولیاء اللہ کا ادب و احترام

اسی طرح مُرید کو بھی اپنے پیر و مُرشد کے لئے ادب و احترام بجا لانے کا حکم ہے۔ کیونکہ پیر و مُرشد کی ذات گرامی حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نائب ہے اور اُس کا ہاتھ بالواسطہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ ہے۔ شیخ کی توجہ سے ہی مُرید کے قلب میں یادِ الٰہی، اور حضور علیہ السلام کی محبت اور آپ کی اتباع کا جذبہ اور شوق پیدا ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ کا ادب و احترام ارادت مندوں کو ادنیٰ مقام سے اعلیٰ درجہ تک پہنچا دیتا ہے اسی لئے شیخ کی موجودگی میں قہقہہ لگا کر ہنسنا اور پاؤں پھیلا کر بیٹھنا عارفین کے نزدیک گناہِ کبیرہ ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ با ادب با مراد بے ادب بے مراد۔

مُرید کو بے ادبی کی سزا

منقول ہے کہ حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی غوث الثقلین حضرت شیخ سید

عبدالقادر جیلانیؒ کی خانقاہ کے دروازہ پر ایک شخص کو دیکھا گیا جس کے ہاتھ اور پاؤں ٹوٹے ہوئے تھے۔ اور وہ نہایت خستہ حالی میں وہاں پڑا تھا۔ اور حضرت سجادہ نشین صاحب سے دعا کے لئے درخواست اور التجاء کر رہا تھا۔ تاکہ مولی کریم اسے اس مصیبت سے رہائی بخشیں۔

حاضرین سے ایک صاحب نے ازراہ ہمدردی حضرت سجادہ نشین صاحب سے عرض کیا کہ حضور اس شخص کی معافی کے لئے دعا فرمائی جائے۔ حضرت سجادہ نشین صاحب نے فرمایا کہ تم خاموش رہو۔ تمہیں کیا خبر کہ اس نے کیا جرم کیا ہے۔ ازاں بعد حضرت سجادہ نشین صاحب نے خود ہی فرمایا کہ یہ شخص جو اس مصیبت میں گرفتار ہے یہ ابدال سے ہے اور فرمایا کہ کل تین اشخاص جن کو ہوائیں پرواز کا حکم ہو چکا تھا۔ اسی درگاہ کے اوپر سے گذرے، ان میں سے ایک حضور غوث الثقلین کے روضۂ اقدس کا احترام کرتا ہوا دائیں طرف ہو کر گذر گیا۔ اور دوسرا شخص ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مزار پُر انوار کے بائیں طرف ہو کر گذر گیا۔ مگر اس شخص نے روضۂ اقدس کے ادب و احترام کا خیال نہ کرتے ہوئے مزار پُر انوار کے اوپر سے گذرنا چاہا تو یہ نیچے گر گیا۔ تب سے اس کا یہ حال ہے اور بے ادبی کی سزا پا رہا ہے۔

ادب تاجیست از لطفِ الٰہی   بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی!

(ترجمہ) اللہ کریم کے فضل و کرم سے ادب ایک نہایت باوقار تاج ہے۔ اے بندے تو اس تاج کو سر پر پہن لے اور جہاں چاہے چلا جا۔ دُنیا والے تیرا یقیناً احترام اور عزت کریں گے۔ (فوائد الفواد)

شیخ سے محبت اور عقیدت کا مقام

منقول ہے کہ حضور بابا فریدالدین گنج شکر مسعود علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ ایک السا

مُرید ہے جو کہ پانچ وقتی فریضہ ادا کرتا ہے اور کسی قدر وظیفہ بھی پڑھ لیتا ہے ۔ مگر اپنے شیخ کی محبت اور عقیدت اس کے دل میں غالب اور راسخ ہے ۔ اور دوسرا ایسا مُرید ہے جو کہ بہت عبادت گذار، تسبیح خواں ،اور کثرت سے اوراد اور وظائف پڑھتا ہے ۔ مگر شیخ کی محبت عقیدت میں راسخ نہیں ہے ،ان دونوں سے کونسا مُرید افضل اور اعلیٰ مقام کا حامل ہے ۔

حضور بابا صاحبؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ وہی مُرید افضل و اعلیٰ اور بہتر ہے جو کہ شیخ کی محبت میں راسخ ہے اور فرمایا کہ حُسنِ عقیدت سے عبادت گذار مُرید کی ایک ساعت ایسے مُرید کی تمام عبادات سے افضل ہے جسے اپنے شیخ سے محبت میں غلو ہے ۔ (فوائد الفواد)

اور مُرید کو اپنے شیخ کے سامنے بلند آواز سے گفتگو کرنا اور گنوار لوگوں کی طرح باتیں کرنا سخت منع ہے ۔ ایسا کرنے سے حبطِ اعمال (بربادیٔ اعمال) کا خدشہ ہوتا ہے ۔ بلکہ گفتگو کے وقت مُرید کو نہایت انکسار، تواضع اور یا سیدی یا مولائی اور یا سرکار اور اس طرح کے مناسب الفاظ سے خطاب کرنا چاہیئے ۔

تواضع اور انکسار ایسی صفات ہیں ۔ جو اللہ کریم کے ہاں بہت پسند ہیں ۔ اور عجز و انکسار کا اقرار اور تسلیم و رضا کا اظہار بلاشبہ حق تعالیٰ کی رحمت کا موجب و باعث ہے ۔

ذرہ شو صحرا مشو گر عاقلی ! تا ز نورِ آفتابے برخوری

(ترجمہ) اے طالب اگر تو عقلمند اور سمجھدار ہے تو تو عجز و انکسار میں ذرہ کی طرح ہو جا ۔ اور پہاڑ بننے کی کوشش نہ کرنا ۔ ذرہ ہونے کی صورت میں تو کسی نہ کسی آفتاب کے نور سے فیضیاب ہو جائے گا ۔

انکسار ذریعۂ نجات ہے

منقول ہے کہ ایک مجمع میں حضرت خواجہ امام حسن بصریؒ اور عرب کا مشہور شاعر فرزدق دونوں موجود تھے۔ حضرت امام حسن بصریؒ تقویٰ اور پرہیزگاری اور فرزدق شاعر عصیان اور بدکاری میں شہرۂ آفاق تھے۔ مجمع سے ایک شخص نے آواز دی کہ اس مجلس میں ایک شخص ایسا ہے جو کہ سب سے بہتر اور افضل ہے، اور ایک شخص ایسا ہے جو سب سے بدتر اور بُرا ہے۔

یہ آواز سُن کر فرزدق نے حضرت امام حسن بصریؒ سے عرض کیا کہ حضرت یہ آواز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے کیا خبر کہ بہترین سب سے کون ہے اور بدترین سب سے کون ہے، یہ بات تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ فرزدق نے حضرت امام حسن بصریؒ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور اس مجلس سے بہترین آدمی تو آپ ہیں۔ اور اس مجمع میں بدترین آدمی میں ہوں۔

کچھ مدت کے بعد فرزدق کی موت ہو گئی۔ حاضرین سے ایک شخص نے اسے عالم ارواح میں دیکھا اور پوچھا کہ صاحب کیسے گذری؟ اور کیا معاملہ ہوا؟

فرزدق نے کہا کہ جب موت کے بعد ملائکہ مجھے کرسئ قضا کی طرف لے گئے تو میں سخت ڈرا اور شدید خوف زدہ ہو کر کانپنے لگا۔ تب مجھے فرمایا گیا کہ "تجھے اسی روز بخش دیا گیا تھا جس روز تو نے اپنے آپ کو بدترین شخص سمجھ لیا تھا"

(فوائد الفواد)

شیخ کے آداب

مُرید کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ اپنے شیخ سے کوئی بات کرنا چاہے تو پہلے یہ معلوم کرے کہ اس کا شیخ اس وقت بات کرنے کو آمادہ اور تیار بھی ہے یا نہیں۔

گفتگو کرنے میں مرید جلدی نہ کرے ۔ جس طرح اللہ کریم سے دعا کرنے کے آداب و شرائط ہیں، اسی طرح شیخ سے بات کرنے کے آداب اور شرائط ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک صحابی کے بارہ میں جس نے نماز کے آداب بجالانے میں کوتاہی کی تھی یہ فرمان صَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ تو پھر نماز پڑھ، بے شک تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اسی حقیقت کا مظہر ہے کہ آداب بجالانے کے بغیر کوئی عمل قابل قبول اور لائق التفات نہیں ہوتا ۔ اور یہی امر شیخ کی ذات گرامی سے استفادہ کے لیے سب سے مقدم اور سب سے ضروری ہے ۔ اور مرید کو شیخ سے کلام کرنے سے پہلے اللہ کریم سے دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اپنے پیر و مرشد کے مناسب آداب بجالانے کی توفیق بخشیں ۔ مرید کے لئے شیخ کی ذات گرامی قبلہ حاجات و کعبہ مرادات ہوتی ہے ۔

ہر کہ پیر و ذات حق را یک ندید نے مرید و نے مرید و نے مرید

(ترجمہ) جس شخص نے اپنے پیر و مرشد اور ذات حق تعالیٰ کو ایک نہیں سمجھا تو وہ درحقیقت مرید نہیں ہے۔

اہل علم کی توجہ کے لیے

شیخ کے آداب احترام اور اس کی تعظیم و تکریم کے بارہ میں سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سے منقول ہے کہ ایک روز حضور بابا فرید صاحب گنج شکرؒ نے فرمایا کہ میرے ہاتھ میں ایک دعا ہے ، کوئی ہے جو اسے یاد کرلے ۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے معلوم کرلیا کہ حضور بابا صاحب کا مقصد یہ ہے کہ میں اسے یاد کرلوں ۔ آپ کا فرمان سن کر میں آگے بڑھا اور عرض کیا کہ حضور کا حکم ہو تو بندہ اس دعا کو یاد کرلے ۔ حضور بابا صاحب نے وہ دعا مجھے دیدی۔ میں نے

مناسب سمجھا کہ اس دُعا کو ایک بار بابا صاحب کے سامنے پڑھ لوں، پھر یاد کر لونگا۔ اس کے لئے میں نے حضور بابا صاحب سے اجازت چاہی تو حضور نے فرمایا "پڑھو"۔ میں نے جب حضور بابا صاحب کا فرمان سُنا تو وہ دُعا پڑھی۔ حضور بابا صاحب نے اس میں ایک جگہ اعراب کی اصلاح فرمائی اور فرمایا کہ اس طرح پڑھو۔ میں نے اس دُعا کو ایسے ہی پڑھا جس طرح حضور بابا صاحب نے فرمایا تھا۔ اگرچہ وُہ عبارت بھی درست اور با معنیٰ تھی جسے میں نے حضور بابا صاحب کی اصلاح سے پہلے پڑھا تھا۔ جب میں نے اس دُعا کو دُھرایا تو وہ دُعا مجھے اسی وقت ازبر ہوگئی۔ میں نے حضور بابا صاحب سے عرض کیا۔ اگر فرمان ہو تو ایک بار پڑھوں۔ حضور بابا صاحبؒ نے فرمایا "پڑھو"۔ میں نے اس دُعا کو اسی طرح پڑھا جس طرح حضور بابا صاحبؒ نے اصلاح فرمائی تھی۔

جب میں حضور بابا صاحبؒ کی خدمت اقدس سے باہر آیا تو حضرت مولانا بدرالدین اسحٰق صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ نے اچھا کیا کہ اعراب دُعا میں اسی طرح پڑھا جیسے حضور بابا صاحبؒ نے فرمایا تھا۔

حضور خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اگر اس فن کا امام سیبویہ اور وہ تمام نحوی جنہوں نے اس فن کے قواعد و ضوابط وضع کئے ہیں مجھے یوں کہیں کہ اس دُعا میں اعراب وہ درست ہے جو آپ نے پہلے پڑھا تھا تو میں اُن کی بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرونگا۔ بلکہ دُعا میں اعراب وہی پڑھوں گا جو میرے پیر و مرشد حضور بابا صاحبؒ کو پسند ہے اور جس کے لئے آپ نے حکم فرمایا ہے۔

حضرت مولانا بدرالدین صاحب اسحٰقؒ نے فرمایا کہ جس طرح آپ نے شیخ کے آداب کو سمجھا ہے۔ ایسا ادب ہمیں کہاں نصیب ہے۔ (فوائد الفواد)

مُرید کے لئے اپنے شیخ کی قدم بوسی

حضور خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی بارگاہ میں ایسے لوگوں کا ذکر

ہُوا جو کہ حضرت پیر و مُرشد کی بارگاہ میں پہنچ کر سر سجدہ میں رکھ دیتے ہیں۔

حضور خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ کے سامنے ارادت مند ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ حضور خواجہ صاحبؒ کے ارادت مندوں سے ایک نے عرض کیا کہ حضور جب ایک شخص مخدوم کے پاس حاضر ہو کر بعیت کر لیتا ہے تو پھر اس کے لئے سر سجدہ میں رکھنے میں کیا مضائقہ ہے۔ کیونکہ بعیت محبّت اور عشق کا نام ہے اور جہاں محبّت اور عشق آ جائیں تو وہاں سر کا زمین پر رکھنا آسان ہو جاتا ہے تب حضور محبوب الٰہی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام حضور بابا فرید صاحب گنج شکرؒ سے سنا ہے کہ حضرت ابو سعید ابُو الخیر ایک مرتبہ سوار ہو کر سفر میں تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک مُرید آیا اور قدم بوسی کے لئے آگے بڑھ کر اس نے حضرت ابو سعید صاحبؒ کے زانُو مبارک پر بوسہ دیا، آپ نے فرمایا "اس سے نیچے"، مُرید نے حضور اقدس کے پائے مبارک پر بوسہ دیا۔ حضور نے فرمایا "اس سے نیچے"۔ اُس مُرید نے گھوڑے کے پاؤں پر بوسہ دیا۔ حضور نے فرمایا "اس سے نیچے" پھر اس مُرید نے زمین پر بوسہ دیا۔

بالآخر حضرت ابُو سعید ابُو الخیرؒ نے فرمایا کہ اس سے نیچے کا بار بار فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ:-

مُرید اپنے آپ کو اپنے شیخ کے سامنے پست سے پست کرتا جائے۔ اس لئے کہ جس قدر وہ اپنے آپ کو پست کرتا جائے گا۔ اسی قدر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مرتبہ بلند ہوتا جائیگا۔ (فوائد الفواد)

حضور بابا فرید صاحبؒ کی اپنے شیخ سے عقیدت اور اسکی قدم بوسی

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب

اجمیری ہند الولیؒ حضور قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدّین صاحب بختیار کاکی اوشی اولسین الاروراحؒ کے پاس شہر دہلی میں تشریف لائے۔ اُن دنوں شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدّین گنج شکر صاحبؒ اپنے پیر و مُرشد حضرت قطب صاحبؒ کے پاس ریاضت و مجاہدہ میں مشغول تھے۔ حضور قطب صاحبؒ جب اپنے پیر و مُرشد حضور خواجہ اجمیری صاحبؒ کی قدم بوسی کر چکے تو آپ نے مُصاحبین سے فرمایا کہ حضرت بابا صاحب کو بلاؤ تاکہ وہ بھی حضور خواجہ صاحب کی قدم بوسی کا شرف حاصل کر لیں۔

حضور بابا صاحب اپنے پیر و مُرشد کا حکم سُن کر حاضر خدمت اقدس ہوئے تو حضور قطب صاحب نے فرمایا۔

بابا صاحب! حضور خواجہ صاحب تشریف فرما ہیں۔ قدم بوسی کر لیجئے۔

حضور بابا صاحب نے جب یہ حکم سنا تو حضور قطب صاحب کے قدموں پر گر پڑے۔ اور کچھ دیر کے بعد آپ حضور قطب صاحب کے سامنے با ادب بیٹھ گئے۔

حضور قطب صاحب نے پھر فرمایا۔ بابا صاحب! حضور خواجہ صاحب تشریف فرما ہیں، قدم بوسی کی سعادت حاصل کر لیجئے۔

حضور بابا صاحب یہ حکم سُن کر پھر اپنے پیر و مُرشد حضور قطب صاحب کے قدموں پر گر پڑے۔ حضور قطب صاحب نے بابا صاحب کو اٹھایا اور فرمایا۔

بابا صاحب! حضور خواجہ صاحب سے قدم بوسی کا شرف حاصل کر لیجئے۔

حضور بابا صاحب نے تیسری بار پھر اپنے پیر و مُرشد حضور قطب صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔

حضور خواجہ مُعین الدین صاحب اجمیریؒ نے یہ تمام کیفیات دیکھ کر فرمایا۔

"قطب صاحب! اللہ کریم نے بہت اچھا مُرید آپ کو دیا ہے، اپنے شیخ سے ارادت اور عقیدت ایسے ہی ہونی چاہیئے"۔

خاک شو در پیش شیخ با صفا   تا زخاکِ تو بروید کیمیا!

(ترجمہ) اے طالب تو اپنے پیر روشن ضمیر کے سامنے خاک کی طرح فنا ہو کر فنافی الشیخ کا مقام حاصل کر لے تب تیری خاک کیمیا اثر ہو جائے گی اور اس سے کیمیا پیدا ہو گی۔ (فوائد الفواد)

سالک کے لئے چار عالم

حضور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ راہِ سلوک میں طالب کے لئے چار عالم سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص اُن سے واقف نہیں ہے وہ نہ درویش ہے اور نہ سالک۔ اور وہ چار عالم یہ ہیں۔ (۱) عالم ناسوت (۲) عالم ملکوت (۳) عالم جبروت (۴) عالم لاہوت۔ پھر ہر ایک کی شرح یوں بیان فرمائی کہ عالمِ ناسوت عالم حیوانات ہے اور اس کے افعال حواس خمسہ سے ہوتے ہیں جیسے کھانا پینا۔ سونگھنا چکھنا۔ وغیرہ۔

جب سالک ریاضت و مجاہدہ کر کے اس عالم سے گذر جاتا ہے تو وہ دوسرے عالم جسے عالمِ ملکوت کہتے ہیں میں پہنچ جاتا ہے، اور عالم ملکوت، عالمِ فرشتگان ہے۔ اس کے افعال تسبیح و تقدیس، وتہلیل و تسلیم، قیام و رکوع اور سجود ہیں۔ جب سالک اس عالم سے گذر جاتا ہے تو وہ تیسرے عالم جسے عالم جبروت کہتے ہیں میں پہنچ جاتا ہے۔ اور عالم جبروت عالمِ ارواح ہے۔ اس کی صفات افعال حمیدہ ہیں جیسے ذوق و شوق، طلب و وجد اور سکر و محویت وغیرہ جب سالک ان صفات سے گذر جاتا ہے تو وہ عالمِ لاہوت میں پہنچ جاتا ہے۔ عالمِ لاہوت عالمِ بے نشان ہے۔ سالک اس وقت اپنی ذات سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ اس مقام کو لامکان کہتے ہیں۔ یہاں نہ گفتگو ہے اور نہ جستجو۔

نیز حضور سلطان المشائخ نے فرمایا کہ عالم ناسوت نفس کی صفت ہے۔ عالم ملکوت دل کی صفت ہے۔ عالم جبروت روح کی صفت ہے اور عالم لاہوت نظر رحمان کی صفت ہے۔ پس ہر ایک میں اُس کے مناسب حال و مقام ایک صفت پائی جاتی ہے، چنانچہ نفس اُس جہان کی طرف مائل ہوتا ہے جو شیطان کا مقام ہے اور دل بہشت جاوداں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور روح کی رغبت رحمان اور اس کی پوشیدہ صفات اور اسرار کی طرف ہوتی ہے۔

جو شخص نفس کی متابعت کرتا ہے وہ دوزخ میں جاتا ہے اور جو شخص دل کی تابعداری کرتا ہے، وہ بہشت میں مقام حاصل کرتا ہے اور جو شخص روح کی متابعت کرتا ہے وہ قرب حق سبحانہٗ و تعالیٰ حاصل کرتا ہے۔

رَزَقَنَا اللّٰہُ مِنْہُ بِفَضْلِہٖ (فوائد الفواد)

اپنے آقا کے قدموں پر سر رکھ کر جان دے دی

مولانا سید محمد سلمان صاحب منصور پوری جو اپنے عہد کے جید علماء اور بلند پایہ مؤرخین سے تھے اور مسلکِ اہلحدیث کے پیرو تھے وہ حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شہادت کے بارہ میں رقمطراز ہیں:-

حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں لشکر اسلام میں شریک تھے۔ کفار اور دشمنانِ اسلام سے قتال کرتے ہوئے آپ کو زخم ہائے کاری لگے۔ جب جانبر ہونے کی توقع نہ رہی تو آپ نے اپنے آپ کو حضور پرنور حضرت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین (فداہ ابی و امی) صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ڈال دیا۔ اور اپنے رخسار حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگاتے ہوئے اپنی جان جہاں آفریں کو دیدی۔

(رحمۃ للعٰلمین جلد اول ص۱۴۲)

شیخ سے استفادہ کے لئے اوّلین شرط

مُرید شیخِ کامل سے اس وقت استفادہ کر سکتا ہے جبکہ شیخ کی عظمت کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرے۔ اور شیخ کو آزمانا چھوڑ دے۔ اور یہ عقیدہ رکھے کہ اس کا شیخ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ درست ہے اس کی تمام حرکات و سکنات اور اس کے تمام اَفعال و اعمال ٹھیک ہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے سے مُرید کو یقیناً فائدہ پہنچے گا۔ اور جب اللہ کریم مُرید کے حال پر توجہ فرمائیں گے اور تزکیۂ نفس کی نعمت اسے ارزانی ہو جائے گی تو اُسے ان تمام اُمور کی اطلاع دے دی جائے گی جنہیں یہ نہ جانتا تھا یا اپنے زعم میں اُنہیں ناجائز یا خلاف شرع سمجھتا تھا۔

چو بشنوی سخنِ اہلِ دل مگو کہ خطاست ؎
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

(ترجمہ) اے طالب جب تو اہلِ دل اور اربابِ قلب کی کوئی بات سنے تو اُسے غلطی پر محمول نہ کرنا اور یوں نہ کہنا کہ یہ بات نادرست ہے۔ بلکہ اے دوست، اصل معاملہ یہ ہے کہ تو بھید اور اسرار جانتا ہی نہیں ہے ان امور کو تیرا غلط کہنا ہی دراصل غلطی اور خطا ہے۔

آدابِ شیخ کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رح کی رائے گرامی

واگر بعنایتِ خداوندی جل شانہٗ طالبے را بایں طور پیرِ کامل و مکمل دلالت فرمود باید کہ وجودِ شریف اور ا مغتنم داند و خود را بتمام باو سپارد۔ و سعادۃ خود

اگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کسی طالب کو ایسا شیخ کامل و مکمل مل جائے تو اُسے چاہیے کہ اس کے وجود کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو پورے طور پر اس کے سپرد کرے۔

در مرضیات او داند۔ و شقاوت خود را در خلاف او شناسد ہیچ اعتراض را در حرکات و سکنات او مجال ندہد اگر چہ آں اعتراض مقدار حبۂ خردلہ باشد۔ زیرا کہ اعتراض را غیر از حرماں نتیجہ نیست۔ و بے سعادت ترین جمیع خلائق عیب بین ایں طائفہ است۔ (مکتوبات جلد اول)

اور اپنی سعادت و نیک نصیبہ کو اس کی رضا میں خیال کرے اور اپنی بدبختی کو اس کی مخالفت کا ثمرہ جانے۔ اور شیخ کی حرکات و سکنات پر مطلق اعتراض نہ کرے۔ اگرچہ یہ اعتراض رائی کے دانہ کے برابر ہو۔ اس لئے کہ سوائے محرومی کے اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اور تمام مخلوق سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو اس جماعت کے عیب تلاش کرنے والا ہے۔

اگر مُرید شیخ کے کسی کام کو بزعم خود ناجائز یا خلاف شرع سمجھ کر اس سے بدظن ہو جاتا ہے تو شیخ کامل اسے نور باطن سے معلوم کر لیتا ہے اور اسے اپنے فیضِ باطنی سے محروم کر دیتا ہے۔ اور اسے اپنی ذات سے جُدا کر دیتا ہے۔ ایسا مُرید سر کے بل گرتا ہے اور اس کا شمار کاذبین میں ہوتا ہے۔ اور وہ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃَ (وہ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں خسارہ میں رہا) کا پورا پورا مصداق بن جاتا ہے۔ عیاذاً باللہ ؎

وائے بر عشقے کہ نارِ اُو فسرد
در حرم زائید و در بُت خانہ مُرد

(ترجمہ) اُس عشق پر ہزار افسوس جس کی آگ سرد پڑ گئی ہے۔ اور اس کی مثال تو ایسے شخص کی ہے جو کہ حرم شریف میں پیدا ہوا اور بُت خانہ میں اس کی موت اُسے آ لے۔

حضرت امام ربّانی حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ نے آدابِ شیخ کے متعلق مزید

فرمایا ہے :-

شیخ الاسلام ہروی میفرماید الٰہی چیست اینکہ دوستانِ خود راکردی۔ کہ ہر کہ ایشاں را شناخت ترا یافت و تا ترا نیافت ایشاں را نہ شناخت۔ بغضِ ایں طائفہ سمِ قاتل ست و طعنِ ایشاں موجبِ حرمانِ ابدی۔ (مکتوبات)	شیخ الاسلام حضرت ہرویؒ فرماتے ہیں کہ اے اللہ تیرے دوستوں کا کیا معاملہ ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھے پایا۔ اور جب تک کسی نے تجھے نہیں پایا۔ اس نے ان کو نہیں پہچانا۔ اس جماعت کے ساتھ بغض و عناد رکھنا یہ زہر قاتل ہے اور اس کو طعنہ دینا ابدی محرومی کا سبب ہے۔

مُرید کو شیخ کی خدمت کے لئے کمربستہ رہنا چاہیئے

مُرید کو اپنے شیخ کے سامنے اس طرح رہنا چاہیئے کہ وہ اپنے تمام ارادے ترک کر دے اور شیخ کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائے۔ اور شیخ کی محبت کا حق پہچانے اور اسے معرفتِ ربانی کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ بنائے۔ اس طرح توقع ہو سکتی ہے کہ مُرید اس گوہر یکتا اور دُرِ مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے ؎

اہلِ دل شو یا کہ بندۂ اہلِ دل ورنہ ہمچو خر فرو ماندہ بہ گل !

(ترجمہ) اے طالب تیری کامیابی کے لئے صرف ایک صورت ہے کہ تو خود صاحبِ دل ہو جا یا کسی صاحبِ دل کا غلام بن جا۔ اس کے بغیر تیرا حال اُس گدھے کی طرح ہو گا جو دلدل میں پھنس گیا ہو۔

مُرید چاہے کتنا ہی باہمّت کیوں نہ ہو اسے چاہیئے کہ جب اسے شیخ کامل کی محبت نصیب ہو جائے تو اپنی تمام خواہشات ترک کر دے۔ اور اپنی مرضیات کو

شیخ کی رضا میں فنا کر دے۔ اور اپنی تمام حاجات کو شیخ کے سامنے پیش کر دے۔ شیخ انہیں اللہ تعالے کے حضور میں پیش کر دیگا۔

جس طرح مرید اپنی حاجات میں شیخ کی طرف رجوع کرتا ہے اسی طرح شیخ کامل بھی مرید کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مرید کو چاہیئے کہ وہ اپنے تمام اوراد اور وظائف ترک کر دے جو اس نے شیخ کے حکم کے بغیر شروع کر رکھے ہوں شیخ کامل چونکہ صاحب بصیرت ہوتا ہے اس لئے وہ مرید کے مناسب حال اوراد و وظائف و عبادات مقرر کرتا ہے۔

وظائف کے متعلق حضرت سلطان المشائخ کا فرمان

حضور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ جو وظیفہ کسی صاحب نعمت کے فرمان کے مطابق پڑھا جائے اس کے ادا کرنے میں خاص راحت ہوتی ہے۔ اور اگر ایک وظیفہ اپنے طور سے پڑھا جائے اور دوسرا شیخ کے حکم سے پڑھا جائے تو دونوں طرح کے وظیفوں کے ادا کرتے وقت جو راحت حاصل ہوتی ہے اسمیں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ابو سعید ابو الخیرؒ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے اپنی خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ اور لوگوں سے پوچھا کہ جامع مسجد کا راستہ کونسا ہے ایک صاحب نے راستہ بتایا اور دوسرے نے عرض کیا کہ مخدوم کئی بار نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جامع مسجد میں تشریف لے گئے ہیں۔ آیا مخدوم کو راستہ کا اب علم نہیں ہے؟

آپ نے فرمایا کہ "میں چاہتا ہوں کہ میں اب بھی کسی کا محکوم ہو جاؤں"۔

مُرید کو اَوراد و وظائف اور دوسرے تمام اُموُر میں شیخ کا محکوم ہونا چاہیئے۔ مُرید صادق کے لئے ضروری ہے کہ اسے اپنے شیخ سے محبت، اخلاص و دوام حاصل ہو۔ ہر دم اسی کی یاد میں سرمست رہے، اسی کی ذات میں مُرید کی راحت ہو۔ اور اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اور سوتے جاگتے شیخ کے تصوّر اور اسی کے ذکر و فکر میں وہ محو اور سرشار رہے۔ یہی اس کی غذا اور یہی اس کی دوا ہو۔

خاک شو در پیش شیخ با صفا — تا ز خاکِ تو بروید کیمیا!

(ترجمہ) اے طالب تو اپنی رضا کو شیخ کامل صاحب باطن اور روشن ضمیر مرشد کی رضا میں فنا کر دے تاکہ تیری خاک اور تیرے بدن سے کیمیا پیدا ہو۔ اور تیرے جسم کی خاک کیمیا کی تاثیر کی حامل ہو جائے۔

شیخ کی ذات گرامی سے قُرب اور بُعد

طالبانِ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ محبّتِ الٰہی میں یک رنگ و یک جہت ہوں۔ کیونکہ یہ مرتبہ شرک کو گوارا نہیں کرتا۔ جس قدر طالب کثرت میں پھنسا ہو گا اسی قدر وُہ وحدت سے دُور رہیگا۔ اور جس قدر وہ کثرت کی نسبتوں کو علیحدہ کرتا جائیگا۔ اُسی قدر وُہ وحدتِ حقیقی سے قریب تر ہوتا جائیگا۔

شیخ کامل سے قُرب و بُعد کا دار و مدار بدنی قُرب و بُعد نہیں ہے، بلکہ اس امر کا تعلّق قلبی و رُوحی قُرب و بُعد پر ہے چنانچہ وہ لوگ جن کے قلوب حضرت شیخ کی ذات گرامی سے قریب ہیں۔ وہ حضرت شیخ سے قریب ہی ہوتے ہیں خواہ بدنی طور پر وُہ حضرت شیخ سے کتنے دُور کیوں نہ ہوں، اور وہ لوگ جو قلبی و روحی طور پر حضرت شیخ کی ذاتِ گرامی سے دُور ہوتے ہیں وہ فی الواقع ذات شیخ سے دُور ہی ہوتے ہیں خواہ بدنی طور پر وہ ذات شیخ سے قریب سے قریب کیوں نہ ہوں۔

حضور پُرنور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے ارشادِ گرامی اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (انسان قیامت کو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اُس نے دُنیا میں محبّت رکھی) میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک عارف کا قول ہے

گر در یمنی کہ با منی پیش منی　　　　در پیش منی کہ بے منی در یمنی

(ترجمہ) شیخ کامل مُرید صادق کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے طالب اگر تو قلبی طور پر میرے ساتھ ہے تو تو ہر حالت میں میرے پاس ہی ہے خواہ بدنی طور پر تو مُلک یمن میں رہتا ہو۔ اور اگر تو قلبی و روحی طور پر میرے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تو پھر تو ملک یمن میں ہی ہے اور مجھ سے دُور ہی ہے خواہ بدنی طور پر تُو میرے قدموں میں رہتا ہو۔

قُربِ بُعد کا دار و مدار اہلیت پر ہے

حضرت سُلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بدایونی سے منقول ہے کہ ایک صاحب مولانا سراج الدین نام بدایون میں رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وُہ حج بیت اللہ کے لئے اِس ارادہ سے تشریف لے گئے کہ اگر حُسنِ اتفاق سے دیارِ حبیب میں اُنہیں پیغامِ اجل آ ملے تو زہے قسمت اور اگر یہ کیا کہ وُہیں مدفون ہوں اور وہیں سے ان کا حشر و نشر ہو۔ تمام اعزّہ اور سب احباب سے آخری علیک سلیک کر کے حج کے لئے روانہ ہو گئے۔

مگر مولانا موصوف جب حج بیت اللہ شریف سے فارغ ہوئے تو سیدھے بدایوں پہنچ گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔

دوستوں نے پوچھا کہ حضرت آپ اِس ارادہ سے حج کے لئے تشریف نہ لے گئے تھے کہ اُن مقاماتِ مقدسہ میں آپکو سفرِ آخرت نصیب ہو۔ اور وہیں آپ کا مدفن

بنتے؟

مولانا نے فرمایا کہ ہاں، بیشک میں اسی ارادہ سے حج کے لئے گیا تھا۔ لیکن ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ کچھ لوگ مختلف اطراف سے جنازے اُٹھائے ہوئے اطرافِ مکّہ مکرمہ میں لا رہے ہیں اور مکّہ شریف کے قرب و جوار میں اُنہیں دفن کر رہے ہیں، اور بہت سے مُردے جو مکّہ شریف کے قُرب و جوار میں دفن کئے گئے تھے۔ اُنہیں وہاں سے اُٹھا اُٹھا کر دُور دراز علاقوں میں لے جا کر دفن کر رہے ہیں۔

مولانا موصوف کہتے ہیں کہ میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اور کیا ہو رہا ہے؟ وہ ملائکہ جو اس کام پر مأمور تھے اُنھوں نے بتایا کہ وہ لوگ جو اس مقدّس سرزمین کے لئے اہلیت رکھتے ہیں، خواہ کہیں فوت ہوئے ہوں اُن کے بارہ میں ہمیں حکم ہے کہ ہم اُنہیں یہاں شہر مکّہ شریف کی ارضِ پاک میں لا کر دفن کریں۔ اور جو لوگ اِس مقدّس خطّہ کے لئے اہلیّت نہیں رکھتے خواہ اسی جگہ فوت ہوئے ہوں ان کے بارہ میں حکم ہے کہ ہم اُنہیں یہاں سے اُٹھا کر دُور دراز مقامات پر لے جا کر دفن کریں۔

مولانا سراج الدّین ترمذیؒ کہتے ہیں کہ جب میں خواب سے بیدار ہُوا تو مجھے خواب کے درست اور حق ہونے کا علم و یقین ہو گیا۔ اس لئے میں واپس بدایون پہنچ گیا۔ اور سمجھ گیا کہ اگر میں اس مقدّس سرزمین کے لائق ہُوا تو میری مراد انشاء اللہ بعد موت کے بدایون میں رہتے ہوئے بھی پوری ہو جائے گی۔ (فوائد الفواد)

میرے مخدوم حضور قبلہ صابری صاحب مدظلہ العالی کا ارشادِ گرامی ہے کہ قُرب و بُعد کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ ارادت مندوں کی نسبت و عقیدت جب اپنے شیخ سے راسخ اور دُرست ہوتی ہے تو حضرت اُویس قرنیؓ کی طرح بدنی بُعد کے باوجود وہ اپنے شیخ کی ذاتِ گرامی سے ہر ساعت و ہر آن فیضیاب اور بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں۔

شیخ کامل کو نہ سمجھو غیر ذات	شیخ کامل ہے رسالت کی صفات

زیارتِ شیخ و حجِّ کعبہ

حضور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء محبوبِ الٰہی کے سامنے ذکر ہوا کہ بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ جب کوئی مرید کسی ذاتی کام کے لئے باہر سفر میں جائے تو اس سفر میں اسے اپنے پیر و مرشد کے پاس حاضر نہ ہونا چاہیئے۔

آپ نے فرمایا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا ہوں کہ ایسے علاقہ کی طرف جاؤں جہاں میرے شیخ ہوں تو اُن کی خدمت میں حاضری کے بغیر واپس لوٹ آؤں۔

اور فرمایا کہ مجھے ایک مرتبہ حج خانہ کعبہ کا بڑا شوق ہوا۔ میں نے حج کے لئے جانے سے پہلے ارادہ کیا کہ ایک بار پاکپتن شریف حاضری دے لوں۔ چنانچہ جب میں پاکپتن شریف پہنچا، اور حضور شیخ الاسلام حضرت بابا صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو میرا مقصودِ حج پورا ہوا، اور مزید انعامات الٰہی نصیب ہوئے۔ بعد فرمایا کہ کچھ مدّت کے بعد پھر حج کا شوق غالب ہوا۔ تو پھر پاکپتن شریف حاضر ہوا۔ اللہ کریم نے خصوصی انعامات سے نوازا۔ حضور سلطان المشائخ نے آبدیدہ ہو کر زبان مبارک سے فرمایا۔ ع

"آں راہ بسوئے کعبہ بُرد ایں بسوئے دوست"

حضرت بادشاہ دو جہاں جناب مخدوم علاءالدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیریؒ نے اسی حقیقت کی طرف اپنے ان کلمات طیبات میں اشارہ کرتے ہوئے اہلِ عرفاں کے لئے اِس اہم مقام کے چہرہ سے پردہ اٹھاتے ہوئے اسے بے نقاب کیا ہے ؎

امروز شاہِ شاہاں مہماں شدہ ست مارا!
جبریل با ملائک درباں شدہ ست مارا

(ترجمہ) آج کا دن ایسا بابرکت دن ہے کہ جس کی وجہ سے زمین اور تمام عالم کے بادشاہ سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کلیر شریف میں ہمارے گھر پر مہمان اور تشریف فرما ہوئے ہیں، اور حضرت جبرائیل امین ہزار ہا فرشتوں کے ہمراہ اس گھر پر کلیر شریف میں دربانی کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ان واقعات میں ان حقائق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ صاحبِ حال اولیاء اللہ کو اللہ کریم اُن کے مقامات اور مجاہدات پر ہی اپنے خصوصی انعامات سے نوازتا رہتا ہے۔ اور بدنی طور پر انہیں سفر کی حاجت نہیں رہتی۔

"ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ"!

کبر و نخوت باعث لعنت و قابلِ نفرت ہے

مولانا ضیاء الدین برنیؒ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت کی بارگاہ کریمی سے حکم ہوا کہ تمہاری قوم سے جتنے صالح افراد ہیں اُن کو عوام سے الگ کر دو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آواز دی کہ تمام قوم سے جو جو صالح افراد ہوں وہ دوسروں سے الگ ہو جائیں۔ اس آواز پر بہت سے لوگ عوام سے باہر نکل آئے۔ تب اللہ کریم کی طرف سے حکم ہوا کہ ان لوگوں سے صالح تر لوگوں کو چن لو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے ستر آدمی چن لئے۔ پھر حکم ہوا کہ ان سے بھی بہتر سے بہتر افراد کا انتخاب کرو۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن ستر افراد سے صرف سات افراد کو چن لیا۔ پھر حکم ہوا کہ اُن سے بھی اچھے سے اچھے لوگوں کا انتخاب کرو۔

تب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اُن سے صرف تین اشخاص کا انتخاب فرمایا۔
اِن کے بارہ میں حضرت حق سبحانہٗ وتعالےٰ کی بارگاہ سے حکم ہُوا کہ یہ تینوں اشخاص میرے نزدیک سب سے بُرے ہیں۔ کیونکہ جب یہ حکم ہُوا تھا کہ تم صالح افراد کو کہو کہ وہ عوام سے الگ ہو جائیں۔ تو اِن تینوں اشخاص نے اپنے آپ کو صالح سمجھ کر عوام سے الگ کر لیا تھا۔

اَربابِ طریقت کے ہاں اگر کوئی شخص عبادت نہ کرے، تو وہ شخص اُس انسان سے بہتر ہے جو کہ عبادت کرے اور اس پر فخر کرے۔

شریعت میں مُدّعا علیہ کو قید کرتے ہیں، مگر طریقت میں مُدّعی کو قید خانہ میں ڈالا جاتا ہے ؎

چو سرّ ازل طُعمۂ ابدال شود ؛ آں جملہ قیل وقال پامال شود !
ہم مُفتیٔ شرع را جگر خوں گردد ہم خواجۂ عقل را زباں لال شود

(سیر الاولیاء)

(ترجمہ) جب ابدال کو اسرار ازلی سے اطلاع دے دی جاتی ہے تو اُن کی تمام گفتگو اور ہر طرح کی کلام بند ہو جاتی ہے۔ اور ان کا جگر خون ہو جاتا ہے، اور بڑے بڑے اصحابِ عقل و فراست کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔

باطن کی خباثت اپنا رنگ ضرور لاتی ہے

لفظِ انسان صورت اور صفت دو چیزوں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے۔ لیکن ان ہر دو امور سے قابل لحاظ اور لائقِ توجہ صرف صفت[۱] کا پہلو ہے، نہ کہ صورت کا اِس لئے کہ انسان اپنی عمدہ صفات اور اپنے اوصاف جمیلہ کی بنا پر ہی انسان کہلانے کا مستحق ہے

[۱] گر بصورت آدمی انساں بُدے ـــ احمد و بوجہل خود یکساں بُدے (ترجمہ) اگر آدمی کی شکل و صورت کا انسانیت میں دخل ہوتا تو جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل دونوں (معاذ اللہ) یکساں ہوتے۔

كما ورد فی الحديث ۔ — جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِکُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتے۔ بلکہ وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتے ہیں۔

(رواہ مسلم۔ بہشتی زیور حصہ ہفتم ص۳)

صُورت اور جسم کا تعلق اِس دنیوی زندگی سے ہے لیکن صفت کا ظہور حیات اُخروی میں ہوگا۔ کیونکہ دارِ آخرت میں اشیاء کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ اور ظاہری شکل و صورت نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ دارِ آخرت میں ہر شخص اُس صُورت میں پیش کیا جائیگا جس کے لئے اس کا باطن ترجمانی کرتا ہوگا۔ چنانچہ بلعم باعُور کو اتنی عبادت کے باوجود کُتّے کی صُورت میں حاضر کیا جائیگا۔ اور ظلم و ستم کرنے والا شخص اپنے آپ کو بھیڑیئے کی شکل میں دیکھے گا۔ اور کبر و غرور کرنے والا شخص اپنے آپ کو چیتے کی صورت میں دیکھے گا۔ اور بخیل اور حریص انسان اپنے آپ کو خنزیر کی شکل میں پائیگا۔ اور یہ حقیقت کسی سے مخفی نہ رہیگی۔ كما قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :- جیسا کہ ارشاد ربّانی ہے۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔ (رپ۲۶) — سو اب ہم نے تیرا پردۂ غفلت سے ہٹا دیا سو آج تو تیری نگاہ تیز ہے۔

تزکیۂ نفس اور صفائی قلب اور اصلاح باطن کے بغیر انسان انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ بلکہ ایسا شخص جس کا باطن اوصاف ذمیمہ سے پاک و صاف نہیں ہوتا اس کا شمار جانوروں اور درندوں میں ہوتا ہے۔

كما قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی — جیسا کہ اللہ کریم کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ — اور بیشک ہم نے پیدا کیئے دوزخ کے واسطے

وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط

بہت سے جن اور انسان۔ اُن کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں کہ اُن سے دیکھتے نہیں۔ اور کان ہیں کہ اُن سے سنتے نہیں۔ وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بے راہ۔

معافیٔ جرم کے لئے حضرت پیر مرشد سے درخواست کی صورت

ایک روز حضرت امیر خسروؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی صاحبؒ کے سامنے گردن میں دستار ڈالے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہی صاحبؒ نے فرمایا۔ ترک! کیا چاہتے ہو۔ حضرت امیر خسرو نے عرض کیا کہ حضور اقدس سے مولانا برہان الدین کے جرم کی معافی چاہتا ہوں۔ حضور محبوب الٰہی صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا۔ وہ کہاں ہے اُسے بلاؤ۔ تب مولانا برہان الدین اور حضرت امیر خسرو دونوں گردن میں دستار ڈالے ہوئے حاضر خدمت ہو کر زمین بوس ہوئے۔ حضور خواجہ صاحبؒ نے مولانا برہان الدین کا جرم معاف کیا اور انہیں دوبارہ بیعت سے مشرف فرمایا۔

منقول ہے کہ مولانا برہان الدین کا قصور یہ تھا کہ اُنھوں نے ایک معمولی سی ناموزوں بات حضور خواجہ صاحب کے بارہ میں کہی تھی جسے کسی شخص نے بگاڑ کر حضور خواجہ صاحب سے بیان کر دیا اور وہ وجہ ناراضگی بن گئی۔

مریدین کو اپنے شیخ کے بارہ میں قول و فعل اور ہر طرح سے بڑا محتاط رہنا پڑتا ہے (وَفَّقَنَا اللّٰهُ بِفَضْلِهٖ) (فوائد الفواد)

حق حق حق

تصورِ شیخ کا ثبوت اور اُس کا مفصل بیان

مُرید کے لئے استفادہ کے واسطے بعیت اوّلین شرط ہے

مُرید کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات کی حفاظت کے لئے اپنے گرد ایک مضبوط فصیل تیار کرے تاکہ ابلیس اور خناس جو اس کے نہایت بدخواہ اور بدترین دشمن ہیں نہ اُس میں داخل ہو سکیں اور نہ اسے بہکا سکیں۔ اور یہ حفاظت مُرید کو صرف شغل برزخ اور تصورِ شیخ ہی سے نصیب ہو سکتی ہے۔

كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰى — جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ — اے ابلیس میرے بندوں پر تیرا کچھ دسترس نہیں ہے۔ (پ۱۵)

اللہ کریم کے بندوں پر نہ تو شیطان کا داؤ چلتا ہے اور نہ وہ اُس مکان میں داخل ہو سکتا ہے جہاں ان کا قیام ہو۔ جہاں حق ہوتا ہے وہاں باطل نہیں ٹھہر سکتا۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (پ۱۵) — کہہ دیجئے آیا حق اور نکل بھاگا باطل۔

تصورِ شیخ میں جب کوئی مُرید راسخ ہو جاتا ہے اور یہ تصور اُس کے قلب میں سما جاتا ہے تو پھر شیطان اور خناس کے لئے اُس کے دل میں کوئی جگہ باقی نہیں رہتی۔ اِس لئے کہ وہ دلِ شیخ کا مقام بن چکا ہوتا ہے۔ اور ذاتِ شیخ حق ہوتی ہے جس کے سایہ سے ابلیس اور خناس کوسوں بھاگتے ہیں۔

تصورِ شیخ کی وضاحت اور اُس کے مُسلّمہ فوائد

اسی لئے حضرات صوفیاء کرام اور اولیاء عظام اور حضرات مشائخ منصب دلہان

کے ہاں تصورِ شیخ اور شغلِ برزخ کو تمام اوراد اور تمام وظائف پر اوّلیت اور فوقیت حاصل ہے۔ بلکہ یہ مسئلہ تصوف کی جان اور طریقت کی روح ہے۔

تصورِ شیخ کا مطلب یہ ہے کہ مرید اپنے پیرومرشد اور شیخ کامل کی شکل وصورت اور اُس کے حلیہ مبارک کو اپنے دل میں اس طرح جگہ دے کہ یہ تصور اُس کے گوشے گوشے اور رگ رگ میں سما جائے۔ اور شیخ کی محبت اور اُس کے تصور کے علاوہ مرید کے دل میں کسی دوسرے شخص کا خیال تک نہ آسکے۔ اور نہ اُس کی گنجائش باقی رہے۔ جیسا کہ حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری ہند الولی رح غریب نوازؒ نے اپنے ارشادات میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے ؎

مرا در دل بغیر از دوست چیزے در نمی گنجد	بخلوت خانۂ سلطان کسے دیگر نمی گنجد
یکے دارم در دلِ شاہے کہ گر گاہے	ز دل بیروں آنند خیمہ بہ بحرو بر نمی گنجد

(ترجمہ) حضور خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں صرف میرے دوست کے لئے جگہ ہے، اور میرے دوست کے سوا کوئی شخص وہاں نہیں سما سکتا۔ میرا دوست ایک عظیم الشان بادشاہ ہے جس کی قیام گاہ کے لئے تمام کائنات بھی کافی نہیں ہے۔ صرف میرا دل ہی ایسا محل ہے جس میں میرا دوست سما سکتا ہے۔

آیۂ کریمہ	اللہ تعالے کے ارشاد
یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف
وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ۔	وسیلہ تلاش کرو۔

میں برزخ کی طرف واضح اشارہ ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ جس طرح حصولِ معنیٰ کا بے ملاحظہ لفظ کے ممکن نہیں اسی طرح بے شغل برزخ کے قربِ حق تعالیٰ کا حصول ممتنع ہے۔ شغل برزخ طریقت کی جان ہے۔ شغل برزخ کے وقت طالب کو چاہیئے کہ وہ اپنی

ذات کو مطلقاً بھول جائے۔ تاکہ اسے فنافی الشیخ کا مذاق حاصل ہو۔ اور حضرت شیخ کی صورت اور اس کے معنیٰ کا بھید اس کے سامنے کھل جائے۔ اور طالبِ صادق حضرتِ شیخ کی حقیقت کو پا جائے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ بِفَضْلِہٖ۔

حضرت شیخ کا عالی مقام

حضرت شیخ مرتبۂ وجوب اور مرتبۂ امکان میں مُریدین کے لئے برزخ جامع ہوتا ہے اور حضرت شیخ از رُوئے صُورت حادِث اور از رُوئے معنیٰ قدیم ہے۔ جس شخص نے حضرت شیخ کو از روئے صُورت اور معنیٰ دیکھا اُس نے خدا اور رسول کو پایا۔

اور یہ حق ہے کہ حضرت شیخ برزخ جامع ہے۔

تصورِ شیخ کا مسئلہ حضرات صوفیاءِ کرام اور حضرات عُلماءِ راسخین کے مُسلّمات سے ہے۔ اور اس اہم مسئلہ کا ثبوت از روئے حدیث شریف اور اس کا واضح بیان از رُوئے اقوال و اعمال بزرگانِ دین پیش کرنے سے پیشتر ناظرین کرام کو اس بات کی طرف توجّہ دلائی جاتی ہے کہ لفظ "برزخ جامع" کے سمجھنے اور اس کی حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے کسی صاحبِ دل کی صحبت اور کسی صاحب حال کی توجّہ کی ضرورت ہے۔ یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جیسے علم کے زور سے کوئی شخص سمجھ سکے یا دوسرے کو سمجھا سکے۔ بلکہ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے سالک کے واسطے ریاضت اور مجاہدہ اور تربیتِ شیخ اور اس کی نظرِ کرم کی ضرورت ہے۔

اہلِ علم اور تاریخ سے واقفیت رکھنے والے اصحاب کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مسالہا سال تک "غارِ حرا" میں تنہائی اختیار کرنے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر چلّہ کشی کرنے اور حضور غوث الثقلین حضرت محبوب سبحانی قطبِ ربانی حضور شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اٹھارہ سال تک تبّت کے پہاڑوں پر متواتر

معتکف رہنے اور حضرت شیخ الاسلام حضرت بابا فرید صاحبؒ کے سالہا سال تک صحرا نوردی میں تنہائی اختیار کرنے اور حضور سلطان الاولیاء حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح کے متواتر نو سال تک حجرۂ شریف میں یک سمتی اور یک جہتی اختیار کرنے اور حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شمس الارض شاہِ ولایت کے متواتر چھ سال تک چلہ کشی کر کے تنہائی اختیار کرنے کا مقصدِ عظیم اسی برزخِ جامع کی نعمتِ عظمیٰ کو حاصل کرنا اور اہلِ عالم کے لئے اس اُسوۂ حسنہ کو پیش کرنا تھا۔

"تمام عالم کے لئے علومِ ظاہری کا سرچشمہ خود حضور اکرم رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کے باوجود آپ سالہا سال تک تنہائی اور تجرد اختیار کر کے ذکرِ حق سے اپنے آپ کو شاد کام کرتے ہیں۔ ہر سالک کے لئے تلاش دراصل اسی حقیقت کی ہے جو برزخ کے پردہ میں مخفی ہے اور اسے پردۂ مجاز کہتے ہیں۔ جب سالک شیخ کامل کی زیرِ تربیت رہ کر ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے اور اپنی زبان، آنکھ اور کان کو دنیا کی طرف سے بند کر کے وحدتِ صرفہ کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس پر برزخ کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ پردۂ مجاز میں جو حقیقت مخفی ہوتی ہے وہ اس کے سامنے آشکارا ہو جاتی ہے اور اس کے انوار و تجلیات سے عارف و سالک کی جان و جسم اور رگ رگ مجلّیٰ اور منور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بے ساختہ کہہ اُٹھتا ہے ؎

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں !
ہزار دل سجدے تڑپ رہے ہیں، میری جبینِ نیاز میں !

برزخ کی حقیقت کو پانے کے لئے حواس سے کام نہ لیتے ہوئے یک سمتی اور یک جہتی کو اختیار کر کے تصورِ شیخ کو اپنے دل میں جگہ دے کر اس سے اپنے باطن کو منور اور روشن کرنا ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک عارف کا قول ہے ؎

چشم بند و گوش بند و لب ببند گر نہ بینی سرِّ حق بر ما بخند

(ترجمہ) اے طالب تو اپنی آنکھ، کان، اور اپنی زبان کو بند کر کے تصورِ شیخ کو اپنے انفاس کے ذریعہ اپنے باطن میں اتار، پھر اگر تجھے نورِ حق سے حصہ نہ ملے یا نورِ حق تجھے حاصل نہ ہو تو ہمیں باز پرس کرنا۔

تصوّرِ شیخ کا ثبوت از روئے حدیث شریف

ذیل میں وہ صحیح روایات درج کی جاتی ہیں جو اس مسئلۂ تصورِ شیخ کی اصل ماخذ اور بنیاد ہیں۔

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے بحوالہ صحیح مسلم شریف مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصوّر یوں پکا ہوا ہے کہ گویا میں آپ کو لبوں میں مسواک لئے ہوئے کا تصور کرتا ہوں۔

كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتَيْهِ۔ (رواہ مسلم)

مجھے آپ کا تصوّر یوں پکا ہوا ہے کہ گویا میں آپ کو لبوں میں مسواک لئے ہوئے کا تصور کرتا ہوں۔

(۲) اسی طرح حضرت حریث بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بحوالہ صحیح مسلم شریف مروی ہے:۔

وَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ

(رواہ مسلم)

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا تصوّر یوں کرتا ہوں کہ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منبر مبارک پر تشریف فرما ہیں۔ اور آپ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے ہیں اور آپ کے عمامہ کے دونوں پلّے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جس جس نے جس جس ہیئت حالت پر حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اسی ہیئت وحالت کا تصوّر اُن کے ذہن اور دماغ میں بیٹھ گیا تھا۔ جیساکہ مذکورہ روایات میں دونوں اصحاب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بارہ میں اپنے اپنے تصوّر کو بیان کیا ہے۔

مذکورہ ہر دو روایات مسئلۂ تصورِ شیخ کے لئے اصل مأخذ اور بنیاد ہیں۔ اور اس کی مزید تائید اور تقویت کے لئے ناظرین آیۂ ذیل پر غور فرماویں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (پ۱۱) — اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تم سچوں کے ساتھ رہو۔

اس آیت میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ "صادقین" کے ساتھ رہیں اسی طرح صادقین اور محبوبین کی معیّت کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ان الفاظ متبرکہ میں جنّت کی بشارت دی گئی ہے۔

أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ۔ — آخرت میں تجھے اسی کی معیّت حاصل ہوگی جس کے ساتھ دنیا میں رہا۔

میں اسی معیّت کو واضح اور غیر مبہم الفاظ میں ناظرین کے سامنے لایا گیا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ الفاظ متبرکہ اس صحابی کے سوال کے جواب میں فرمائے تھے جس نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی۔ حضور علیہ السّلام نے فرمایا:۔

وَيْلَكَ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ۔ (بخاری و مسلم) — تیری خرابی ہو تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میں نے کچھ بھی تیاری نہیں کی۔ صرف اتنی بات ہے کہ میرے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے۔

تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ"

مذکورہ آیۂ کریمہ میں صادقین کی معیت کا حکم دیا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ معیت جسمانی نہیں ہے۔

بلکہ اہل فہم اور اصحاب دانش پر یہ بات واضح ہے کہ اس سے مراد معیت قلبی و روحی ہے نہ کہ معیت جسمانی۔ کیونکہ معیت جسمانی کا تو اس عالم آب و گل میں کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے۔ اس لئے یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی کہ یہ معیت ہمعیت قلبی و روحی ہے جسے اہل طریقت بیعت، رابطہ، واسطہ اور تصور شیخ سے تعبیر کرتے ہیں۔

تصور شیخ کی ضرورت اور اسکی اہمیت

تصور شیخ کی اہمیت، اور تمام اوراد اور تمام اشغال سے اس کے انفع اور اقرب الی المطلوب ہونے کی بنا پر حضرات چشتیہ حضرات قادریہ حضرات نقشبندیہ اور حضرات سہروردیہ اور جمیع سلاسل کے پیشوایان نے اسے اپنے اپنے معمولات میں بطور جزو اعظم شامل اور داخل کیا ہوا ہے۔ اور ان تمام بزرگوارن کے ہاں تصور شیخ کو تمام اوراد و وظائف اور ہر طرح کی ریاضات اور مجاہدات پر اولیت، افضلیت اور فوقیت حاصل ہے۔

شیخ مقتدی سے بیعت دراصل حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہے

جس طرح حضور پرنور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیش کیا ہے اور جسے ان بزرگواران نے اپنے قلوب میں جگہ دی ہے اسی طرح تمام خلفاء اپنے اپنے مشائخ کا تصور اپنے قلوب میں رکھتے ہیں۔ اور تصور شیخ کا یہ طریقہ خیر القرون

سے جاری و ساری ہے۔ اور یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ شیخ طریقت مرید سے اپنی ذات کے لئے بیعت نہیں لیتا۔ بلکہ وہ بیعت دراصل بالواسطہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔ جس کا منتہیٰ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذات بابرکات ہوتی ہے

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى	جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔ (پ ۲۶)	تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں آپ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے، اللہ کا ہاتھ ہے اُن کے ہاتھوں پر

جس طرح حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت پیر و مرشد کا ہاتھ اپنا ہاتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ہاتھ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہوتا ہے۔

اسی طرح طالب کی یہ بیعت بواسطہ در واسطہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر ہوتی ہے۔

تصورِ شیخ کی مزید وضاحت اور اس کی علمی اور عملی حیثیت اور ضرورت کو واضح کرنے کے لئے ذیل میں حجۃ الاسلام خاتم الفقہاء والمحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اور حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے ارشادات گرامی ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

تصورِ شیخ کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ارشادات

تصورِ شیخ کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں۔

قَالُوْا وَالرُّكْنُ الْاَعْظَمُ رَبْطُ الْقَلْبِ بِالشَّيْخِ عَلٰى وَصْفِ الْمَحَبَّةِ وَالتَّعْظِيْمِ	مشائخ چشتیہ نے فرمایا کہ راہ سلوک میں رکن اعظم دل کا لگانا اور گانٹھنا ہے حضرت شیخ کے ساتھ

وَ مُلَاحَظَةُ صُوْرَتِہٖ۔ قُلْتُ اِنَّ لِلّٰہِ مَظَاہِرَ کَثِیْرَۃً فَمَا مِنْ عَابِدٍ غَبِیًّا کَانَ اَوْ ذَکِیًّا اِلَّا وَقَدْ ظَہَرَ بِحِذَائِہٖ وَصَارَ مَعْبُوْدًا لَّہٗ فِیْ مَرْتَبَتِہٖ وَلِہٰذَا السِّرِّ نَزَلَ الشَّرْعُ بِاِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَۃِ وَالْاِسْتِوَاءِ عَلَی الْعَرْشِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلَا یَبْصُقْ قِبَلَ وَجْھِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَ قِبْلَتِہٖ۔ (القول الجمیل)

محبّت اور تعظیم کی صفت پر۔ اور اس کی صورت کا ملاحظہ کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کے بہت سے مظاہر ہیں۔ اور کوئی عابد نہیں خواہ وہ ذکی ہو یا غبی مگر حق تعالیٰ اس کے بالمقابل ظاہر ہو کر اُس کا معبود بن گیا ہے۔ اس کے مرتبہ کے مطابق۔ اور اسی بھید کے سبب سے رُو بقبلہ ہونے اور استواء علی العرش کا حکم شرع میں نازل ہُوا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے مُنہ کے سامنے نہ تھوکے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُس بندہ کے درمیان اور قبلہ کے درمیان موجود ہے۔ (شفاء العلیل)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدّث دہلوی فرماتے ہیں کہ معرفت الٰہی اور قربِ حق تعالیٰ کے حصول کے لئے سب سے بڑا رکن اور سب سے اہم کام یہ ہے کہ طالب و سالک اپنے دِل کو حضرتِ شیخ کی ذات گرامی سے وابستہ اور مربوط رکھے۔ شیخ کی کمال محبت اور حُسنِ عقیدت سے مُرید کا دل معمور ہو۔ اس بات کے جواز کے لئے اس کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر عابد کے دل میں اللہ ربّ العزت کا تصوّر لازمی طور پر موجود ہوتا ہے باوجودیکہ وہ ذات بے چون و بے چگون ہے، تاہم ہر عابد و سالک کے دل میں اس کا تصور پایا جاتا ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ نمازی حالتِ نماز میں قبلہ رُخ نہ تھوکے کیونکہ نمازی اور قبلہ کے درمیان اللہ تعالیٰ موجود ہوتا ہے۔

تصورِ شیخ کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ مزید فرماتے ہیں۔

قَالَ الْمَشَائِخُ مَنْ اَرَادَ الدُّخُوْلَ فِی الْاَرْبَعِیْنِیَّۃِ تَلْزِمُہٗ مُرَاعَاتُ اُمُوْرٍ۔ دَوَامِ الصِّیَامِ وَ دَوَامِ الْقِیَامِ وَ تَقْلِیْلِ الطَّعَامِ وَالْکَلَامِ وَالْمَنَامِ وَالصُّحْبَۃِ مَعَ الْاَنَامِ وَالْمُوَاظَبَۃِ عَلَی الْوُضُوْءِ فِیْ حَالَاتِ الْیَقْظَۃِ وَالْمَنَامِ وَ رَبْطِ الْقَلْبِ بِالشَّیْخِ عَلَی الدَّوَامِ۔

(القول الجمیل)

حضرات مشائخؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص چلّے میں داخل ہونا چاہے تو اسکو چند اُمور کی رعایت کرنا لازم ہے۔ وہ ضروری اُمور ہیں ہمیشہ روزہ رکھنا۔ اور ہمیشہ شب کو قیام کرنا۔ اور کھانے پینے اور سونے اور صحبتِ خلق میں کمی کرنا۔ اور جاگتے ہوئے اور سوتے ہوئے ہمیشہ با وضو رہنا۔ اور حضرت پیر و مرشد کے ساتھ اپنے دل کو ہمیشہ لگائے رکھنا۔

(شفاء العلیل)

چلّہ کشی جیساکہ واقعہ کوہِ طور سے از رُوئے قرآن مجید اور تاریخ غارِ حرا سے از رُوئے حدیث شریف ثابت و محقق ہے حضرات صوفیاء کرام اور حضرات مشائخ عظام کا معمول ہے اور چلّہ کشی ترقّی درجات، انشراحِ صدر اور غیبی فتوحات کے لئے سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اِس کی شرائط کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ چلّہ کرنے والا مرید اپنے قلب کو اپنے پیر و مُرشد کے ساتھ ہمیشہ وابستہ اور مربُوط رکھے، اور ہر حال میں شیخ کا تصوّر مُرید کے دِل میں موجود رہے۔

صُورتِ شیخ اور صحبتِ شیخ افادہ میں دونوں برابر ہیں

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ نے مزید فرمایا ہے۔

وَاِذَا غَابَ عَنْہُ الشَّیْخُ یُخَیِّلُ صُوْرَتَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ بِوَصْفِ الْمَحَبَّۃِ وَالتَّعْظِیْمِ فَتُفِیْدُ صُوْرَتُہٗ مَا تُفِیْدُ

اور جب شیخ مرید کے پاس موجود نہ ہو تو مُرید اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبّت اور تعظیم کے ساتھ خیال کرتا ہے اِس

صُحبتہٗ۔ (القول الجمیل) طرح شیخ کی خیالی صورت مُرید کو وہی فائدہ دیتی ہے۔ جو شیخ کی صحبت اسے فائدہ دیتی ہے۔ (شفاء العلیل)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی نے اس عبارت میں مسئلہ تصوّرِ شیخ کو بالکل واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب شیخ مُرید کے پاس موجود نہ ہو تو مُرید اپنے پیر و مُرشد کا نہایت ادب و احترام سے تصوّر کرتا ہے اور ظاہر ہیں کہ حضرت پیر و مُرشد کا یہ تصوّر جبکہ وہ مُرید کے پاس نہیں ہے مُرید کو وہی فائدہ دیتا ہے جو کہ پیر و مرشد کی صُحبت مُرید کو فائدہ دیتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی نے تصوّرِ شیخ کے بارہ میں ایک اور مقام پر مزید فرمایا ہے:۔

وَثَالِثُهَا الرَّابِطَةُ بِشَيْخِهٖ۔ اور تیسرا طریقہ وصول کا اور مطلوب کو پانے کا رابطہ اور اعتقاد بہم پہنچانا ہے مُرید کے لئے اپنے پیر و مُرشد کے ساتھ۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدّث دہلوی نے فرمایا ہے کہ وصول الی اللہ کی سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے۔ اور حضرات مشائخ کا ارشاد ہے کہ اے بندہ! تم اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کے ساتھ صحبت رکھو۔ سو اگر تم سے ایسا نہ ہو سکے تو اُن لوگوں کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صُحبت رکھتے ہیں۔

مذکورہ تمام روایات کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ تصوّرِ شیخ در اصل صُحبتِ شیخ ہے اور تصوّرِ شیخ بھی وہی فائدہ دیتا ہے جو صُحبتِ شیخ فائدہ دیتی ہے۔

تصوّرِ شیخ کے بارہ میں خاتم الفقہاء و المحدّثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے ارشاداتِ گرامی قارئین کرام کی نظر سے گذر چکے ہیں۔ اب اس اہم مسئلہ کے متعلق

حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد صاحب سرہندیؒ کے ارشادات گرامی ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

تصورِ شیخ کے متعلق امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے ارشادات گرامی

حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

حصولِ رابطۂ شیخ مر مرید را بے تکلف و بے تعمل علامتِ مناسبتِ تام ست درمیان پیر و مرشد و مرید کہ سبب افادہ و استفادہ است، و ہیچ طریقے اقرب بوصول از طریق رابطہ نیست۔

خواجۂ احرار قدس اللہ سرہ العزیز در فقرات می آرند۔

سایۂ رہبر بہ از ذکرِ حق۔ یعنی سایۂ رہبر نافع ترست از ذکر گفتن۔

(مکتوبات مجدد صاحب)

(مکتوب ۲۲۲ ج ۴ صفحہ ۱۱ دفتر اول)

بے تکلف اور بے اختیار رابطۂ شیخ کا حصول مرید کے واسطے پیر اور مرید کے درمیان مناسبت تام و مکمل کی علامت ہے۔ یہ رابطہ فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا سبب ہے۔ اور قربِ حق تعالیٰ کے حصول کے لئے رابطۂ شیخ سے بڑھ کر کوئی طریقہ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ احرارؒ اپنے ارشادات میں کہتے ہیں کہ شیخ کی ذات کا سایہ (یعنی تصورِ شیخ) مرید کے لئے اس کے ذکرِ حق کہنے سے بہتر ہے۔ یعنی طالب کے لئے ذکرِ حق کہنے سے اس کے ہادی برحق کا سایہ اور تصور اس کے لئے زیادہ نافع ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے کہ مرید کا اپنے شیخ سے جو رابطہ اور تعلق قلبی روحی ہوتا ہے قربِ حق تعالیٰ جلّ شانہ کے حصول کے لئے یہی رابطہ سب سے بڑا ذریعہ ہوتا ہے، اور اسی مفہوم کو واضح کرتے ہوئے حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے فرمایا ہے کہ:۔

ذاتِ شیخ کا سایہ اور اس کا تصور مرید کے لئے ذکر زبانی و لسانی سے زیادہ

نافع ہوتا ہے۔

تصوّرِ شیخ کے بارہ میں حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے مزید فرمایا ہے :۔

اگر در وقتِ ذکر گفتن صورتِ پیر بے تکلّف ظاہر شود آنرا نیز بقلب باید برد۔ و در قلب نگاہ داشتہ ذکر باید گفت۔ میدانی کہ پیر چیست ؟ پیر آنکس ست کہ از وطریقِ وصول بجناب قدس خداوندی جلّ شانہٗ استفادہ نمائی۔ و مدد ہا و اعانت ہا دریں راہ یابی۔ (مکتوبات حصّہ مکتوب ۱۹۰ دفتر اوّل)	ذکر کرتے وقت اگر بے تکلّف صورت شیخ سامنے آجائے تو مُرید کو چاہئیے کہ اُسے اپنے دل میں لے جائے۔ اور اسے اپنے دل میں بسائے ہوئے ذکرِ خدا کرے۔ ارے تو جانتا ہے کہ پیر کیا ہے ؟ پیر وہ ہوتا ہے کہ جس سے تو اللہ پاک کی بارگاہ تک پہنچنے کا طریقہ سیکھے۔ اور اس راہ میں اس سے امداد اور اعانت حاصل کرے۔

حضرت مجدّد صاحبؒ کے ان کلمات طیّبات میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ مُرید شیخ کی شکل و صورت اور اس کے حُلیۂ مبارک کو اپنے دل میں رکھتے ہوئے ذکرِ الٰہی کرے۔ اور ذکرِ الٰہی کرتے وقت صُورتِ شیخ سے فائدہ اُٹھائے۔

تصوّرِ شیخ کے بارہ میں حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے مزید فرمایا ہے :۔

نسبتِ رابطہ ہموارہ شمارا با صاحبِ رابطہ می دارد۔ و واسطۂ فیوضِ انعکاسی می شود۔ شکرِ ایں نعمتِ عظمیٰ بجا باید آورد۔ (مکتوب ۳۴ حصّہ ۲ صٓ) (دفتر اوّل)	رابطہ کی نسبت تمہیں ہمیشہ رابطہ والے کے ساتھ رکھتی ہے اور بطور انعکاس (عکس کی صورت میں) کے جو فیوض حاصل ہوتے ہیں وُہ اِن کا ذریعہ ہوتی ہے اور مُرید کو اس نعمتِ بیکراں بے نہایت کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے ان الفاظ اور ان کلمات میں اس بات کو واضح طور پر ذکر فرمایا ہے کہ نسبتِ رابطہ مُرید کو اپنے شیخ کے ساتھ رکھتی ہے (اور گویا

"مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" (صادقین کے ساتھ رہو) کے مفہوم کی وضاحت اور اس کا بیان اس عبارت میں بدرجۂ اتم موجود ہے) اور مُرید کو اس نسبتِ رابطہ کی وجہ سے اپنے شیخ سے معیّتِ کمالِ قُرب حاصل ہوتا ہے، مُرید کو اس نعمت کے حصول پر خدا تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیئے۔

رابطۂ شیخ اور تصوّرِ شیخ کے متعلق حضرت مجدّد صاحبؒ کے مزید ارشادات:۔

خواجہ محمد اشرف ورزشِ نسبت رابطہ را نوشتہ بودند۔ کہ بحدّے استیلا یافتہ بود کہ در صلوٰۃ او را مسجود می دانند و می بینند۔ و اگر وقتے نفی می کنند منتفی نمی گردد۔ محبّت اطوارا! ایں دولت متمنائے طُلّاب ست۔

(دفتر دوم حصہ ششم م ۳۰ و ص ۳۱۵)

خواجہ محمد اشرف صاحبؒ نے نسبت رابطہ کے استحکام اور اس کی پختگی کے متعلق لکھا تھا کہ اُن کے لئے یہ نسبتِ شیخ اس حد تک غالب ہو گئی تھی کہ وہ اسے نماز میں اپنا مسجود جانتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں اور اگر کسی وقت اس نسبت کو وہ نفی اور اپنے آپ سے دُور بھی کرتے ہیں تو وہ دُور یا نفی نہیں ہوتی۔ اے محبّت کے نشان والے! تمام طالبانِ طریقت کا منتہیٰ اور ان کا انتہائی مطلوب و مقصود یہی ہوا کرتا ہے۔

از ہزاراں یکے را اگر بدہند۔ صاحب ایں معاملہ مُستعدِ تام المناسبت ست۔ محتمل کہ باندک صحبتِ شیخ جمیع کمالاتِ او را جذب نماید۔ رابطہ را چرا نفی کنند۔ کہ او مسجود الیہ ست نہ کہ مسجود لہٗ۔ مساجد و محاریب را چرا نفی نکنند۔ (مکتوبات دفتر دوم حصہ ششم م ۳۰ و ص ۳۱۱)

اور ہزاروں میں سے کسی ایک خوش نصیب کو یہ نعمت دی جاتی ہے۔ ایسی نسبت تام رکھنے والا مُرید اپنے شیخ سے پوری مناسبت رکھتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ شیخ کی ادنیٰ سی صحبت سے شیخ کے تمام کمالات کو جذب کرلے۔ یہ لوگ رابطہ کی کیوں نفی کرتے ہیں۔ اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو پھر یہ لوگ حالت نماز میں سامنے سے محرابوں اور

مسجدوں کو گرا کیوں نہیں دیتے۔ غور تو کریں کہ
رابطہ محض مسجود الیہ ہے اور مسجود لہٗ نہیں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے حضرت خواجہ محمد اشرف صاحبؒ کے جو ارشادات گرامی یہاں درج فرمائے ہیں، اُن سے تصوّر شیخ کا مسئلہ بالکل کھل کر سامنے آ گیا ہے حضرت مجدد صاحبؒ اور خواجہ محمد اشرف صاحبؒ کے نزدیک نماز میں تصورِ شیخ کا مسجود الیہ ہونا جائز اور درست ہے۔ اور شرک اس وقت لازم آئے گا جبکہ صورتِ شیخ کو مسجود لہٗ مانا جائیگا۔ اگر مسجود الیہ (جس کی طرف سجدہ کیا جاتا ہے) کو تسلیم کرنے میں کوئی قباحت لازم آتی ہے تو خواجہ محمد اشرف صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ پھر محرابوں اور مسجدوں کو سامنے سے گرایا کیوں نہیں جاتا۔ کیونکہ وہ بھی نمازی کے لئے مسجود الیہ ہیں۔ البتّہ صورتِ شیخ کو اگر کوئی شخص مسجود لہٗ (جس کے لئے سجدہ کیا جاتا ہے) تسلیم کرے تو وہ یقیناً شرک کا مرتکب ہوگا۔ یہاں تو صورتِ شیخ کو صرف مسجود الیہ مانا جا رہا ہے جو شرک نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت خضر علیہ السّلام کی ملاقات اور اسرارِ تکوینی و رموزِ تخلیقی کے عجیب و غریب انکشافات

جس مُرید کو اپنے پیر و مُرشد اور شیخ کا کوئی عمل یا کوئی بات اپنی دانست کے مطابق دُرست نہ نظر آئے تو اسے چاہیئے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور خضر علیہ السّلام کے واقعہ کو بغور پڑھے اور اس سے عبرت حاصل کرے۔

حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام جو بنی اسرائیل کے اُولُوالعزم اور صاحبِ کتاب رسول تھے۔ اُنہیں، اللہ کریم کی طرف سے حکم ہُوا کہ وہ مجمع البحرین کے مقام پر حضرت خضر علیہ السّلام سے ملاقات کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو علومِ باطنی اور اسرارِ تکوینی اُنہیں عطا فرمائے ہیں اُن سے اُن علوم کا استفادہ کریں۔ اور اُن اُمورِ تکوینی کا مشاہدہ کریں جو حضرت خضر علیہ السّلام کے ہاتھ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنے خادم حضرت یُوشع علیہ السلام کے حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں مجمع البحرین کے مقام پر پہنچے۔ جہاں ایک بڑے پتھر کے پاس چشمۂ آبحیات کے کنارے حضرت خضر علیہ السلام سے ان کی ملاقات ہوئی۔ علیک سلیک کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا :-

اے حضرت خضر! بحکم الٰہی میں آپ سے اُن علومِ باطنی اور اسرارِ تکوینی کے بارہ میں استفادہ کے لئے حاضر ہُوا ہوں جو اللہ کریم نے آپ کو عطا فرمائے ہیں مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی خدمت میں قیام کرکے آپ کے علُوم سے بہرہ ور اور فیضیاب ہو سکوں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فوراً جواب میں فرمایا :-

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۔ (پ۱۵)	اے حضرت موسیٰؑ! تو میرے ساتھ نہ قیام کر سکے گا، اور نہ میرے ساتھ ٹھہرنے پر صبر کر سکے گا۔ اور فرمایا کہ تُو صاحبِ شرع ہے تُو ایسی باتوں پر کیسے صبر کرے گا جن کا تجھے علم نہیں ہے۔

حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے حضرت خضر! آپ مجھے انشاء اللہ صابر پائیں گے۔ اور کسی بات میں بھی آپ کی مخالفت نہیں کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپ کو یہاں ٹھہرنے کی اس شرط پر اجازت دیتا ہوں کہ آپ کسی بات کا مجھ سے سوال نہ کریں۔ اور کسی بھید کے اِفشاء کی تمنا نہ کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ان باتوں کو تسلیم کر لیا تو پھر دونوں اصحاب میں گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اے حضرت مُوسیٰ آپ بیشک اللہ تعالےٰ کے نبی اور صاحبِ کتاب رسول ہیں۔ لیکن میرا علم اور آپ کا علم بلکہ تمام مخلوق کا علم اُس قدرت

حق سبحانہ و تعالےٰ کے علوم کے سامنے اتنا ہے جتنا اُس دریائے پُرجوش کی نسبت وہ پانی ہے جو اس چڑیا کی چونچ میں ہے، اور فرمایا کہ اللہ کریم اپنی مخلوق سے جیسے چاہتے ہیں اور جیسا چاہتے ہیں علم عطا فرماتے ہیں۔ باقی آپ چونکہ صاحبِ کتاب نبی ہیں اس لئے آپ اُن اُمور کو کیسے برداشت کریں گے جو آپ کے علم سے باہر اور آپ کی شریعت کے خلاف ہوں گے؟

حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام نے حضرت خضر علیہ السّلام کو پوری طرح یقین دہانی کرادی کہ وُہ اُن کے افعال و اعمال کا صرف مشاہدہ کرتے جائیں گے اور ان کے معاملات میں بالکل دخل نہ دیں گے:۔

قَالَ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِیۡ لَکَ اَمۡرًا (پ۱۵)	اُس نے کہا بے شک آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور کسی معاملہ میں میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

اس گفتگو کے بعد دونوں اصحاب سیر و سیاحت کے لئے شہر مدین کی طرف روانہ ہوئے۔

دریا عبور کرنے کے لئے کشتی پر سوار ہوئے کشتی والوں نے حُسنِ سلوک کا ثبوت دیا! ور کچھ معاوضہ لئے بغیر اُنہیں دوسرے کنارے تک پہنچا دیا۔ حضرت خضر علیہ السّلام نے اسی کشتی کا تختہ اکھاڑ کر اس میں چھید کر کے اسے ناکارہ بنا دیا۔ اور شہر مدین کے جب قریب پہنچے تو ایک خوبرُو، نابالغ اور مرفوع القلم بچے کو جو کھیل رہا تھا حضرت خضر علیہ السّلام نے قتل کر دیا۔ اور جو شہر مدین میں پہنچے تو ایک ایسی دیوار کو جو گرا چاہتی تھی ہاتھ سے سیدھا کر دیا اور شہر والوں سے اس کا کچھ بھی معاوضہ نہ لیا۔

حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کی نظر میں یہ تینوں کام خلافِ شرع تھے۔ کشتی والوں

نے احسان کیا اور بغیر کرایہ لئے ہوئے کنارے تک پہنچا دیا۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام نے اُسی کشتی کو ناکارہ بنا دیا۔ اور بے گناہ بچے کا قتل تو ایک انتہائی نامعقول اور خلاف شرع حرکت تھی۔ اور شہر مدین کے باشندوں نے اپنی پست اخلاقی کا ثبوت دیتے ہوئے ان نووارد اصحاب کی مہمانی سے انکار کر دیا تھا۔ مگر انہیں لوگوں کی ایک گرنے والی دیوار کو بغیر اجرت لئے حضرت خضر علیہ السلام نے درست کر دیا۔

کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی	جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمَا فَوَجَدَا	پس ان لوگوں نے اس بات سے انکار کر دیا
فِیْھَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ	کہ وہ ان کی مہمانی کریں۔ انہوں نے ایک دیوار
فَاَقَامَہٗ۔ (پ ۱۶)	دیکھی جو گرا چاہتی تھی اسے سیدھا کر دیا۔

یہ تینوں امور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر میں خلاف شرع تھے۔ اور ایک جلیل القدر پیغمبر ایسے منکرات کو کیسے برداشت کر سکتے تھے، اعتراض پر اعتراض کرتے گئے۔ اور ہر معاملہ میں حضرت خضر علیہ السلام کو اپنی دانست کے مطابق ان خلاف شرع امور پر آگاہ و متنبہ کرتے رہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے حضرت موسیٰ! یہ جتنے کام آپ کی نظر میں خلافِ شرع اور قابل اعتراض ہیں، یہ سب امور میں نے بامر الٰہی اور باذن اللہ کیئے ہیں۔ آپ ان کے اسرار و کنہ سے ناواقف ہیں، اور ان امور کے اسرار کے ظہور تک آپ صبر و ضبط بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے میرا اور آپ کا ہمسفر رہنا اجتماع ضدین کی طرح مشکل اور ممتنع ہے۔

لہٰذا آپ اپنے مقام پر تشریف لے جائیے اور مجھے میرے کام میں مصروف رہنے دیجئے۔

البتہ واپس ہونے سے پیشتر آپ ان امور کے اسرار و مصالح کو بھی معلوم کرتے

جاسکیے تاکہ آپ کی طبیعت میں ان اُمور کے بارہ میں خلش اور بوجھ باقی نہ رہے۔
کشتی کو ناکارہ کرنے کا معاملہ تو یہ تھا کہ اس کشتی کے پیچھے ایک ظالم پادشاہ آرہا تھا۔ جو کشتیوں کو بیگار میں پکڑ رہا تھا۔ میں نے بحکم الٰہی اس کشتی کو ناکارہ کر دیا ہے" تاکہ وہ ظالم پادشاہ اس کشتی کو ردّی اور بیکار سمجھ کر بیگار میں پکڑ کر نہ لے جائے، اور غریب مالک اس سے فائدہ اُٹھاتے رہیں ؎

گر خضر در بحر کشتی را شکست   صد درستی در شکست خضر ہست

(ترجمہ) اگر حضرت خضر علیہ السّلام نے دریا کے کنارے ایک کشتی کو توڑ دیا ہے تو اُن کی اس شکست و ریخت میں سینکڑوں بھلائیاں اور مصلحتیں پائی جاتی ہیں ؏ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر۔

اولیاء اللہ کا تصرّف

اور حضرت خضر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جس نابالغ بچےّ کو میں نے قتل کیا تھا۔ وہ میرے علم میں شقی ازلی تھا۔ بڑے ہو کر وہ یقیناً کفر و شرک میں مُبتلا ہونے والا تھا۔ اور اس کے نیک اور صالح والدین کے بوجہ غلبۂ محبّت دولتِ ایمان سے محروم ہو جانے کا عظیم خطرہ تھا۔ اس لئے میں نے اسے باذنِ اللہ قتل کر دیا ہے۔ اور اُس کے والدین کے واسطے ایسے نعم البدل کے لئے دعا کر دی ہے جو نہایت پاکباز، اور والدین کے حق میں بڑا شفیق اور رحیم و کریم ہو۔

فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا   پس ہم نے چاہا کہ بدلہ دے اُن کو اُن کا رب بہتر اس سے پاکیزگی میں اور نزدیک تر شفقت میں۔

(پ ۱۶)

شہر مدین کے باشندوں نے اگرچہ دعوت نہ کرکے اپنی بداخلاقی کا ثبوت دیا ہے۔

لیکن جو دیوار درست کی گئی ہے اسمیں ایک عظیم حکمت و مصلحت ہے۔ وہ یہ کہ دو یتیم بچوں کا مال اس کے نیچے مدفون ہے اگر یہ دیوار گر جاتی تو اِن یتیم بچوں کا مال اور دفینہ، غیروں کے ہاتھ آجاتا۔ اس لیئے ہم نے بامرِ الٰہی اس دیوار کو درست کر دیا ہے تاکہ یہ دیوار اُس وقت تک قائم اور کھڑی رہے جب تک کہ وہ بچے سنِّ شعور کو پہنچ جائیں اور اپنا مال خود سنبھال لیں۔

اے حضرت موسیٰؑ! یہ جتنے اُمور ہیں سب میں نے بامرِ الٰہی کیئے ہیں۔"

قابلِ غور اور توجہ طلب یہ امر ہے کہ یہ تینوں کام حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کے علم اور ان کی رائے کے مطابق خلافِ شرع اور ناجائز تھے۔ اور اُن کے خلافِ شرع ہونے میں اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک جلیل القدر نبی اُن منکرات پر اعتراض کرتے ہیں۔

لیکن اہلِ بصیرت کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ یہ تینوں اُمور تکوینی مصلحتِ ربانی کے تحت ایک ایسے خدا رسیدہ بزرگ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوئے تھے جو عُلومِ باطنی اور اسرارِ تکوینی سے باخبر تھے۔ اور دوسری طرف اِن اُمور پر اعتراض کرنیوالے بھی ایک اُولُوالعزم صاحبِ کتاب رسول تھے۔ جو اِن اُمور کو خلافِ شرع سمجھ کر ان پر اعتراض پر اعتراض کرتے رہے۔

مگر حضرت خضر علیہ السلام نے اُن تمام اعتراضات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ‎ یہ میرے اور تیرے درمیان جُدائی اور علیحدگی کا وقت ہے۔ (پ ۱۶)

فرما کر اُنہیں اپنی صحبت سے دور رہنے کا ارشاد فرمایا اور انہیں فارغ کر دیا۔

اہلِ علم پر واضح ہے کہ قرآن حکیم کے واقعات سے یہ ایک اہم واقعہ ہے۔ اس واقعہ کی تنزیل سے اِس اہم مقصد کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جس طرح احکام ظاہری کی

نشر و اشاعت اور ان کی تبلیغ کے لئے اس احکم الحاکمین جلّ شانہٗ کی طرف سے انبیاء اور اولیاء مقرر و معیّن ہیں اسی طرح احکام باطنی اسرارِ الٰہی و رموز تکوینی کی تبلیغ کے لئے اللہ تعالیٰ کے خاص خاص بندے مقرر و منتخب ہیں اور تمام صحاب اپنے اپنے فریضہ کو بااحسن الوجوہ انجام دے رہے ہیں۔

اور ان تمام واقعات کو عبرت کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (پ ۱۳) — ان کے قصوں میں سمجھ دار لوگوں کے لئے عبرت ہے۔

اس اہم واقعہ کو ذہن میں رکھنے کے بعد قارئین کرام کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہی حال اولیاء اللہ کا ہے۔ ان کے وجود ذی جود سے گاہ بگاہ ایسے امور سرزد ہوتے رہتے ہیں جو بظاہر خلاف شرع نظر آتے ہیں۔ مگر وہ عین مصلحت ربانی کے تحت دُور رس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ اور عوام الناس کے عقل و فہم اور علم و ادراک کو وہاں تک رسائی نہیں ہوتی۔

اس لئے مقبولانِ ربّ العزّت کے افعال و احوال پر کسی شخص کو بھی اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ صبر و ضبط اور تحمّل و بردباری سے ان کے ثمرات اور نتائج پر غور و فکر اور ان اسرارِ الٰہی کے ظہور کا انتظار کرنا چاہیئے (ع)

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے ؏

حقّ حقّ حقّ

شیخِ کامل کی صُحبت اور اسکے فوائد کا مفصّل بیان

صُحبتِ شیخ کی ضرورت و عظمت

جب حقّ و باطل اور ظُلمت و نُور مخلوط ہو جائیں اور اہلِ باطل اہلِ حق کا لباس اوڑھ کر عوام النّاس کو اپنے دامِ تزویر میں پھانسنے کے درپے ہو جائیں تو ایسے وقت میں شیخ کامل کی صُحبت ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اور ایسے آڑے وقت میں حضرت پیرِ روشن ضمیر کے توسّل کے بغیر نفس و شیطان اور اُن کے مکر و فریب سے بچاؤ نہ صرف مشکل بلکہ ایک طرح سے امرِ محال ہو جاتا ہے ؎

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

(ترجمہ) اے سالک تو اس وادیٔ پُر خار میں سفر کرنے سے پیشتر کوئی راہنما ساتھ لے لے۔ کیونکہ یہ راستہ نہایت خطرناک اور مصائب و آفات سے بھرپور ہے۔ اور ہادیٔ برحق کی امداد کے سوا اسے عبور کرنا دشوار ہے۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا انسان کے لئے ابتلاء اور آزمائش کا مقام ہے۔ اور اس ابتلاء اور آزمائش میں اس کا واسطہ بھی ایسے عیّار اور مکّار دشمن سے پڑا ہے جس کی رگ رگ میں حسد اور عناد انسان کے بارہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور وہ لعین اپنی ذُرّیت کے سمیت اولادِ آدم کو جہنم کی بھٹی کا ایندھن بنانے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتا ہے۔ کفرانِ نعمت اور معصیت کی ترغیب دینے میں وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اور سیاہ کو سفید کر کے دکھانا اس کا ادنیٰ کرتب ہے۔

اور وہ ایسا حیلہ ساز اور ایسا مکار ہے جس کا فسوں انسان کی رگ رگ میں سرایت کر جاتا ہے کَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ :- جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ — بے شک شیطان اور اس کا فسوں انسان کی رگ رگ میں خون کی طرح سرایت کر جاتا ہے۔

(رواہ البخاری و مسلم)

اور اُس کے دجل و مکر کا جال ایسا وسیع ہے کہ ایک مقام پر بیٹھے بٹھائے وہ روئے زمین سے اپنا شکار پھانس لیتا ہے۔ بلاشبہ ایسے مکار اور ایسے عیار کا فسوں غافل اور بے خبر انسان کے باطن کو سیاہ اور اُس کے ضمیر کو مُردہ کر دیتا ہے۔ اور اُس کی عیارانہ چالوں سے انسان کے اَعمال مسخ ہو کر ناقابلِ قبول اور ناقابلِ التفات ہو جاتے ہیں، اور اس کی گراں مایہ زندگی فسق و فجور اور لہو و لعب کی نذر ہو جاتی ہے۔ عِیَاذًا بِاللّٰہِ ؎

از خُم و مینا و جامش الحذر — از مئے آئینہ فامش الحذر
کیمیا بودی و مُشتِ گِل شدی — سرِّ حق نائیدۂ و باطل شدی
گر بقدرِ یک نفس غافل شدی — دُور صد فرسنگ از منزل شدی

(ترجمہ) (۱) اے انسان تُو دشمن کی شراب کی صراحی اُس کے مٹکے اور جامِ شراب سے خبردار رہ۔ دشمن کی آئینہ کی طرح صاف شفاف شراب سے خبردار رہ (۲) اے انسان تو اپنی فطرت کے لحاظ سے کیمیا اثر تھا لیکن ہُوا و ہوس کا شکار ہو کر اَب تو محض مٹھی بھر مٹی رہ گیا ہے اور تجھے حق تعالیٰ جلّ شانہ کا بھید بنا کر دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ لیکن تو اب ناکارہ اور بے فائدہ ہو کر رہ گیا ہے (۳) اے انسان تجھے کام کی بات بتاتے ہیں کہ اگر تو ایک سانس اور ایک لمحہ بھر بھی

اپنے خالق کی یاد سے غافل ہوگیا تو پھر تو اپنی منزلِ مقصود سے ہزاروں میل دُور ہو جائے گا۔

شیخِ کامل کی ذات حبلِ متین ہے

ایسے دشمن کی عیّارانہ چالوں سے اور اس کے دامِ تزویر سے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ شیخِ کامل اور پیرِ روشن ضمیر کی ذاتِ گرامی اور اس کی صحبت گراں مایہ ہے۔

پیرِ روشن ضمیر کی ذاتِ گرامی وہ منبعِ فیض ہے جہاں رحمتِ الٰہی و انوارِ ربّانی کا ہر وقت نزول ہوتا ہے۔

یہی وہ حبلِ متین اور عُروۂ وُثقیٰ ہے جس سے تمسّک کرنے والوں کے عزائم اور عقائد کو نہ کوئی طاقت متزلزل کرسکتی ہے اور نہ اُن کی شمعِ ایمانی کو کوئی شیطانی قوّت گُل کرسکتی ہے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد ؛ چراغِ مُقبلاں ہرگز نمیرد ؛

(ترجمہ) اگر روئے زمین تند ہواؤں اور آندھیوں کے طوفان کی زد میں آجائے تو ایسے خطرناک وقت میں بھی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا چراغ گُل نہیں ہوتا۔

یہی وہ بندگانِ خدا ہیں جنہیں کلامِ الٰہی میں "عِبَادِیْ" (میرے بندے) کے خطابِ دلنواز سے یاد کیا گیا ہے۔ اور جنہیں اپنی پناہ میں رکھنے اور ابلیس کے حملوں سے بچانے کی نوید دی گئی ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ ؕ (پ۱۵) اے ابلیس میرے بندوں پر تیرا کچھ دسترس نہیں ہے۔

یہی وہ مقربانِ درگاہ ہیں جن کی معیّت کو فلاحِ اُخروی اور حصولِ نجات کا وسیلہ اور ذریعہ قرار دیا گیا ہے :-

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ - (پ ۳۰)

پس تو شامل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنّت میں -

یہی وہ مقبولانِ بارگاہ ہیں جن کی توجّہ سے انشراحِ صدر اور اصلاحِ باطن کی نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوتی ہے - یہی وہ مظاہرِ انوار ہیں جن کی ضیا پاشی سے انسانوں کی باطنی ظلمتیں اور قلبی کثافتیں دُور ہوتی ہیں - یہی وہ اسرارِ حق ہیں جنکی بے پناہ قوّتوں اور دُور رس نگاہوں کے اثرات سے شیاطین لرزہ براندام ہیں - یہی وہ وجہ امان ہیں جن کے دامنِ شفقت میں جہاں والے ہر مشکل کے وقت پناہ لیتے ہیں -

حضور سُلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی رحؒ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور پُرنور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہِ عرش پناہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثیر تعداد میں جمع تھے - دریں اثنا تین صحابی وہاں تشریف لائے، اُن سے ایک صاحب نے حلقہ کے درمیان جگہ خالی دیکھی وہاں پہنچ کر وہ بیٹھ گئے - دوسرے صاحب نے مجمع میں خالی جگہ نہ پاتے ہوئے جہاں اِدھر اُدھر موقع ملا وہاں بیٹھنا گوارا کرلیا - اور تیسرے صاحب نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ کوئی جگہ خالی نہیں ہے وہاں بیٹھنا پسند نہ کیا اور واپس چلے گئے - رضی اللہ عنہم -

شیخ کامل کی صحبت مُرید کیلئے نعمتِ عُظمیٰ ہے

حضور پُرنور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں اُسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السّلام حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں - کہ وہ شخص جو حضور کے پاس آیا ہے اور اُس نے خالی جگہ دیکھ کر حضور کے سایۂ رحمت میں جگہ لے

لی ہے۔ ہم نے بھی اسے اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ اور وہ شخص جس نے اپنی عزت و وقار کو نظرانداز کر کے حضور انور صلعم کے پاس جوتوں کی جگہ پر بیٹھنا گوارا کیا ہے ہم بھی اس سے حیا کریں گے اور روزِ جزا اس سے چشم پوشی کریں گے۔ اور وہ شخص جو لاپرواہی کرتے ہوئے اور صحبتِ بابرکت سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے واپس چلا گیا ہے۔ ہم بھی اس سے روزِ قیامت منہ موڑ لیں گے اور ہماری رحمت سے وہ محروم رہیگا۔

یہی حال اولیاء اللہ کی مجالس کا ہے۔ ارادت مندوں کو اولیاء اللہ کا قرب اور اُن کی صحبت مدارجِ عالیہ تک پہنچانے والے اُمور ہیں، پیر روشن ضمیر کی صحبت عقیدتمندوں کے لئے نعمتِ عظمیٰ ہے۔

صحبتِ فقراء کے بارہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی رائے گرامی

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ صحبتِ فقراء کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

بہر حال عمرِ چند روزہ را بالفقراء میبائید گزرانید وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ (پ۱۵) خود نصِ قاطع ست کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ حبیبِ خود را علیہ الصلوٰۃ والسلام بآں امر فرمودہ۔ عزیزے می فرماید الٰہی چیست کہ دوستانِ خود را کردی۔ کہ ہر کہ ایشاں

بہر حال چند روزہ عمر کو فقراء کی صحبت میں گذارنا چاہیئے۔ اور "روکے رکھ اپنے آپ کو اُن کے ساتھ جو رب کی یاد کرتے ہیں صبح و شام اور اسی ذات کے وہ طالب ہیں"۔ یہ خود نصِ صریح ہے کہ اللہ کریم نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو اسکا حکم فرمایا ہے۔ اور ایک عزیز کہتا ہے کہ اے اللہ! یہ کیا معاملہ ہے تیرے دوستوں کا۔ کہ جس نے اُن کو پہچانا اُس نے تجھے پایا۔

راشناخت ترایافت تا ترا نیافت
ایشاں را نہ شناخت۔

اور جب تک کسی نے تجھے نہ پایا اُن کو نہ پہچانا۔

ایک عارف باللہ کے پاس حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی حاضری

حضرت حاتم اصمؒ اپنے زمانہ کے مشائخ کبار سے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اُن کی خدمت میں اکثر تشریف لے جاتے۔ اور اُن کا کلام بڑے شوق سے سُنتے۔ اور اکثر باتیں اُن سے دریافت کرتے۔ اور حضرت حاتم اصمؒ امام موصوف کے سوالات کے جوابات دیتے۔ اور حضرت امام صاحبؒ ان کے جوابات کو پسند فرماتے۔

نیز منقول ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ باوجود اس علم و فضل کے اور اپنے وقت کے امام ہونے کے باوجود حضرت بشر حافیؒ کے پاس تشریف لے جاتے اور اُن کی صحبت سے مستفید ہوتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس فقیر اور بزرگ کے پاس کیوں تشریف لے جاتے ہیں، یہ نہ تو کوئی محدث ہے کہ روایتِ حدیث کے لئے آپ اس کے پاس جاتے ہوں، اور نہ کوئی ظاہری کمال رکھتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے جواب میں فرمایا:۔

"تمہیں کیا خبر ہے۔ مغز تو اُن کے پاس ہے اور وُہ معرفت الٰہی ہے"۔

ترکِ محبت کی ادنیٰ سزا

حضرت خواجہ علوؒ ممشاد دینوریؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ان خدا کے پاکبازوں کی محبت سے مُنہ موڑیگا تو اس کی ادنیٰ سے ادنیٰ سزا یہ ہے کہ خداوند قدوس اپنے دوستوں کی فہرست سے اُس کا نام کاٹ دے گا۔ عیاذاً باللہ۔

حضور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ سے منقول ہے کہ بعض ارادت مندوں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب وہ کسی کام کی غرض سے سفر میں جائیں تو اس وقت وہاں ہیں وہ اپنے پیر و مرشد کے پاس نہ جائیں، یا انہیں اس سفر میں اپنے شیخ کے پاس نہ جانا چاہیئے۔

حضور خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات تو کوئی معنی نہیں رکھتی اور فرمایا کہ ہم تو ایسا کریں گے کہ جب سفر میں روانہ ہونگے اور اس علاقہ کو جائیں گے جہاں حضرت مخدوم شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کا قیام ہے تو حضور بابا صاحب سے ضرور ملیں گے۔ اور حضور کی قدم بوسی کے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے۔

چنانچہ حضور خواجہ صاحب نے ایسے ہی کیا۔ اور حضور بابا صاحبؒ کو جب اس بات کا علم ہوا۔ تو آپ نے فرمایا "تم نے اچھا کیا" اور یہ شعر پڑھا۔

در کوئے خرابات سرائے او باش　　منعے نہ بود بیا و بنشیں، و بباش

(ترجمہ) اے طالب تو پیر مغاں، کی گلی اور اس کی سرائے میں رہا کر اس میں مطلق ممانعت نہیں ہے۔ تو ادھر آ یہیں بیٹھ اور یہیں رہا کر۔

صحبت شیخ کی عظمت

حضور خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ سے منقول ہے کہ سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ ایک موقع پر شب عید کو اپنی خانقاہ پر رونق افروز تھے۔ حضور اقدس کے مریدین سے چار اشخاص جو مردان غیب سے تھے اور جنہیں ہوا میں پرواز کا حکم ہو چکا تھا حاضر ہوئے۔ حضور بغدادیؒ نے ایک سے پوچھا کہ تم نماز عید کل کہاں ادا کرو گے۔ اس نے عرض کیا کہ وہ نماز عید مکہ مکرمہ میں ادا کرے گا۔ پھر آپ نے دوسرے سے پوچھا کہ تم نماز عید کل کہاں ادا کرو گے۔ اس نے عرض کیا کہ وہ نماز عید مدینہ منورہ میں

ادا کرے گا۔ پھر آپ نے تیسرے سے پوچھا کہ تم نمازِ عید کل کہاں ادا کرو گے۔ اُس نے عرض کیا کہ وہ نماز کل بیت المقدس میں ادا کرے گا۔

آخر میں آپ نے چوتھے مُرید سے پوچھا کہ تم نمازِ عید کہاں ادا کرو گے۔ اُس نے عرض کیا کہ وہ کل نمازِ عید حضورِ مخدوم کی خدمت میں بغداد شریف میں ادا کرے گا۔

ان چاروں اصحاب کے جوابات سننے کے بعد حضور سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا۔

اَنْتَ اَزْهَدُهُمْ وَاَعْلَمُهُمْ وَ اَفْضَلُهُمْ۔ — تو ان سب سے زیادہ زاہد۔ بڑا عالم اور زیادہ فضیلت والا ہے۔ (فوائد الفؤاد)

قُدرت کا دامنِ رحمت

قُدرت کے اس عظیم کارخانہ میں انسان ہی اللہ کریم کے ہاں محبوب ترین اور مقبول ترین مخلوق ہے۔ خالقِ کائنات کو اس سے گہری محبت اور بڑی شفقت ہے وہ اس کے لئے بڑا مہربان، نہایت رؤف اور بے حد رحیم ہے۔ ہر فردِ بشر کے لئے اس کا دامنِ رحمت وسیع اور ہر کس و ناکس کی ضروریاتِ زندگی اور اُس کے خورد و نوش کے لئے اس کا دستِ کرم دراز ہے کتنی بے حساب اور بے شمار مخلوق ہے جو اس ضعیف و ناتوان کی خاطر روز و شب بحکمِ الٰہی پس پردہ مصروفِ عمل ہے۔

کہیں اس کی جسمانی غذا، پوشاک اور رہائشی ضروریات کے لئے بنجر اور مُردہ اراضی کو سیراب کرنے اور بے آب و گیاہ میدانوں کو سرسبز باغات میں تبدیل کرنے کے مشورے "ملاءِ اعلیٰ" میں ہوتے ہیں، اور کہیں اس کی رُوحی قلبی حیات کے لئے رحمتِ کائنات اور مبدأ فیاض کے بحرِ کرم سے انسانی قلوب کی مُردہ اور ناکارہ زمین کی احیائ اور اس میں معرفتِ الٰہی اور ذکرِ ربانی کا بیج بونے کے لئے مقربانِ بارگاہِ ایزدی اور

مقبولانِ درگاہِ صمدی کو چار دانگ عالم میں بھیجا جا رہا ہے۔

فَانْظُرْ اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ ۔ سو رحمت الٰہی کے آثار دیکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو
كَيْفَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۔ اس کے مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا

(پ ۲۱) ہے۔

تشنگاں گر آب جویند از جہاں ۔ آب ہم جوید بعالم تشنگاں

(ترجمہ) دنیا میں اگر پیاسے آدمی پانی کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں
تو پانی بھی اس جہاں میں پیاسے لوگوں کی تلاش کرتا رہتا ہے۔

حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری ہند الولیؒ

رحمتِ کائنات، مفخرِ موجودات حضور پرنور سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ
احمد مجتبیٰ (فَدَتْ لَهُ اَرْوَاحُنَا) صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ عرش پناہ سے حضور
خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری شہنشاہ ہند الولی غریب نوازؒ کو شہنشاہِ عجم
کے منصبِ عالی اور ہند الولی کے خطابِ دلنواز سے سرفراز فرمایا گیا۔ اور بلا تفریقِ مذہب
و ملت تمام خوابیدہ بختوں کو بختیار کرنے اور اُن کے مُردہ قلوب کو انوارِ الٰہی اور الطافِ
ربانی سے حیات نو عطا کرنے اور رشد و ہدایت سے بہرہ ور اور فیضیاب کرنے کے
لئے مامور کیا گیا۔

حضور غریب نواز شہنشاہ ہند الولیؒ ایسی رحمت بن کر آئے جس سے لاکھوں
مُردہ دل انسانوں کو حیاتِ ایمانی نصیب ہوئی اور بے شمار مخلوق کو صحتِ جسمانی اور قوتِ
روحانی عطا ہوئی۔ اور تمام ممالک میں خیر و برکت کی تیز اور خوشگوار ہوائیں چلنے لگیں۔
مدت سے "اَلْعَطَشْ اَلْعَطَشْ" پکارنے والے تشنہ لب جوق در جوق آ آ کر اس
چشمۂ آبحیات سے پیاس بجھانے لگے۔ اور صدیوں کے سیاہ دل اور کور باطن

اپنے اپنے دامن کو داغ عصیاں سے صاف کرنے لگے۔

خواجہ غریب نواز نے ایسا کرم کیا جس سے لاکھوں کی بگڑی بنی۔ اور ہزاروں پریشان حال اور درماندہ انسانوں کو راحتِ قلبی اور حیات ابدی نصیب ہوئی ؎

خلق می گوید کہ می کنند کارِ مسیح — من می گویم کہ می کنند کارِ خدا

(ترجمہ) لوگ یوں کہتے ہیں کہ حضور خواجہ غریب نواز بیماروں کو شفا دینے، محتاجوں کو غنی کرنے، اندھوں کو بینائی دینے، کوڑ اور پھلبہری والوں کو درست کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرح کام کرتے ہیں لیکن میں تو یوں کہتا ہوں کہ وہ خدا کا کام کرتے ہیں۔ اور خدائی طاقتوں سے وہ مخلوق کا بھلا کرتے ہیں۔

میرے غریب نواز کا خوانِ کرم ایسا وسیع ہوا جس سے شاہ و گدا، امیر و غریب مقیم و مسافر، عالم و جاہل، آزاد و غلام اور مرد و زن سبھی سیر شکم اور بہرہ ور ہوئے۔

میرے خواجہ غریب نواز کے خوانِ کرم میں نہ آج تک کمی ہوئی ہے اور نہ محشر تک کبھی کمی ہوگی۔

میرے خواجہ غریب نواز نے بڑا کرم کیا اور مُردہ دل انسانوں کے قلوب میں اُس رؤف و رحیم و مالک و خالق کی اُلفت و محبت اور سوز و گداز کی کچھ ایسی آگ سی لگا دی جو نہ کبھی بجھی اور نہ سرد پڑی ؎

وہی آبلے ہیں وہی جلن کوئی سوزِ دل میں کمی نہیں
جو لگا کے آگ گئے ہو تم وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں

تیری یاد ہے ایسی باوفا پس مرگ بھی نہ ہوئی جدا
تیری یاد میں ہم ہی مٹ گئے تیری یاد دل سے مٹی نہیں

حضور غریب نواز نے آپ نے ایک ایسا درد دیا ہے جو لازوال ہے اور

ایسا ذوق دیا ہے جو لاجواب ہے اور ایسا کرم کیا ہے جو سدا بہار ہے۔ روز و شب اور صبح و شام تیری یاد میں کٹتے ہے جسم و جاں اور قلب و جگر تیرے درد میں تڑپے ہے۔

دلم از شوقِ تو خون ست ندانم چون ست
در دلم شوقِ جمالت زبیاں، برون ست
در دلم شوقِ تو ہر روز فزوں می گردد
دلِ شوریدۂ من بیں چہ روز افزون ست

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم!
خاکے شوم و زیر پائے تو زیم!
مقصودِ منِ خستہ زکونین توئی
از بہرِ تو میرم در ہوائے تو زیم

(ترجمہ) (رباعی اوّل) حضور غریب نواز آپ کے غلبۂ شوق میں میرا دل خون ہو رہا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس میں کیا بھید ہے۔ اور حضور کے جمالِ جہاں آراء کی دید کا شوق میرے دل میں حدِّ بیان سے باہر ہے۔ اور آپ کی دید کا شوق میرے دل میں روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ حضور خود ہی ملاحظہ فرمائیے کہ میرے دل کی پریشانی کس قدر بڑھتی جا رہی ہے

(ترجمہ) (رباعی دوئم) میں چاہتا ہوں کہ ہمیشہ آپ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کروں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میں خاک بن جاؤں اور حضور عالی کے مبارک قدموں کے نیچے میری زندگی بسر ہوتی رہے۔

دونوں جہاں میں مجھ خستہ و پریشان حال کا مقصود و مطلوب حضور انور کی ذات گرامی ہے! میں یہی چاہتا ہوں کہ میں آپ کی محبّت میں مروں اور آپ کی

محبّت اور آپ کی طلب میں زندہ رہوں۔

حضور غریب نواز! آپ ایسی رحمت بن کر آئے جو تاقیامِ قیامت سدا بہار پھولوں کی طرح اہلِ جہاں کے دل و دماغ اور رُوح و رواں کو ہمیشہ مُعطّر، فرحاں، اور شاداں رکھے گی۔ اور آپ ایسی رُشد و ہدایت بن کر آئے جس سے تمام نوعِ انسانی تا دورِ قیامت راہ یاب اور فیضیاب ہوتی رہے گی۔

بہارِ عالمِ حُسنش دل و جاں تازہ می دارد!
برنگِ اصحابِ صُورت را بہ بُو اربابِ معنیٰ را

(ترجمہ) حضور کے حُسن و جمال کی بہار اصحابِ ظاہر اور اصحابِ باطن دونوں کے دل و جان کو پُر کیف زندگی سے بہرہ ور کر رہی ہے۔ اصحابِ ظاہر کو ظاہری حسن و جمال اور اصحابِ باطن کو معارف اور انوار سے حیاتِ جاوید عطا کر رہی ہے۔

حضور سرکار صابری صاحب قطب القلندر

میرے پیر و مُرشد ہادیٔ برحق، واقفِ اسرارِ حقیقت، رہنمائے اہلِ طریقت، زبدۃ العارفین قُدوۃُ السالکین، بقیۃُ السّلف الصالحین، مرکزِ انوارِ ربانی، محرمِ اسرارِ یزدانی، منبعِ فیوضِ حقانی معدنِ کنوزِ سرمدی، مصدرِ برکاتِ ایزدی، مخزنِ اسرارِ الٰہی، مہبطِ انوارِ لامتناہی سیدی و سندی، مُرشدی و مولائی، ملجائی و ماوائی، منبعُ العلوم، معدنُ العشق، چشمۂ فیوض، قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات حضرت شاہ نعمتُ المحبوب المقصود حضور سرکار نعمت اللہ صاحب نعمتی چشتی صابری و قادری، مرفوعُ الاجازت، اُولو العزمُ المرتبہ شہنشاہِ ولایت اَدَامَ اللّٰہُ فُیُوضَهُمْ وَ اَنْوَارَهُمْ کو "قُطبُ القَلَندَر" کے عالی منصب پر فائز کیا گیا۔ تاکہ آپ کے وجودِ پُر جُود سے حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری

غریب نواز ہندالولیؒ کے فیوض و برکات تا ابد قائم و دائم اور تا دورِ قیامت جاری و ساری رہیں۔

اور ناظرین کتاب ہذا کے سامنے اس حقیقت کو پیش کیا جا رہا ہے کہ حضور سرکار صابری صاحب قطب القلندر مدظلہ العالی کا آفتابِ ولایت اہلِ جہاں کے لیئے ہر سمت ضیاپاشی اور نور افشانی کر رہا ہے۔ آپ کا دریائے فیض پرجوش اور موجزن ہے۔ تشنہ لب ہر طرف سے آ کر اس چشمۂ آبِ حیواں سے بقدر ظرف فیضیاب اور سیراب ہو رہے ہیں۔

زمانہ میں بہت شہرہ ہے اُنکے علم و عرفاں کا
دکھاتے ہیں یہ رستہ اہلِ دل کو کوئے جاناں کا

حضور سرکار صابری صاحب کا بلند مقام اور عالی منصب

ہوش دردم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، پاسِ انفاس اور سلوک و عرفاں کی ایسی ایسی کٹھن منازل کو اشاروں ہی اشاروں میں طے کرایا جا رہا ہے۔

اس قطب القلندر کے وجودِ پرجود میں انوارِ خداوندی کے جلوے ظاہر و باہر ہیں

مردانِ خدا خدا نہ باشند لیکن ز خدا جدا نہ باشند

(ترجمہ) ایک عارف کا قول ہے کہ بندگانِ خدا خدا تو یقیناً نہیں ہوتے لیکن یہ حقیقت ہے کہ خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔ خدا کی ذات آدمی ہر وقت ان کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ ہر ساعت ذاتِ حق سے واصل ہوتے ہیں۔ اور ان کی ذواتِ قدسیہ مظاہر صفاتِ ربانی ہوتی ہیں۔

حضور سرکار صابری صاحب مدظلہ العالی کا وجودِ مسعود انوارِ خداوندی کا مرکز، اسرارِ الٰہی کا مخزن، فیوضِ سرمدی کا معدن، علم و حلم کا منبع، جود و سخا کا مبداء، رافت

و شفقت کا مصدر، صبر و رضا کا پیکر، حسن و جمال کا مظہر، جان و دل اور قلب و رُوح کی راحت، قول و فعل اور ظاہر و باطن کی صداقت۔ حضور و غیبت اور قُرب و بُعد میں یکساں، اور لطف و کرم اور فضل و احسان میں صاحب فرمان۔

دامانِ نگہ تنگ و گُلِ حُسنِ تو بسیار!
گلچینِ بہارِ تو ز تنگیٔ داماں گلہ دارد

(ترجمہ) اے سرکار! آپ کے حُسن و جمال کے رنگا رنگ پھول کثرت سے کھلے ہوئے ہیں، اور میری نگاہ میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ وُہ اس پُر بہار اور پُر جوبن گلستان کو دیکھ سکے۔ حضور کے حسن و جمال کے پھولوں کو سمیٹنے کو اُن کی کثرت اور بہتات کے پیش نظر اپنے دامن کی تنگی اور اس کی کوتاہی کا مجھے گلہ ہے۔

ایسی نعمتِ عُظمٰی اور دولتِ بیکراں کے ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص اپنی بیچارگی و بے نوائی کا علاج اور مداوا نہ کرے تو وہ خود اپنی محرومی و ناکامی کا باعث ہو رہا ہے اور کوئی شخص اپنے فقر و احتیاج کو دُور کرنے کے لئے کریم کے دروازہ پر دستک نہ دے تو وہ اپنے لئے افلاس و نکبت کو خود دعوت دے رہا ہے
یہ دستِ کریم کی بخیلی نہیں۔ بلکہ طلب کرنے والے کی کوتاہی اور سہل انگاری ہے۔

اے خنک آں تشنہ کہ اندر آفتاب
می نخواہد از خضر جامِ حیات!

روز بخسپ اندر پناہِ مقبلے
تو کہ آزادت کند صاحب دلے

خاک شو در پیشِ شیخ باصفا!
تا ز خاکِ تو بروید کیمیا!

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے

(ترجمہ) (۱) ہائے افسوس اُس تشنہ لب پر جو سورج کی تپش میں شدّت پیاس سے جاں بلب ہے۔ اور حضرت خضر علیہ السّلام اس کے پاس موجود ہیں مگر وہ بدقسمت اُن سے آب حیات کا جام طلب نہیں کرتا۔

(۲) اے طالب تو کسی مقبول بارگاہ احدیت کی پناہ میں جا کر بیٹھ جا۔ اس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحبِ دل تجھے دنیا کے بندھن اور نفس و شیطان کے فریب سے رہائی دلا دے۔

(۳) اے طالب تو شیخ کامل اور پیر روشن ضمیر کے قدموں میں جا کر اپنی خودی کو مٹا دے۔ اور فنا فی الشیخ کا مقام حاصل کر کے خود اس کے سامنے خاک ہو جا۔ اگر تو ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تیری خاک سے کیمیا پیدا ہوگی۔ جو ہر مرض کے لئے دوا ثابت ہوگی۔

(۴) اے طالب تو اپنی مٹھی بھر مٹی۔ یعنی خاک وجود سے کیمیا پیدا کر اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کسی شیخ کامل کے آستانہ پر حاضر ہو کر پیر روشن ضمیر کی قدم بوسی کا شرف حاصل کر۔ پیر روشن ضمیر کی قدم بوسی اور اُس کے آستانہ پر حاضری سے تیری مٹی پاک ہو جائے گی۔ اور وہ مٹی مٹی نہ رہیگی۔ بلکہ وہ خالص کندن بن جائے گی۔

حق حق حق

حقائق و معارف

اولیاء اللہ صرف ذات حق کے طالب ہوتے ہیں

اللہ کریم اپنی مخلوق سے کچھ بندوں کو اپنی محبّت، درد اور سوز و گداز کے لئے چُن لیتے ہیں۔ انہیں اپنا محبوب اور دوست بنا لیتے ہیں۔ انہیں اطمینان قلبی اور سکونِ روحی کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور اور سرفراز کرتے ہیں۔ ایسے صاحب نصیب روشن ضمیر اور سعادت مند حضرات خواہشاتِ نفسانی کو ترک کر کے مال و دولت کو پس پشت ڈال کر اور دُنیوی اغراض و مقاصد سے بے نیاز ہو کر ذاتِ خداوندی سے محبّت کرتے ہیں اور اس ذاتِ حق سُبحانہٗ و تعالےٰ سے ان کی محبّت خالصاً لوجہ اللہ ہوتی ہے۔ دُنیا و آخرت میں اُس کا کچھ صلہ انہیں مطلوب نہیں ہوتا ؎

احمد بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام ست

ہر دم رضائے جاناں رضواں شد ست ما را

(ترجمہ) حضور مخدوم علاءالدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح، سلطان الاولیاء کلیری فرماتے ہیں، کہ عاشقان الٰہی کے لئے جنت و دوزخ دونوں حرام، ناقابل التفات اور غیر مطلوب ہیں عاشقانِ ذات حق کے لئے صرف ایک ہی امر مطلوب ہے اور وہ اپنے محبوب کی رضا ہے۔

ان کے چہرے انوارِ خداوندی سے روشن ہوتے ہیں۔ اور بجز ذات کبریا انہیں نہ کسی سے امید ہوتی ہے اور نہ کسی کا خوف۔ ایسے بندگان خدا شہنشاہ کہلاتے ہیں۔ اور لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (نہ اُن پر کوئی خوف

ہے اور نہ وہ کسی کا غم کھائیں گے) کی خبر صادق سے ایسے ہی عارفین کو نوازا گیا ہے۔ ایسے کاملین کی صحبت گراں مایہ سے آسائش جسمانی، فراغت قلبی، سلامتی ایمان اور حساب روز قیامت سے نجات ملتی ہے اور ایسے مقبولان بارگاہ احدیت کا وجود مسعود باعث رحمت اور وجہ امان ہوتا ہے۔

ہر کہ بیند روئے فقرش صبح و شام آتش دوزخ براو گردد حرام

(ترجمہ) جو شخص کسی مرد خدا صاحب فقر کے روئے منور کو صبح و شام دیکھ لیتا ہے تو جہنم کی آگ اس کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔

حضور سرکار صابری صاحب کے قلب منور میں عشق رسول اور مودت اولاد بتول

حضور سرکار صابری صاحب مدظلہ العالی کے سینۂ منور میں محبت الٰہی۔ عشق رسول اور مودّت اولاد بتول کا جذبہ جس طرح موجزن ہے اس کا کیا کہنا! یہ ایک راز الٰہی ہے، جو کبھی نگاہ باوقار اور کبھی زبان گوہر بار سے عیاں ہو کر سامعین کے قلب و جگر اور ان کی دیدہ و نگاہ کو مخمور و مسرور کر دیتا ہے۔

"یا علی ہم تیرے ہیں، تمہم کے لیے اور تجھ سے ہیں"۔

یہ کتنے روح پرور اور جان افروز کلمات طیبات ہیں جو حضور قطب صاحب مدظلہ العالی کی زبان حقیقت ترجمان سے بکثرت سنے جاتے ہیں۔

در ضمیرش گرمی عشق رسول در خمیرش حب آل بتول

(ترجمہ) عشق رسول حضور قبلہ صابری صاحب مدظلہ العالی کے وجود پر جود میں قدرت کاملہ کی طرف سے ودیعت رکھا گیا ہے۔ اور حضرات اہل بیت علیہم السلام یعنی اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت و مودت آپ کے خمیر میں ازل سے رکھی گئی ہے۔

حضور قبلہ سرکار صابری صاحب کی اپنے مشائخ سے محبت عقیدت اور ظاہر پرستوں سے بیزاری نفرت!

حضرات خواجگان چشت اہل بہشت کے لئے حضور قبلہ گاہی سرکار صابری صاحب مدظلہ العالی کی کمال عقیدت اور جان نثاری اور ان کے نقش قدم پر ثبات اور اس میں پائیداری ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

فنا فی الشیخ کے مفہوم کی وضاحت اور فنا و بقاء کی حقیقت حضور قبلہ صابری صاحب کی ذات گرامی اور آپ کی دید سے عیاں ہے ۔

بادۂ صد سالہ در مینائے او مستی پارینہ در صہبائے او

(ترجمہ) آپ کی صراحی میں سو سالہ پرانی شراب موجود ہے۔
اور آپ کی شراب معرفت میں وہی پرانی مستی اور وہی رنگ و بو ہے

یہ سلسلۂ عالیہ وہ بابرکت سلسلہ ہے جس کی بنیاد اخلاص، تواضع، انکسار فروتنی اور فنائے ذات پر ہے اور اس سلسلہ عالیہ کو تصنع، بناوٹ، ظاہری نمائش و نمود اور تکلفات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اس لئے اس سلسلۂ عالیہ کے مشائخ عظام ایسے امور کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جن سے نفس کے زندہ ہونے کا ثبوت ملتا ہو۔ اور ایسے لوگوں کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھتے جو جبہ و دستار اور تسبیح و مصلیٰ کو اپنا شعار اور بزرگی کے لوازمات سے خیال کرتے ہیں۔

حضور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ذکر ہوا کہ ایک شخص دمشق کی ایک جامع مسجد میں "شیخ الاسلام" کا خطاب حاصل کرنے کے لئے روز و شب یاد الٰہی اور ذکر حق میں مصروف اور انتہائی ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہے۔ اور رات دن میں کسی وقت میں کوئی یار

الٰہی و عبادت خداوندی سے غافل نہیں ہوتا۔

حضور سلطان المشائخ نے فرمایا :-

"تو پہلے شیخ الاسلامی کو جلا دے، پھر اپنی خانقاہ کو جلا دے اور پھر اپنے آپ کو جلا دے" اور ان بزرگوار ان کے ہاں ایسے لوگوں کا ذکر و شغل بھی کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا جن کے اعمال سے ظاہرداری اور نمائش کا اظہار ہوتا ہو۔

حضرات مشائخ چشتیہ کا ذکر خفی

اِس سلسلۂ عالیہ کے مشائخ عظام کے ہاں اس رازِ الٰہی کا اخفاء اتنا ضروری قرار دیا گیا ہے کہ ذکر و شغل کے وقت ذاکر کے لب بھی جنبش نہ کریں۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سرِّ حق بر ما بخند

(ترجمہ) اے طالب ذکر کرتے وقت تو اپنی آنکھیں، اپنے کان اور اپنی زبان بند کر لے۔ اور ذکر میں اپنے آپ کو مصروف رکھ، پھر اگر تجھے نورِ معرفت حاصل نہ ہو تو پھر تیرا گلہ و شکوہ درست ہے۔

اس سلسلۂ عالیہ کے پیشوایان کو دُنیاداروں اور ہوس پرستوں سے کچھ ایسی نفرت سی ہو گئی ہے کہ وہ ہردم اُن سے پیچھا چھڑانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیئے وہ گاہ بگاہ ایسا عمل کرنے کو بھی گوارا کر لیتے ہیں۔ جو بظاہر ناظرین کو اپنی دانست میں خلافِ شرع نظر آتا ہو۔ اور اپنے احوال کے اخفاء کے لیئے وہ کبھی جذب اور دیوانگی سے اور کبھی تفرید و تجرید سے بھی کام لیتے ہیں۔ اور لوگوں کو اس توہم میں ڈال دیتے ہیں کہ یہ لوگ تارک نماز اور روزہ سے غافل ہیں۔ اور گاہ عوام کے سامنے برہنہ رہتے ہیں تاکہ عوام کو ان سے بدگمانی پیدا ہو جائے۔

حالانکہ وہ نہ نماز کے تارک اور نہ روزہ سے غافل ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ نماز و روزہ اور جمیع احکام کے پابند ہوتے ہیں۔ مگر اس طور پر کہ صرف علام الغیوب کو ان کے بھید کا علم ہوتا ہے اور عوام کو ان کے احوال اور عبادات سے مطلق خبر نہیں ہوتی۔

یہ بزرگ وار اپنی برائیوں کو عوام کے سامنے ظاہر کرتے ہیں اور اپنی نیکیوں کو ان سے چھپاتے ہیں۔ اور اس بات کی مطلق پرواہ نہیں کرتے کہ عوام الناس میں وہ لوگ فاسق و فاجر کے نام سے مشہور ہو جائیں گے۔ اور عوام انہیں زندیق تک کہنے لگیں گے۔

یہ ارباب باطن اللہ کریم کے ہاں مقبول اور صدیق ہوتے ہیں۔ اور یہ اصحاب گرامی نمائشی اعمال سے ہمیشہ گریز کرتے ہیں۔ اور مخلوق کے دلوں سے اپنی محبت و عظمت کو گرانے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔ یہ اصحاب اخلاص کامل کے حامل اور شرک جلی و خفی سے بالکل پاک اور بری ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ لوگوں کی مدح سرائی سے نہ خوش ہوتے ہیں اور نہ ان کی مذمت سے انہیں کچھ تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

عُرفی تو میندیش ز غوغائے رقیباں !
آوازِ سگاں کم نہ کند رزقِ گدارا !

(ترجمہ) اے عُرفی تو ظاہر پرستوں اور ہمعصر بدخواہ اور بداندیش لوگوں کی غوغا آرائی تہمت طرازی اور فتنہ سازی سے فکرمند نہ ہو۔ سائل جو کریم کے دروازہ پر پہنچ کر دستِ سوال دراز کر دیتا ہے تو اسکو اس کا حصہ ضرور مل جاتا ہے، اور کتوں کا شور و غل اس کے نصیب کو روک نہیں سکتا۔

امراضِ قلب کا محرّمات سے علاج

جس طرح بوقت ضرورت جسمِ انسانی کا علاج محرّمات سے باتّفاق جائز اور درست ہے۔ اسی طرح قلب جو محلِ نور اور مقام معرفت الٰہی ہے جب یہ مریض اور بیمار ہو جائے تو اس کا علاج محرّمات سے بطریقِ اولیٰ جائز و انسب ہے۔ جسمانی امراض تو مریض کے لئے از روئے شرع شریف موجب رحمت اور باعثِ حسنات ہوتے ہیں۔ مگر قلب کی امراض ایک مومن کے لئے موجب نفرت اور ہلاکت ہوتی ہیں۔ جسم کی امراض سے بدن کا ضعف اور اس کی ہلاکت ہوتی ہے۔ اور قلب کی امراض سے ایمان کی تباہی اور دین کی بربادی ہوتی ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ دین کی بربادی میں اللہ کا غضب اور اس کی رحمت سے بُعد اور دُوری ہے اور ابلیسِ خنّاس سے قرب ہوتا ہے۔

امراضِ قلب سے طلبِ شہرت کا مرض بہت نامراد اور توجہ طلب مرض ہے۔ اس کا علاج فوری اور ازبس ضروری ہوتا ہے اور یہ بھی مسلّمہ ہے کہ ہر مرض کا علاج اُس کی ضدّ سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے مرضِ شہرت کے دفع کے لیے حصولِ بدنامی ایک عمدہ ترین علاج ہے۔

ایک عارف کا حمّامی چور کہلا کر خوش ہونا

حضرت ابراہیم خوّاص جو اکابر اولیاء اللہ متقدّمین سے تھے اور جن کی ولایت اولیاء اللہ کے ہاں مسلّم ہے کے بارہ میں مشہور ہے کہ آپ کسی شہر میں زیادہ دیر تک اس لئے نہیں ٹھہرتے تھے کہ مبادی ان کی ولایت کی شہرت وہاں پھیل جائے۔ اس لئے آپ اپنی رہائش شہر بشہر بدلتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ

ایک شہر میں مقیم ہوئے جہاں آپ کی ولایت کی شہرت تمام شہر میں پھیل گئی۔ آپ کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔

آپ نے اس شہرت کو زائل کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ ایک حمّام میں چلے گئے۔ جہاں کپڑوں کا ایک قیمتی جوڑا پڑا تھا۔ آپ نے دوکاندار کو غافل پا کر وہ قیمتی جوڑا کپڑوں کا اٹھا لیا اور اپنے پھٹے پرانے کپڑے اتار کر وہ جوڑا زیب تن کرتے ہوئے آہستہ آہستہ وہاں سے چل دیئے۔ تاکہ مالک کو جب خبر ہو جائے تو وہ ان کو آسانی سے پکڑ سکے۔

چنانچہ مالک کو جب اسباب کی خبر ہوئی تو وہ بھاگتا ہوا گیا اور انہیں پکڑ کر خوب سزا دی اور چوری کے الزام میں متہم کیا۔ اور تمام شہر میں آپ کے اس فعل شنیع کی شہرت پھیل گئی۔ اور حمامی چور کے نام سے آپ کی شہرت ہو گئی۔

جب نیک نامی کی جگہ بدنامی نے لے لی تو حضرت ابراہیم خواص نے اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس شہر میں اب ٹھہرنا مناسب ہے۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ اور عوام کی عقیدت کا حال

حضور سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ کے بارہ میں منقول ہے کہ آپ ایک دفعہ طویل سفر کے بعد بسطام پہنچے تو وہاں کے معززین اور رؤساء حضور کے استقبال اور خیر مقدم کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ اور آپ سے کمال عقیدت و محبت کے تحت وہ لوگ شب و روز حضور بسطامی صاحبؒ کے پاس رہنے بسر کرنے لگے۔ حضور بایزید بسطامی صاحبؒ نے جب عوام اور خواص کا ہجوم اپنے پاس دیکھا تو آپ نے خطرہ محسوس کیا کہ ان کی ایسی عقیدت ان کو کسی فتنہ میں مبتلا نہ کر دے۔

چنانچہ آپ نے عوام کے دلوں سے اِس کمال عقیدت کو زائل کرنے کے لئے اور اپنی ذات سے اُنہیں دُور کرنے کے لئے ماہِ رمضان المبارک میں دن کے وقت بازار سے روٹی منگائی اور سرِ بازار سب کے سامنے اسے کھانا شروع کر دیا۔ عوام نے جب یہ حال دیکھا تو اُن کی عقیدت ختم ہو گئی اور آپ کی صحبت کو ترک کر دیا۔

ماہِ رمضان المبارک میں دن کے وقت روٹی کھانا اگرچہ ظاہری احکام کے خلاف تھا۔ مگر حضرت بایزید بسطامیؒ کے لئے اس کا جواز موجود تھا۔ وُہ یہ کہ آپ مسافر تھے اور مسافر کے لئے اِفطارِ صوم کی عام اجازت ہے۔

صاحبِ ولایت کی غیرِ حق سے نفرت

حقیقت یہ ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے مخلوقِ خدا کی نظر میں معزز اور محترم بننے سے احتراز کیا تھا اور اس کے لئے ایک راہ نکالی تھی۔ اور جس شخص کو خدا کی محبّت اور اُس کے لئے اخلاص کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ وہ ماسوا کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔

سیّد سبحانؒ شاہ رام پوری نا اہل لوگوں سے پیچھا چھڑانے کی فکر میں رہتے

ایسے ہی حضرت سیّد سبحان شاہ صاحبؒ رام پوری کا طرزِ عمل تھا۔ ایک نابینا شخص آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور سے دُعا کرانے اور اللہ کی راہ معلوم کرنے آیا ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اسکی آمد و رفت کو ناپسند فرماتے ہوئے اُس سے پوچھا کہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا؟ اُس نے کہا کہ خدا کی مرضی ایسی ہے اُس نے مجھے اندھا کر دیا۔ پھر شاہ صاحب نے پوچھا کہ تمہارے والدین کو کیا ہوا؟

اُس نابینا نے عرض کیا کہ وُہ دونوں بھی بامر اللہ فوت ہو گئے ہیں۔ تب شاہ صاحب نے فرمایا:-

اے نادان تو کیسا احمق ہے کہ تو اُس کا پتہ پوچھتا ہے جو تیرا اتنا بڑا دشمن ہے جس نے تجھے اندھا کر دیا، اور تیرے ماں باپ کو مار ڈالا۔

یہ باتیں سُنکر وُہ نابینا شخص لاحول پڑھتا ہوا شاہ صاحب کی مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور پھر کبھی اُس طرف کا رُخ نہ کیا۔

حضورؒ قبلہ صابری صاحب کا طرزِ عمل

اِس سلسلہ میں حضور قبلہ گاہی حضرت سرکار صابری صاحب مدظلہ العالی کے بارہ میں کچھ عرض کرنا اُس کے بارہ میں کچھ ذکر کرنا ایک بہت بڑی جسارت ہے جس سے یہ فقیر لرزہ براندام ہے۔ البتہ اہلِ نظر کے لئے اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ سہ

خوشتر آں باشد کہ سِرِّ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

(ترجمہ) بہتر یہی ہوتا ہے کہ اغیار کی باتوں باتوں میں اپنے حبیب کا ذکرِ خیر بھی اشارۃً کہہ دیا جائے۔

حضور قبلہ صابری صاحب کے ہاں معارفِ ربّانی کی مجلس

حضور قبلہ صابری صاحب کی مجلس پاک میں معارفِ الٰہی اور دقائق معانی کا بیان ایک دریائے ناپیدا کنار کی طرح موج در موج چلا آتا ہے۔ اور حضورؒ کے فیضان کا بحرِ بیکراں، ابرِ گوہر بار کی طرح فضائے شہود پہ ہر وقت موتی برساتا رہتا ہے۔

حضور قبلہ صابری صاحب کی بزم اُنس اور صحبتِ پاک ہمیشہ پُربہار رہتی ہے۔ وہاں کبھی اندوہ و ملال کا اثر نہیں دیکھا گیا۔ ہمیشہ مسرت اور شادمانی کی نسیم اور وجد و سکر کی صبا چلتی رہتی ہے۔ ؎

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

(ترجمہ) حیات عمر بھر کعبہ اور بت خانہ میں جا جا کر آہ و بکا اور نالہ و فریاد کرتی رہتی ہے۔ مدتوں کے بعد کہیں بزمِ عشق سے کوئی دانائے راز پیدا ہوتا ہے۔

میرے خواجہ صاحب حلیم الطبع، وسیع الظرف، نہایت سخی، بڑے کریم اور صاحبِ خلقِ عظیم ہیں۔ اپنے کفش برداروں پر آپ کا احسانِ عظیم اور فضلِ عمیم ہے۔ آپ نے اس ذاتِ مجسّمِ محبت کی محبت اور اُس کے ذوق و شوق کے لیئے مُریدین کے قلوب کو مزکّی اور مُصفّٰی بنا کر انہیں آتشِ عشق سے گرما دیا ہے اور ایک دردِ لادوا اور ایک ذوقِ پُربہا سے انہیں مالا مال کر دیا ہے۔

جَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ وَاَحْسَنَہٗ

فنا فی الشیخ کی منازل طے کراتے ہوئے حضور انور نے اپنے حلقہ بگوشوں کے قلوب پر اپنی محبت کے غیر فانی اور نہ مٹنے والے ایسے نقوش ثبت کر دیئے ہیں جو سدا بہار پھولوں کی طرح ارادت مندوں کے قلب و جگر اور اُن کی رُوح و رواں ہمیشہ معطّر، تر و تازہ اور فرحاں و شاداں رکھیں گے۔ ؎

دلم از یادِ تو ہرگز غافل نہ شود	گر جہاں بر رود یادِ تو از دل نہ رود
اُفتادہ ز روئے تو در آئینۂ دل	عکسے کہ بہیچ وجہ زائل نہ شود

(ترجمہ) اے حبیب! تیری یاد سے میرا دل کبھی غافل نہیں ہوتا۔

اگر میری جان بھی چلی جائے تو چلی جائے مگر تیری یاد میرے دل سے کبھی نہیں جاتی۔ میرے دل کے آئینے میں تیرے چہرۂ انور کا ایسا عمدہ نقش ثبت ہو چکا ہے جو کسی صورت میں بھی مٹ نہیں سکتا۔

دعوات بدرگاہِ قاضی الحاجات

حضور قبلہ گاہی حضرت سرکار صابری صاحب مدظلہ العالی کا دریائے بخشش اور بحر کرم ہمیشہ موجزن اور تا ابد جاری و ساری ہے۔ اور تشنگانِ معرفت کو رشد و ہدایت کے آبحیات سے سیرکام اور سیراب کرتا ہے۔ حضور عالی کا آفتابِ ولایت تا درقیامت اہل جہاں کو اپنے انوار اور تجلیات سے منور اور فیضیاب کرتا ہے۔ اور آپ کے وجود پر نور سے نفس و شیطان کے شکار، غفلت و جہالت کے گرفتار، ضلالت اور عصیاں میں گھرے ہوئے اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

حضور انور کے وجود مسعود سے ظلمات اور تاریکیاں چھٹتی رہیں، رشد و ہدایت کے سوتے پھوٹتے رہیں اور فیض و کرم کے چشمے جاری و ساری ہیں۔

حضور قبلہ صابری صاحب مدظلہ العالی کے ارادتمندوں اور کفش برداروں کی تعداد زمین کے ذرات اور آسمان کے ستاروں کی طرح اتنی کثیر اور اتنی زیادہ ہو کہ ان کی کثرت اور ان کی حرمت کے پیش نظر اللہ رب العزت جل شانہ اس روسیاہ اور پُر گناہ کو میدان محشر میں معاف فرمادیں اور باز پرس نہ فرمادیں۔

كما ورد فى الحديث — جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اَكْثِرُوا مِنَ الْاِخْوَانِ فَاِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ اَنْ يُّعَذِّبَ

اے ایمان والو! اپنے دینی بھائیوں کی کثرت کا خیال رکھو۔ کیونکہ تمہارے پروردگار

عَبْدَہٗ بَیْنَ اِخْوتہ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (کشفُ المحجوب)

بڑے رحیم اور بہت حیا والے ہیں۔ وہ اپنے بندے کو اُس کے بھائیوں کے سامنے میدان محشر میں عذاب دینے سے حیا کریں گے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

حقّ حقّ حقّ

وجد و سُکر اور محویّت کا مفصّل بیان

محبّت وودود اور سوز و گداز مولیٰ کریم کا فضلِ عظیم ہے جس سے وہ اپنے خاص خاص بندوں کو نوازتے اور سرفراز فرماتے ہیں۔

كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰى
قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۙ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ (پ۳)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے۔ وہ اُس کو جسے چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالےٰ بڑی وسعت والے ہیں، خوب جاننے والے ہیں، خاص کر دیتے ہیں اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہیں۔ اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والے ہیں۔

ایسے مقبولینِ بارگاہِ ربّ العزّت جب محبّتِ الٰہی اور عشقِ ربّانی سے فائز اور سیر کام ہو جاتے ہیں، تو اُن کے لئے قُرب و بُعد، وصل و فراق، حال وقال اور صحو و سُکر میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ اور ذاتِ حق سبحانہٗ و تعالےٰ سے واصل اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں، حتّٰی کہ اپنی ذات سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔

عارفین کا مقام اور اُن سے افعال خداوندی کا ظہور

ایسے عارفینِ ذاتِ بحت بے چون و بے چگون میں جذب اور محو ہو جاتے ہیں۔ اُن کے قلوب خدا کی دوستی اور مشاہدہ کا مقام، اُن کی آنکھیں خدا کے دیدار کا محل اور اُن کی جانیں عبرت کا محل بن جاتی ہیں۔ وُہ قربِ حق تعالیٰ میں ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالےٰ اُن کے کان، اُن کی آنکھیں، اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے بحوالہ صحیح بخاری شریف مروی ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔ (رواہ البخاری)	اللہ کریم فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اُس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اور ایسے مقربانِ حق تعالےٰ کی زبان بامرِ الٰہی ناطق اور متکلم ہوتی ہے۔

کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ	جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے
وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ (پ۲۷)	اور نہیں بولتے وہ اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہُوا۔

وہ تمام بشری خصائص سے جدا ہو جاتے ہیں۔ اور محبت الٰہی کے غلبہ میں اُن پر وجد و سکر کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ ذاتِ صرفہ میں فنا ہو جاتے ہیں اور غیریت کے تمام حجابات ان کے سامنے سے اُٹھا دیئے جاتے ہیں۔ اُن کا بدن

سُبک ہو جاتا ہے۔ اور محبت کے بازوؤں سے پرواز کر کے "حضرت القدس" میں پہنچ جاتے ہیں۔

کمالِ قرب اور عینِ وصال کی باتیں

محویت کے نشہ اور فنا فی الذّات کے سُرور میں "سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ"۔ "وَ مَا فِیْ جُبَّتِیْ غَیْرُ اللّٰہِ" اور "اَنَا الْحَقّ" کی پُر کیف صداؤں سے وہ اس ذات صرفہ سے کمالِ قرب اور عینِ وصال کی خبر دے کر "نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ" کے سربستہ راز کو اہلِ بصیرت اور اربابِ عرفاں کے لئے اِفشاء کر دیتے ہیں ؎

رازِ درونِ پردہ زرندانِ مست پرس !
کہ ایں حال نیست صوفیٔ عالی مقام را !

(ترجمہ) اے سالک حق تعالےٰ کے راز و نیاز اور اُس کے اسرار و رموز کی باتیں، عاشقانِ الٰہی اور دیوانگان ذاتِ ربانی سے پوچھا کر کیونکہ اربابِ ظاہر اور صوفی و صافی اصحاب بیشک اپنی جگہ پر عالی مقام رکھتے ہیں مگر وہ اُن راز و نیاز کی باتوں سے بے خبر ہیں۔

شَوَاھِدُ وَنَظَائِرُ

حضور پُرنور حضرت خواجہ قطب الدین صاحب بختیار کاکی اوشی اوّلین الارواحؒ ایک دفعہ محفلِ سماع میں بہ نفسِ نفیس تشریف فرما اور رونق افروز تھے۔ اور قوّال حضرت احمدؒ جام چشتی ایرانی کا مشہور قصیدہ پڑھ رہے تھے۔ جب قوّال اِس شعر پر پہنچے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

تو حضور قطب صاحبؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ قوال اسی شعر کو بار بار دُہراتے گئے اور قطب صاحبؒ پر محویت کا غلبہ ہوتا گیا۔ متواتر چار پانچ روز تک آپ پر یہی کیفیت طاری رہی۔ اور پانچویں روز اسی عالم محویت میں حضور قطب صاحبؒ کی روح پرفتوح عالمِ قدس کو پرواز کر گئی۔

دوستانِ خدا کی موت کا عجیب رنگ

حضرت شیخ بدرالدین غزنویؒ نے فرمایا ہے کہ وہ حضور قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین صاحبؒ کے وصال کے وقت آپ کے پاس موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔ عالم رؤیا میں میں نے دیکھا کہ حضور قطب صاحبؒ اپنے مقام سے باہر نکلے اور اوپر کی جانب تشریف لے گئے، اور مجھے فرمایا:-

"بدر الدین دوستانِ خدا کی موت ایسے ہوتی ہے"۔

جب میں ذرا سی دیر کے بعد بیدار ہوا تو حضور قطب صاحبؒ اس عالم آب و گل سے رحلت فرما چکے تھے۔

حضرت بو علی پانی پتیؒ پر جب محویت طاری رہی

حضرت بو علی قلندر پانی پتیؒ اپنے وقت کے جید علماء سے تھے۔ اور آپ اوائل عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے۔ اور علوم مروجہ کی تحصیل اور ان سے فراغت کے بعد آپ قطب مینار دہلی کے پاس قیام فرما ہوئے اور علوم ظاہری کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور یہ درس و تدریس کا سلسلہ

آپ کی ذاتِ گرامی سے متواتر بیس سال تک جاری رہا۔ اور بے شمار مخلوق آپ سے فیضیاب ہوئی۔

آپ کے ہمعصر دہلی کے اکابر علماء یعنی مولانا قطب الدین پانپتیؒ، قاضی ظہیر الدین نکواری، قاضی حمید الدین ناگوری صدر الشریعت اور مولانا فخر الدین پانپتیؒ وغیرہم حضور بُو علی قلندر صاحب کے علمی تبحر اور عملی فضیلت کے قائل اور معترف تھے۔ لیکن حضور قلندر صاحب نے درس و تدریس کی طویل مدّت کے بعد جب تصوّف اور درویشی کے کوچہ میں قدم رکھا اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے تو آپ کی طبیعت کا رنگ بدل گیا۔ آپ پر وجد و سکر کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ نے علوم و فنون کی تمام کتابوں کو دریا میں ڈال خود جنگل کی راہ لی ؎

جُبّہ و دستار و علم قیل و قال در آب رواں انداختیم
خرقہ و سجّادہ و تسبیح را در خراباتِ مغاں انداختیم

(ان اشعار کا ترجمہ ابتدائی صفحات میں گذر چکا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔

خلقِ خدا سے مجذوب کا رابطہ

خداوند قدّوس کی محبّت میں سرشار اور سرمست رہنے کے باوجود برزخ جامع کی حیثیت سے حضور مجذوب صاحب موصوفؒ کا رابطہ مخلوق خدا سے قائم رہا۔ اور اہل جہاں کو آپ کی ذاتِ گرامی سے فیوض و برکات حاصل ہوتے رہے۔

ایک دفعہ اہل شہر نے عرض کیا کہ حضور مکھیوں نے بڑا ستایا ہے۔ جب لوگوں نے بار بار اصرار کیا تو حضور قلندر صاحب نے فرمایا لاؤ پرچہ حسب فرمان کاغذ لایا گیا تو حضور نے اپنے دست مبارک سے لکھا "مکھیو! اس شہر سے نکل جاؤ"

اور فرمایا کہ اس پرچہ کو صدر دروازہ پر لٹکا دو۔ جب یہ حکم شہر کے صدر دروازہ پر آویزاں کر دیا گیا تو مکھیوں نے شہر خالی کر دیا۔ اتفاق سے چند روز کے بعد شہر میں ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی۔ اہل شہر نے حاضر ہو کر حضور قلندر صاحب سے عرض کیا کہ حضور ہیضہ سے کثرت سے اموات ہو رہی ہیں۔ دعا فرمائیے اللہ کریم اس وبا سے اہل شہر کو امان بخشیں۔

حضور قلندر صاحبؒ نے فرمایا "ہمارا پرچہ صدر دروازہ سے اتار دو۔" جونہی وہ حکم نامہ صدر دروازہ سے اتارا گیا مکھیوں نے شہر میں داخل ہونا شروع کر دیا اور چند روز کے اندر اندر ہیضہ کی وبا ختم ہو گئی۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ۔۔۔ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(ترجمہ) اللہ کے مقبول بندوں کو اپنا ہم شکل اور ہم وضع سمجھ کر اُن کے معاملات اور احوال کو اپنے آپ پر قیاس نہ کر۔ ذرا دیکھ تو سہی کہ شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) دونوں لکھنے میں ایک جیسے ہیں مگر ان کے اوصاف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

مجذوب سالک سے فیض جاری رہتا ہے

حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب چشتی صابریؒ نے فرمایا کہ پانی پت میں ایک صاحب حافظ غلام مرتضیٰ مجذوب سالک مقیم تھے۔ حالت سلوک میں اُنکو جذب ہو گیا تھا۔ ہماری بستی میں وہ اکثر آیا کرتے تھے۔ ایک دن شور و غل ہوا کہ حافظ غلام مرتضیٰ لوگوں کو پتھر مار رہے ہیں۔ اور عوام کو تنگ کر رہے ہیں۔ میں اُن کے پاس گیا۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے پتھر مارنے چھوڑ دیئے۔ اور مجھے بلایا۔ میرے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اُس کے ورق کھلوائے، جب یہ شعر نظر پڑا۔

عشق اول عشق آخر عشق کل ۔۔۔ عشق شاخ و عشق نخل و عشق گل

(ترجمہ) اوّل بھی عشق ہے اور آخر بھی عشق ہے، بلکہ تمام کا تمام عالم عشق ہی عشق ہے۔ اور عشق ہی درخت ہے اور عشق ہی شاخ ہے اور عشق ہی پھول ہے۔

مجھے اس کی طرف اشارہ کیا اور غلبۂ توحید کی بشارت دی حضور حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جو اسرارِ توحید میری زبان سے بے ساختہ نکل جاتے ہیں، یہ اسی بشارت کا ثمرہ ہے۔ (کرامات امدادیہ ص۵۸)

حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ پر وجد کی کیفیت

حضور چشمۂ نور حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ کی رشد گاہ پر ایک مرتبہ گنگوہ شریف میں قوّالی ہو رہی تھی۔ اور حضرت گنگوہی صاحبؒ اور آپ کے خلفاء و مریدینِ محفل سماع میں شریک تھے۔ قوّالوں نے جب یہ شعر پڑھا ؎

در خانہ چہ بینی کہ بہ بازار بہ بینید !
اے مدّعیانِ دولتِ دیدار بہ بینید

(ترجمہ) اے طالبانِ دولتِ دیدارِ الٰہی! گھر کی چار دیواری میں تم کیا دیکھو گے۔ گھر سے باہر نکلو اور "سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ" پر عمل کرتے ہوئے گلی کوچوں، بازاروں اور عام مقامات پر خداوند تعالیٰ جلّ شانہٗ کے بھرپور جلووں اور انوار و تجلّیات کا مشاہدہ کرو۔

اس پہلے ہی شعر پر حضرت گنگوہی صاحبؒ پر وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ تڑپ کر حلقہ سے باہر نکل گئے۔ اور بازار کی طرف چل دیئے۔ تمام خلفاء و مریدین و قوال پیچھے پیچھے تھے۔ اور حضور گنگوہی صاحبؒ اسی عالم وجد میں گنگوہ شریف کی گلی کوچوں میں آگے آگے گھومتے گئے۔ اور ہر مقام پر قوال حضور

کو اپنا کلام سنا کر محظوظ کرتے رہے۔ (حقیقتِ گلزارِ صابری)

حضرت سائیں توکّل شاہ صاحبؒ پر وجد کی کیفیت

حضرت مولانا محبوب عالم صاحب گجراتیؒ جو ایک جلیل القدر عالم دین اور حضرت قبلہ سائیں توکل شاہ صاحبؒ انبالوی کے خلیفۂ اعظم تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب موصوفؒ بعد ادائے نمازِ جمعہ مسجد حافظ مسلم شہر انبالہ سے باہر تشریف لائے تو آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ خدام آپ کو دونوں طرف سے تھامے ہوئے تھے۔ اور آپ بمشکل قدم قدم چل رہے تھے۔

حضور شاہ صاحبؒ کا گذر اتفاق سے ایک پُلی پر سے ہوا۔ اسی دوران سامنے سے تقریباً پچاس ساٹھ افراد کی ایک جماعت وہاں آ پہنچی۔

سجدہ لغیر اللہ

ان لوگوں نے جب حضور قبلہ شاہ صاحبؒ کے روئے پُرنور کو دیکھا تو سب کے سب ایک دم قبلہ شاہ صاحبؒ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔ حضرت مولانا محبوب عالم صاحب گجراتیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ان لوگوں کو بہت بُرا بھلا کہا اور یہاں تک بھی کہدیا کہ تم مشرک ہو غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ مولانا موصوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد میری نگاہ بھی اتفاقاً حضرت شاہ صاحبؒ کے رُخ انور پر پڑی تو میں بھی فوراً سجدہ میں گر پڑا۔

قریباً پانچ منٹ تک ہم سب اسی حالت میں سجدہ میں پڑے رہے۔ اس کے بعد جب قبلہ شاہ صاحبؒ ہوش میں ہوئے تو ہم سب لوگ سجدہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مولانا محبوب عالم صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں نے تمام واقعہ حضرت

شاہ صاحب کے سامنے عرض کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔

"یہ تجلی خانہ کعبہ کے جاہ و جلال کی تھی جس سے ہم فیض لے رہے تھے۔ اس کا یہی تقاضا تھا۔" (ذکر خیر سوانح حضرت توکل شاہ صاحب انبالوی)

حضور مخدوم پاک علاء الدین علی احمد صابرؒ پر نو سال تک محویت طاری رہی

حضرت پادشاہ دو جہاں جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الامراً سلطان الاولیاء علیہ کو قیام پاکپتن شریف کے دوران جب حضور کی والدہ ماجدہ کے وصال کی خبر دی گئی تو آپ حجرہ شریف میں تشریف لے گئے۔ اور اس وقت سے آپ پر ایسی محویت طاری ہوئی کہ آپ حجرہ شریف سے پورے نو سال تک باہر تشریف نہ لائے۔ اور اس نو[1] سال کی طویل مدت میں حضور مخدوم پاک سلطان الاولیاءؒ نے نہ کچھ کھایا، نہ کچھ پیا اور نہ ہی سوئے۔ اور نہ حجرہ شریف سے باہر قدم رکھا، بلکہ ایک ہی حالت میں پورے نو سال تک بیٹھے رہے۔

حضور پر نور حضرت شاہ شیخ فریدالدین گنج شکر بابا صاحب مسعود العلمینؒ فرماتے ہیں کہ نو سال کے بعد بحکم الٰہی میں خود حجرہ شریف میں گیا اور حضور مخدوم علی احمد صابرؒ کو عالم محویت میں پایا۔ میں نے حضور صابر پاکؒ کے بائیں کان میں کلمات اثبات کہے۔ تب وہ مرتبۂ فنا سے مرتبۂ بقا میں آئے اور آنکھیں کھولیں

---

[1] قارئین کرام واقعہ اصحاب کہف پر غور فرمائیں:- وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا۔ ان لوگوں پر تین سو نو برس غار میں لیٹے لیٹے گذر گئے۔ ان اصحاب نے بلا خورد و نوش یہ تمام مدت پورے سکون سے غار میں گذارے۔ ۱۲

اور حجرہ شریف سے باہر تشریف لائے۔ (حقیقت گلزار صابری)

حضور پُر نور حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ختم الاولیاء اللہ الارواح سلطان کلیریؒ کلیر شریف میں بائیس روز تک درخت گولر کو پکڑے ہوئے کھڑے رہے اور مطلق جنبش نہ کی۔

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شمس الارضؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت مخدوم پاک سے عرض کیا کہ حضور کچھ تناول فرمالیں۔ حضور مخدوم پاک نے فرمایا کہ "اللہ کھانے پینے سے پاک ہے"۔ خواجہ شمس الدین صاحبؒ بولے، بیشک، مگر بندے کو کیا زیب دیتا ہے کہ وہ مالک کی ریس کرے۔ اللہ اللہ ہے اور بندہ بندہ۔

حضرت مخدوم پاک نے فرمایا "تم ٹھیک کہتے ہو، واقعی بندہ بندہ ہے اور اللہ اللہ۔ اللہ کھانے پینے سے آزاد ہے۔ پھر آپ نے چند دانے گولر کے تناول فرمائے۔ (حقیقت گلزار صابری)

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شمس الارض ترک پانی پتی جو حضور مخدوم پاک علاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح کے واحد اور لاثانی خلیفہ ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور مخدوم پاک نے فرمایا۔

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب ترک پانی پتی کے لئے چھ سال کی حبسِ کبیر کا حکم

شمس الدین! آج سے تم چھ سال کے لئے حبسِ کبیر میں مقید ہو جاؤ۔ اور حضور مخدوم پاکؒ نے خود ہی قبر بنوائی۔ اور حضرت علیم اللہ ابدال سے فرمایا۔ کہ ایک لوٹا پانی کا اور چنے اور جو کی دو روٹیاں ساتھ رکھ دو۔ اور فرمایا۔

"شمس الدین! جب بھوک پیاس لگے تو ان سے دور کر لینا"۔

حضرت خواجہ شمس الدین صاحبؒ جب چھ سال کی حبسِ کبیر کے بعد قبر سے باہر تشریف لائے تو آدھا لوٹا پانی کا اور آدھی روٹی باقی تھی۔

(حقیقت گلزار صابری)

حضرت خواجہ شمس الدین صاحبؒ شمس الارضؒ پر پورے چھ سال محویت طاری رہی

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شمس الارضؒ کے پورے چھ سال تک حبسِ کبیر میں مقید رہنے کے بعد حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابرؒ ختمَ اللہ الارواح سلطانُ الاولیاء کلیریؒ نے حضرت علیم اللہ ابدال سے فرمایا "جاؤ اور شمس الدین کو بلاؤ" حضرت علیم اللہ ابدال قبر میں گئے اور حضرت خواجہ شمس الدین صاحبؒ کو عالمِ محویت میں پایا۔ اور سات مرتبہ آپ کو آواز دی۔

خواجہ شمس الدین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں یہ سمجھا کہ یہ آواز "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کی آواز ہے۔ میں جواب میں "قَالُوْا بَلٰی" کہنے لگا۔ پھر حضرت علیم اللہ ابدال نے سات مرتبہ مجھ کو آواز دی۔ اُس وقت میں سمجھا کہ اب حکم "فَاسْجُدُوْا" کا ہے۔ میں سجدہ کرنے لگا۔ پھر حضرت علیم اللہ ابدالؒ نے مجھے سات مرتبہ آواز دی۔ تو میں سمجھا کہ یہ آواز "کُنْ" کی ہے۔ پھر حضرت علیم اللہ ابدال نے مجھ کو سات مرتبہ آواز دی۔ تب میں سمجھا کہ یہ آوازِ "وُجُوب" ہے۔ پھر حضرت علیم اللہ ابدال نے مجھ کو سات مرتبہ آواز دی۔ اُس وقت میں سمجھا کہ اب میں عالمِ ارواح سے "بَرْزَخِ صُغْرٰی" میں آیا ہوں۔ پھر حضرت علیم ابدال نے مجھ کو سات مرتبہ آواز دی۔ تو میں یہ سمجھا کہ عدم سے وجود میں ابھی آیا ہوں۔ پھر حضرت علیم اللہ ابدال نے مجھ کو سات مرتبہ آواز دی۔ اُس وقت میں سمجھا کہ کوئی کسی کو پکارتا ہے۔ پھر حضرت علیم اللہ ابدال نے مجھ کو سات مرتبہ آواز دی۔ تو میں سمجھا کہ کوئی

شمس الدین یہاں ہے جسے کوئی پکارتا ہے۔ پھر علیم اللہ ابدال نے مجھے سات مرتبہ آواز دی۔ تو میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اور آواز دی کہ تو کون ہے اور کس شمس الدین کو پکارتا ہے۔ اور تیرا کیا مقصد ہے؟

حضرت علیم اللہ ابدال متحیّر ہوکر حضرت پادشاہِ دوجہاں جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سُلطانُ الاولیاء کلیریؒ کی بارگاہِ عرش پناہ میں حاضر ہوئے۔ اور تمام حالات حضور سے عرض کیے۔ تب حضور مخدوم پاک سُلطانُ الاولیاء کلیریؒ نے فرمایا کہ آپ قبر میں جاکر حضرت خواجہ شمس الدین صاحبؒ سے یوں کہو۔

"صابر کے شمسِ اَرضی کو بحکم صابر بلاتا ہوں"۔

حضرت علیم اللہ ابدال قبر میں تشریف لے گئے اور انہیں الفاظ کے ساتھ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب کو آواز دی۔ جب خواجہ شمس الدین صاحبؒ نے یہ آواز سُنی تو فوراً حبسِ کبیر سے باہر تشریف لے آئے اور حضور مخدوم پاک کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ (حقیقت گلزار صابری)

نفی و اثباتِ ذات بحکم مخدوم صابر پاک

حضرت خواجہ شمس الدین صاحب تُرک پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیر مُرشد ہادیٔ برحق حضرت پادشاہِ دوجہاں جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سُلطانُ الاولیاء کلیریؒ کی خدمت اقدس میں بیس برس تک رہا ہوں، اس عرصہ سے چوّن ہزار مرتبہ بحکم مخدوم پاک میری نفی ہوئی اور چوّن ہزار مرتبہ میرا اثبات ہُوا۔ (حقیقت گلزار صابری)

باخبر حضرات پر یہ بات واضح ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب

شمس الارضؒ حضور مخدوم پاک ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیریؒ کے واحد اور لاثانی خلیفہ ہیں۔ اور آپ ہی ذات گرامی کے واسطہ سے روئے زمین پر صابری سلسلہ کی اشاعت ہوئی ہے اور آپ ہی کے وجود پر جود کی برکت سے دُنیا کے کونے کونے میں صابری سلسلہ کے پیروکار اور حلقہ بگوش پھیلے ہوئے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شمس الارضؒ کے مریدین اور خلفا میں ایسے بڑے بڑے جلیل القدر علماء خطباء اور ایسے عظیم المرتبت مشائخ اور صوفیاء شامل ہیں جنہیں حضور مخدوم ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیریؒ اور حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شمس الارضؒ کے کل و جزئی تمام احوال و کیفیات کا پوری طرح علم ہے۔

حضور مخدوم پاک حضرت خواجہ علاءالدین علی احمد صابر صاحب ختم اللہ الارواح سلطان اولیاء کلیریؒ نے پورے نو سال تک اور حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شمس الارض ترک پانی پتیؒ نے پورے چھ سال تک جس سکر و محویت اور جس حال و کیفیت میں گذارے ہیں وہ تمام ان کے سامنے ہیں۔

"یہ ایک رازِ الٰہی ہے جسے ہر کس و ناکس نہیں پا سکتا"۔

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات

تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

(ترجمہ) حیات خود کعبہ و بت خانہ میں جا جا کر برسوں تک آہ و بکا اور گریہ و زاری کرتی رہتی ہے تاکہ بزمِ عشق سے کوئی راز اور بھید جاننے والا پیدا ہو جائے۔

بارہ موتی

ملفوظات حضرت پادشاہ دوجہاں جناب مخدوم سیّد علاءالدّین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیرؒی۔

اللہ تبارک تعالےٰ فرماتے ہیں

(۱) اے فرزندِ آدم! روزی کا غم نہ کھا۔ جب تک کہ میرا خزانہ بھرا ہوا ہے۔ یاد رکھ کہ میرا خزانہ کبھی بھی خالی نہ ہوگا۔

(۲) اے فرزند آدم! سوائے میرے کسی سے محبّت مت کر۔ اور کسی سے مت مانگ جب تک کہ تو مجھے پائے۔ اور تو مجھے ہمیشہ موجود پائیگا۔

(۳) اے فرزند آدم! میں نے سب چیزیں تیرے لئے بنائی ہیں، اور تجھ کو اپنے لئے۔ پس تو اپنے آپ کو کسی دوسرے دروازہ پر ذلیل مت کر۔

(۴) اے فرزندِ آدم! جس طرح میں تجھ سے کل کا عمل نہیں مانگتا۔ اسی طرح تو بھی مجھ سے کل کی روزی مت مانگ۔ توکّل پر عمل پیرا ہو۔ سب کچھ تجھے ملیگا۔

(۵) اے فرزند آدم! جس طرح میں سات آسمان، عرش، کرسی اور سات زمینوں کے پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہُوا۔ اسی طرح تجھے پیدا کرنے اور روزی عطا کرنے پر عاجز نہیں ہوں گا۔ بیشک تجھے روزی پہنچاؤنگا۔

(۶) اے فرزندِ آدم! جس طرح میں تیری روزی نہیں کھوتا، اسی طرح تو بھی

میری عبادت نہ چھوڑ۔ اور میرے حکم کے خلاف مت کر۔

(۷) اے فرزند آدم جس طرح میں نے تیری قسمت میں لکھ دیا ہے، اسی پر راضی رہ، اور نفس امارہ کی خواہشوں کو دل میں مت لا۔

(۸) اے فرزندِ آدم! میں تیرا دوست ہوں اور تو بھی میرا دوست بنا رہ۔ اور میری محبت اور عشق سے کبھی خالی نہ ہو۔

(۹) اے فرزند آدم! میرے غصّہ سے بے خوف مت ہو۔ جب تک کہ تو پُل صراط سے گذر نہ جائے۔ اور جنّت میں داخل نہ ہو جائے۔

(۱۰) اے ابنِ آدم! تو مجھ پر اپنے نفس کی مصلحت کے باعث غصّہ ہوتا ہے، لیکن اپنے نفس پر میری رضامندی کے لئے غصّہ نہیں ہوتا۔

(۱۱) اے ابنِ آدم! ظالم بادشاہ اور امیر کبیر سے مت ڈر۔ جب تک کہ میری سلطنت قائم ہے۔ اور میری سلطنت ہمیشہ کے لئے ہے، اسے کوئی زوال نہیں۔

(۱۲) اے فرزند آدم! اگر تو میری تقسیم رزق پر راضی ہو جائے تو تو اپنے آپ کو میرے عذاب سے چھڑا لے گا۔ اور اگر تو اس پر راضی نہیں تو تو اپنے آپ کو خواہ جانوروں کی طرح جنگل میں دوڑائے قسم ہے مجھے اپنی عزّت کی کہ کچھ حاصل نہ ہو گا۔ مگر اسی قدر رزق جو میں نے روزِ ازل سے ہی تیرے مقسوم میں لکھ دیا ہے۔

حقّ حقّ حقّ

مُروّجہ سماع اور اُس کا مفصّل بیان

حضور قُطبُ الاقطاب حضرت خواجہ قُطبُ الدین صاحب بختیار کاکی اوشی اولسین الارواح اور حضور پُر نور حضرت مشکل کشا بندگی شاہ عبدالقدّوس صاحب گنگوہی قطبِ عالم کے مقامات عالیہ اور کیفیات نادرہ کے تذکرہ میں گذشتہ صفحات میں "وجد و سُکر اور محویت" کے تحت ضمناً سماع کا ذکر بھی کسی قدر ہوا ہے۔ تاہم یہ مسئلہ چونکہ تمام سلاسل کے مشائخ عظام بالخصوص حضرات خواجگانِ چشت اہلِ بہشت کے ہاں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اور ان کے مشاغل میں بطور ایک ضروری اور لازمی حصّہ کے داخل ہے۔ اِس لیئے اس اہم مسئلہ کو صفحات ذیل میں پوری شرح وبسط اور کافی تفصیل وتوضیح سے زیبِ قرطاس کیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کتاب "انوار صابری" اس اہم مضمون کو بنظرِ تحقیق اور پوری توجہ سے مطالعہ کریں۔ اور اس مسئلہ کی حقیقت کو معلوم کرنے کی کوشش کریں، اور اس کے مفید نتائج کے پیش نظر اسے اپنے لیئے مشعلِ راہ بنائیں۔ وَ اللہُ المُوَفِّقُ وَالمُعِین۔

سماع ایک فطری امر ہے

حُسنِ صوت اور خوش گلوئی قدرتِ کاملہ کے انعامات سے ایک بہت بڑا عطیہ ہے۔ خوش الحانی اور خوش آوازی سے لطف اندوزی اور اس سے سُرور و انبساط کا احساس و وجدان نہ صرف انسان بلکہ حیوان، درند

و پرند اور کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں، قدرت کی طرف سے ودلیعت کیا گیا ہے اور مذکورہ ذیل آیہ کریمہ اس پر شاہد عدل ہے۔

یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ط — اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ باربار تسبیح کرو۔ اور پرندوں کو بھی حکم دیا۔ (پ ۲۲)

حضرت داؤد علیہ السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت سے نوازا خوش الحانی کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا اور جنکے گلے کو اس نے مزامیر بنایا۔ جب اسمار الٰہی کی تلاوت فرماتے تو آپ کی آواز سن کر پہاڑ بھی نرم ہوکر بہ جاتے۔ چرند و پرند آپ کی صدائے دلکش سننے کے لئے پہاڑوں سے نکل کر جمع ہوجاتے۔ چلتے پانی ٹھہر جاتے۔ اڑتے ہوئے پرند زمین پر گر پڑتے۔ اور جب حضرت داؤد علیہ السلام اس مقام سے واپس لوٹتے تو کئی انسان اور حیوان اور طیور فرط انبساط اور لذت سماع سے مرچکے ہوتے۔ (کشف المحجوب اردو ص۴۴۷)

اور یہ حقیقت ہے کہ جس شخص کو خوش آوازی اور حسن صوت اچھے نہیں لگتے، تو وہ جھوٹ بولتا ہے یا اس میں حِس نہیں ہے۔ اور آدمیوں اور چوپاؤں کے تمام طبقوں سے باہر ہے۔ اس لئے کہ سماع کا ذوق شوق تمام بنی آدم میں رکھا گیا ہے اور سماع کی مثال آفتاب عالمتاب کی طرح ہے، وہ تمام عالم کو روشنی دیتا ہے۔ مگر ہر چیز پر اسکی روشنی اور حرارت کا اثر اس چیز کے مرتبہ کے مطابق پڑتا ہے۔ سورج اپنی روشنی اور حرارت سے کسی چیز کو جلا بخشتا ہے اور کسی کو روشن کردیتا ہے۔ کسی کو پگھلا دیتا ہے اور کسی کو جلا کر راکھ کردیتا ہے اور کسی پر اس کی عجیب غریب نوازشات ہوتی ہیں۔

اہلِ جنّت کے لئے سماع

جنت میں اہل بہشت کیلئے سماع ہوگا اسکی کیفیت یہ ہوگی کہ جنت کے مختلف درختوں سے رنگارنگ اور طرح طرح کی آوازیں نکلیں گی اور حکم الٰہی سے جب انہیں

ملایا جائیگا اور ترتیب دیا جائیگا تو انسانی طبائع میں اس سے ایک عجیب لذت پیدا ہوگی جس سے وہ خوب لطف اندوز ہونگے۔ (کشف المحجوب اردو ۲۶)

خوش الحانی سے پڑھنے کا حکم

حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے :-

زَیِّنُوْا اَصْوَاتَکُمْ بِالْقُرْاٰنِ — اپنی آوازوں کو قرآن مجید پڑھنے میں سنوارو۔

اور خوش الحانی کو سننے کا جواز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں ہے :-

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّسْمَعَ صَوْتَ دَاؤُدَ فَلْیَسْمَعْ صَوْتَ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیْ (کشف المحجوب اردو ۲۶)

جو شخص چاہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز سنے تو اُسے چاہیئے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز سنے۔

اشعار کا سماع اور اس کا جواز

اشعار کہنا اور اشعار سننا مباح، درست اور جائز ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اشعار کہے ہیں، اور لکھے بھی ہیں۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم سے اشعار کے متعلق سوال کیا گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شعر بھی ایک کلام ہے، جو اُن سے اچھا ہے تو وہ اچھا ہے اور جو ان سے بُرا ہے تو وہ بُرا ہے۔ چنانچہ موعظمت، حکمت آیات قرآنی سے استدلال اور شواہد قدرت پر نظر اور غور و فکر اور اس طرح کے مضامین جس طرح نثر میں ان کا سننا درست اور جائز ہے اسی طرح اُن کا نظم میں سننا بھی جائز اور درست ہے، جیسا کہ حضور علیہ السلام سے مروی ہے :-

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا۔

بیشک شعر میں حکمت اور دانائی ہے اور حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے جہاں وہ اسے پائے تو اس کا زیادہ حق دار ہے

حضرت عمرو بن شرید سے روایت ہے :۔

قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا۔ فَقَالَ ھَلْ مَعَکَ مِنْ شِعْرِ اُمَیَّۃَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ شَیْءٌ قُلْتُ نَعَمْ۔ قَالَ ھِیْہِ فَاَنْشَدْتُّہٗ بَیْتًا۔ فَقَالَ ھِیْہِ ثُمَّ اَنْشَدْتُّہٗ بَیْتًا۔ فَقَالَ ھِیْہِ حَتّٰی اَنْشَدْتُّہٗ مِاۤءَۃَ بَیْتٍ ۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص۴۰۹)

حضرت عمرو بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے سوار تھا تو اس دوران حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تجھے اُمیّہ بن ابی الصلت کے کچھ اشعار یاد ہیں، میں نے عرض کیا کہ ہاں، حضور علیہ السّلام نے فرمایا سناؤ، میں نے ایک شعر سنایا، پھر فرمایا کچھ اور سناؤ، میں نے پھر ایک شعر سنایا۔ پھر فرمایا اور سناؤ، تب میں نے ایک سو شعر حضور علیہ السّلام کو سنائے۔

مساجد میں بلند آواز سے اشعار کا پڑھنا اور ان کا سننا جائز اور مسنون ہے

سماع میں اشعار بالعموم عمدہ لہجہ حُسن صوت اور ترنّم سے پڑھے جاتے ہیں اور اسی طرح اشعار کا بلند آواز سے مساجد میں پڑھنا۔ اور بر سرِ منبر عوام کو سنانا بلاشبہ جائز اور ثابت ہے۔ جیساکہ صحیح بخاری شریف سے بروایت حضرت عائشہ رض حضرت حسّانؓ بن ثابت کا مسجد نبوی میں بر سرِ منبر بلند آواز سے

اشعار کا پڑھنا ثابت ہے اور نہ صرف اشعار کا پڑھنا ثابت ہے بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لئے اہتمام فرمانا حضرت حسانؓ کے لئے خصوصی دعائیں فرمانا اور مدّاحِ رسول کو برسرِ منبر بٹھا کر خود فرش پر رونق افروز ہونا ثابت ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ يُنَافِحُ وَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص۴۱۰)

حضرت عائشہؓ نے کہا کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حسّان کے لئے مسجد نبوی میں منبر شریف رکھا کرتے۔ جس پر حضرت حسانؓ بیٹھتے اور حضور علیہ السلام کی عظمت و رفعت اور آپ کے عالی مناصب کو بیان فرماتے اور کفار کے طعن و تشنیع کی تردید کرتے۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک حضرت حسان حضور علیہ السلام کی مدح وثنا اور کفار کے جوابات دیتے رہتے ہیں اس وقت تک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد فرماتا رہتا ہے۔

الغرض سماع میں ایک عجیب تاثیر ہے اور اس میں ایسی دلکشی اور ایسی جاذبیّت ہے کہ سامعین کو اپنی طرف مائل اور متوجہ کرنے میں وہ سحر کا کام کرتا ہے سماع دراصل ایک سفیر ہے خدائے پاک کی طرف سے۔ وہ ایلچی ہے حق تعالیٰ کی طرف سے وہ فتوحات کا مورد ہے۔ وہ عالم ابدان کی دوا اور عالم ارواح کی غذا ہے، وہ آفتاب تاباں اور درخشندہ برق ہے۔ ارواح

کا سماع آبدان کے سماع کے ساتھ بساطِ قربِ حق تعالیٰ سے متعلق ہے جس سے بارگاہِ قدس میں حضوری ہوتی ہے۔

سماع امر محمود ہے

ملاحظہ ہو ارشادِ ربانی :-

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (پ ۲۳)

سو آپ خوشخبری سنا دیجئے میرے اُن بندوں کو جو کلام کان لگا کر سنتے ہیں، پھر اسکی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں، یہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں۔

اس آیت میں اللہ کریم نے اپنے اُن بندوں کی تعریف فرمائی ہے جو کلام کو توجّہ سے سنتے ہیں اور جو اس سے عُمدہ قول ہوتا ہے اسکی اتباع کرتے ہیں۔ یہ قولِ حق کا سماع ہے۔ خواہ کلام رّبانی ہو یا حدیث نبوی، اور خواہ حکایات صالحین ہوں یا اقوال مقرّبین۔ اور یہ کلام نظم میں ہو یا نثر میں، ان سب کا سماع محمود اور مسنون ہے۔ اور غیرِ حق کا سماع بہر صورت مردود اور ممنوع ہے۔

کیا سماع کا وجود یا رواج یا کسی طرح کا ثبوت عہد نبوی میں تھا؟

ان چند تمہیدی سطور کے لکھنے کے بعد قارئین کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے کہ وہ غور کریں کہ آیا خیرُ القرون اور عہد مبارک حضور پُر نور حضرت سیّد الرّسل امام الانبیاء مختار من اللہ حضرت محمد مصطفیٰ

احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں سماع کا کچھ وجود تھا یا نہیں۔ اور اگر سماع کا کچھ وجود تھا تو کس رنگ میں تھا۔ آیا سماع کے دوران اس عہد مبارک کے آلاتِ سماع ساز وغیرہ استعمال کئے جاتے تھے یا نہیں، اور اس بات پر بھی اچھی طرح غور فرمادیں کہ ہماری مذہبی اور معتبر دینی کتب میں اس کا ذکر کہیں ہے یا نہیں،

چونکہ یہ ایک دینی اور مذہبی مسئلہ ہے اس لئے اس اہم مسئلہ کی طرف پوری طرح توجہ دینی چاہیئے۔ اور ناظرین کرام کو معلوم کرنا چاہیئے کہ عہد حاضر میں جس طرح حضرات مشائخ عظام کے ہاں سماع ہوتا ہے، آیا اسکا کچھ نمونہ اس عہد مبارک میں تھا یا نہیں۔ اور اگر اس کا وجود یا ثبوت معتبر کتب حدیث شریف سے مل جائے تو پھر اس سے انکار کرنا یا اس پر اعتراض کرنا کسی طرح روا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ انکار حکم الٰہی کا انکار ہوگا۔ اس لئے کہ تمام اُمت کو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم فرمایا گیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنّت کو اپنانا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ طریقہ پر عمل کرنا موجب ہزار حسنات و برکات ہے۔

اس سے پیشتر کہ ذیل میں مسئلہ سماع کا مفصّل بیان جو کتب حدیث شریف کی مستند معتبر اور صحیح روایات میں ملتا ہے درج کیا جائے ناظرین کی توجہ لفظ "سنّت" کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے۔

روایت صحیح کی تین اقسام

سنّت کسے کہتے ہیں؟

(۱) ہر وہ قول اور ہر وہ بات سنّت ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی ہو جیسے کوئی صحابی کہے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے، آپ نے یوں فرمایا ہے۔

(۲) ہر وہ کام اور ہر وہ فعل سنّت ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود کیا ہو جیسے صحابی کہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کیا۔

(۳) ہر وہ کام اور ہر وہ عمل سنّت ہے جو کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکو نہ روکا ہو یا ایسا کرنے والے کو منع نہ کیا ہو۔

مذکورہ تینوں طرح سے جو روایت با حدیث معتبر کتابوں میں ملتی ہے اسے "حدیث مرفوع" کہا جاتا ہے اور "حدیث مرفوع" باتفاق تمام محدّثین معتبر قابلِ سند اور حجّت ہوا کرتی ہے۔ اور جو جو امور اس سے ثابت ہوں اُن کی اتباع اور ان پر عمل اُمّت کے لئے باعث خیر و برکت ہوا کرتا ہے۔ (کتبِ اصولِ حدیث میں ان کا بیان مفصّل مذکور ہے)۔

ان تینوں اقسام کی روایات کے نام کتب حدیث میں حدیث قولی، حدیث فعلی اور حدیث تقریری مذکور ہیں۔

اس اہم مضمون کی تائید، تقویت اور اسکو آراستہ و پیراستہ کرنے کے لئے ذیل میں وہ روایات زیب قرطاس کی جاتی ہیں جو تمام محدّثین کے نزدیک معتبر اور صحیح ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو لونڈیوں نے مزامیر بجا کر گایا۔ آپ نے انکو منع نہ کیا

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رضی قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ — حضرت عائشہ رض سے روایت ہے فرمایا کہ

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ تُغَنِّیَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ فَاضْطَجَعَ عَلَی الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْھَہٗ وَدَخَلَ اَبُوْبَکْرٍؓ فَانْتَھَرَنِیْ وَقَالَ مِزْمَارَۃُ الشَّیْطٰنِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْھُمَا الخ

(بخاری شریف کتاب العیدین ص ۱۳۰ جلد اوّل)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس اس وقت دونوں لونڈیاں جنگ بُعاث کے متعلق اشعار گا رہی تھیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بستر پر لیٹ گئے اور ان کی طرف سے روئے انور پھیر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ میرے پاس آئے تو مجھے جھڑکا اور کہا کہ حضور علیہ السلام کے پاس شیطان کے مزامیر؟ پس حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکرؓ! ان کو چھوڑ دو۔ انہیں کچھ نہ کہو۔ یہ روایت صحیح بخاری شریف میں موجود ہے۔

عید کے روز دو لونڈیوں نے دف بجائی، گانا گایا اور حضور علیہ السلام نے گانا سنا اور انہیں منع نہ کیا۔ بلکہ اسکی اجازت دی

(۲) عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ اِنَّ اَبَابَکْرٍؓ دَخَلَ عَلَیْھَا وَعِنْدَھَا جَارِیَتَانِ فِیْ اَیَّامِ مِنٰی تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ تُغَنِّیَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ یَوْمَ بُعَاثٍ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللہُ

حضرت ام المؤمنین عائشہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت موسم حج میں میرے پاس دو لونڈیاں دف بجا رہی تھیں، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَهٰذَا عِيْدُنَا۔

(رواہ البخاری ومسلم کتاب العیدین بخاری جلد اول ص۱۳۱، مشکوٰۃ شریف باب صلوٰۃ العیدین ص۱۲۶)

دونوں وہ اشعار گا رہی تھیں جو کہ انصار نے جنگ بعاث کے وقت کہے تھے۔ اور اس وقت حضور علیہ السلام چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں کو جھڑکا۔ تب حضور علیہ السلام نے اپنے چہرۂ مبارک سے چادر کو ہٹایا اور فرمایا: "اے ابوبکرؓ! انہیں چھوڑ دے کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں"۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اے ابوبکرؓ ہر قوم کے لئے عید ہوا کرتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

اسے روایت کیا ہے بخاری، مسلم اور مشکوٰۃ نے۔

عید کے روز دو لونڈیوں نے مزامیر کے ساتھ اشعار گائے حضور علیہ السلام نے سنے اور ایسا کرنے کی اجازت دی

(۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْاَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَبِمَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ فِيْ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ داخل ہوئے جب کہ انصار کی لونڈیوں سے دو لونڈیاں میرے پاس وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث کے موقع پر ایک دوسرے کو سنائے تھے اور فرمایا کہ وہ دونوں گانے والیاں

بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلے اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذَالِکَ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا بَکْرٍ اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَھٰذَا عِیْدُنَا۔

(بخاری شریف جلد اوّل کتاب العیدین صہ ۱۳۱، ابن ماجہ شریف باب الغناء والدف صہ ۱۳۸)

نہ تھیں پس حضرت ابوبکرؓ نے کہا ۔۔۔۔۔۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھر میں یہ شیطانی مزامیر کے ساتھ گانا۔ اور یہ عید کا دن تھا۔ تب حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ! ہر قوم کے لئے عید ہوا کرتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

اسے روایت کیا ہے صحیح بخاریؒ ابن ماجہ نے۔

مذکورہ تینوں روایات صحیح معتبر اور مستند ہیں اور ان تینوں روایات کو صحاح ستہ سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابن ماجہ اور صاحب مشکوٰۃ نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے۔

ان تینوں روایات میں مندرجہ الفاظ خصوصیت سے قابل غور ہیں۔

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
غِنَاءُ	گانا	جَوَارِیْ	لونڈیاں	تَضْرِبَانِ	دف بجاتی ہیں
تُغَنِّیَانِ	گاتی ہیں	تُدَفِّفَانِ	دف بجاتی ہیں	مِزْمَارُ	بنسری
مزامیر	کئی طرح کی بنسریاں	دَعْھُمَا	انہیں چھوڑ دو	کَشَفَ	منہ سے کپڑا اٹھایا

یہ تینوں روایات حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں جن میں ایک اہم واقعہ کو بیان کیا گیا ہے جس سے کئی ایک دینی مسائل استنباط ہو رہے ہیں۔

لفظِ غِنَاءُ عربی زبان میں گانے کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور دف اور مزامیر اس عہد کے آلات یعنی گانے کے ساز تھے۔ اور اس وقت کے بہترین

ساز بھی تھے۔

ان تینوں روایات میں "یومِ بُعاث" کا ذکر ہے بُعاث ایک قلعہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے قریباً دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس مقام پر عہد اسلامی سے کافی عرصہ پہلے قبیلہ اَوس اور قبیلہ خزرج کے مابین عظیم جنگ ہوئی تھی جو کہ ان دونوں قبائل میں قریباً ایک سو بیس سال تک جاری رہی۔ حضور پُرنور حضرت رحمۃ للعلمین صلے اللہ علیہ وسلّم کے مدینہ طیبہ میں قدوم میمنت لزوم سے اللہ کریم نے ہر دو قبائل کو اسلام قبول کرنے اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہونے کا شرف بخشا جس سے دونوں انصار قبیلوں میں اُخوّتِ اسلامی نے اپنا رنگ دکھایا اور دونوں ایک دوسرے کے لئے جانثار اور شیروشکر ہو گئے۔

اس جنگِ عظیم کے دوران انہوں نے جو جو اشعار اپنی اپنی شجاعت اور بہادری کے اظہار کے لئے ایک دوسرے کے بالمقابل کہے تھے وہی اشعار یہ انصار لونڈیاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلّم کے گھر میں مزامیر بجاکر گا رہی تھیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم خود تشریف فرما تھے۔ اور یہ گانا سُن رہے تھے۔

دریں اثنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ تشریف لائے۔ ان لونڈیوں کو مزامیر کے ساتھ گاتے دیکھ کر فرمایا کہ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں مزامیر کے ساتھ گاتی ہو، آپ نے جھڑکا اور ان کو منع فرمایا۔

لیکن اُس سیدّ الرسل مختار من اللہ حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اے ابوبکر رضؓ اُنہیں چھوڑ دو منع نہ کرو، اور اُنہیں اپنا کام کرنے دو۔

قارئین کرام افراط اور تفریط سے اپنے ذہن کو خالی کر کے غور فرماویں کہ ان روایات کے پیشِ نظر ان گانے والیوں کو گانے کی اجازت حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم

کی طرف سے ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔

اس محفل پاک میں یقیناً گانا تھا۔ اور گانا بھی آلات یعنی ساز مزامیر وغیرہ کے ساتھ، منع کرنے والے سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس فعل سے منع کرنے والے اور ان کے اس فعل پر تنقید کرنے والے کون ہیں، اور یہ بھی توجہ فرمادیں کہ صاحب امر کون ہیں، اور صاحب امر تو من جانب اللہ ایک ہی ہوا کرتے ہیں، اور وہ حضور شفیع المذنبین سیّد الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

لہذا ہر معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی حرف آخر ہو گا۔

ان تینوں روایات سے مندرجہ ذیل حقائق کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

(۱) امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے لونڈیوں سے گانا سنا۔

(۲) اس گانے میں دف بجائی گئی تھی۔

(۳) اس گانے میں مزامیر کا بھی استعمال ہوا ہے۔

(۴) جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر تشریف لائے تو یہ لونڈیاں گانا گارہی تھیں۔

(۵) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آرام گاہ پر فروکش ہونے کے بعد گانا سنا اور منع نہ فرمایا۔

(۶) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لونڈیوں کو گانے سے روکا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اجازت دے دی۔

(۷) عید کے روز اظہار مسرت کے لئے گانا ثابت من السنّت ہے۔

حضور علیہ السلام کے پاس انصار لونڈیوں نے دف بجا کر اشعار پڑھے حضور علیہ السلام نے اسکی اجازت فرمائی اور اشعار سنے

(۴) عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفرا نے کہا کہ

عفراء قالت جاء النبي صلى الله
عليه وسلم فدخل حين بُنِيَ
عليّ فجلس على فراشي كمجلسك
مني فجعلت جويريات لنا
يضربن بالدف ويندبن من
قتل من آبائي يوم بدر إذ قالت
إحداهن وفينا نبي يعلم ما
في غد فقال دعي هذه وقولي
بالذي كنت تقولين

(رواہ البخاری)

(رواہ ابوداؤد جلد دوم ص ۶۷۳
مشکوٰۃ باب اعلان النکاح ص ۲۷۱)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے جب کہ میری نئی نئی رخصتی ہوئی
تھی۔ تو میرے پاس ایسے ہی بیٹھ گئے
جیسا کہ تو بیٹھا ہوا ہے۔ تب ہماری کچھ
لونڈیوں نے دف بجانا شروع کر دی
اور میرے آباء واجداد سے جو لوگ
غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے، اُن کا
نوحہ شروع کر دیا۔ پھر ان سے ایک نے
کہا کہ "ہم میں ایسے نبی ہیں، جو کہ کل کو
ہونے والی بات کو جانتے ہیں"۔ یہ الفاظ
سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ
کلمات کہنا چھوڑ دے۔ اور وہی بات کہہ
جو تو پہلے کہہ رہی تھی۔

اسے بخاری، ابوداؤد اور مشکوٰۃ نے
روایت کیا۔

قارئین کرام نوٹ فرمائیں کہ ان انصار لونڈیوں نے دف بجانا اور اشعار
پڑھنا اس وقت شروع کیا جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموشی کے ساتھ وہ اشعار جو کہے جا رہے تھے۔
اور جن کے ساتھ ساتھ دف بجائی جا رہی تھی سنتے رہے۔ یہاں تک کہ ان سے
ایک لونڈی نے یہ الفاظ کہنے شروع کئے "وفینا نبی یعلم ما فی غد"۔
چونکہ یہ الفاظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پسند نہیں تھے، اس لئے حکم فرمایا

کہ اے اشعار کہنے والی تو ان الفاظ کو کہنا چھوڑ دے اور وہی اشعار کہتی جا جو تو پہلے کہہ رہی تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے اشعار کا بلند آواز سے اور دف بجا کر پڑھنا اور پڑھنے کی اجازت اس روایت سے واضح ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے یہ الفاظ "قُولِی بِالَّذِی کُنْتِ تَقُولِیْنَ" (تو ایسے ہی کہتی جا جیسے کہ تو پہلے کہہ رہی تھی) اس امر کی واضح دلیل اور بیّن ثبوت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشی عورت نے دف بجائی گانا گایا حضور علیہ السلام نے اسکی اجازت دی اور سماعت فرمایا

(۵)۔ عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ مَغَازِیْہِ۔ فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَتْ جَارِیَۃٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ کُنْتُ نَذَرْتُ اِنْ رَدَّکَ اللّٰہُ صَالِحًا اَنْ اَضْرِبَ بَیْنَ یَدَیْکَ بِالدُّفِّ وَاَتَغَنّٰی، فَقَالَ لَہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ کُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِیْ وَاِلَّا فَلَا۔ فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ۔ الخ

(رواہ الترمذی باب مناقب عمر رض جلد دوم ص۲۱۱ مشکوٰۃ شریف باب

حضرت بریدہ رض سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کسی جنگ کے موقعہ پر باہر تشریف لے گئے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ رنگ کی لونڈی آئی اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں نے اسبات کی نذر مانی ہوئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت جنگ سے لوٹائیں گے تو میں آپکے سامنے دف بجاؤں گی اور گانا گاؤنگی۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے فرمایا۔ "اگر تو نے نذر مانی ہوئی ہے تو دف بجا۔ ورنہ نہیں"۔ پس اس عورت نے دف بجانا شروع کر دیا الخ

روایت کیا اسکو ترمذی۔ اور مشکوٰۃ نے۔ مناقب عمرؓ ص۵۵۸)

(۲) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى رَأْسِكَ بِالدُّفِّ قَالَ أَوْفِي بِنَذْرِكِ (رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ باب فی النذور ص۲۹۸)

حضرت عمرو بن شعیبؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میں نے اسبات کی نذر مانی ہے کہ میں آپ کے سر مبارک کے پاس دُف بجاؤں گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ تو اپنی نذر پوری کرلے۔

اسے ابوداؤد اور مشکوٰۃ نے روایت کیا ہے۔

اِن ہر دو روایات میں نذر کو پورا کرنے کا حکم بیان فرمایا گیا ہے اور اِس حکم کے جاری کرنے والے خود سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پہلی روایت میں ہے کہ ایک حبشی لونڈی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اسبات کی نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے لطف و کرم سے اس غزوہ سے بخیر و عافیت واپس لوٹائیں گے تو میں اِس خوشی میں دف بجاؤنگی اور گانا بھی گاؤنگی۔ حضور علیہ السلام نے اس حبشیہ کا یہ بیان سنکر فرمایا کہ تو اپنی نذر پوری کر۔ اس بنا پر اُس نے گانا گایا۔ دُف بجائی۔

دوسری روایت میں ذکر ہے کہ ایک عورت نے نذر مانی کہ وہ حضور علیہ السلام کے پاس دف بجائے گی اسے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تو اپنی نذر پوری کر۔

ناظرین غور فرمادیں کہ کتبِ حدیث شریف اور کتبِ فقہ شریف میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ نذر ماننا صرف ایسے امور کے متعلق جائز اور درست

ہوتا ہے جو از روئے شرع شریف جائز اور درست ہوں۔ غلط کام یا غلط فعل کے لئے نذر ماننا بھی گناہ اور ناجائز ہے اور ایسی نذر کا پورا کرنے والا بھی مجرم اور خطاکار ہوتا ہے۔ اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ یہ نذر ٹھیک ہے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بخیریت واپس تشریف لانے کی خوشی میں گانا جائز اور موجب اجر و ثواب ہے اور اگر یہ نذر غلط ہوتی ہے تو اسکو پورا کرنے سے منع کر دیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس حبشی عورت کا گانا سننا اس روایت سے ثابت ہے۔

قارئین کرام توجہ فرماویں، پہلی روایت ہے کہ ایک حبشی لونڈی نے نذر مانی اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک جوان عورت نے نذر مانی۔ اور یہ گانا ایک جوان عورت نے گایا۔ یاد رہے کہ لفظ ا مۃ جوان عورت کے لئے بولا جاتا ہے۔ بچیوں کے لئے یہ لفظ نہیں بولا جاتا۔

الغرام اس حبشی عورت یا حبشی لونڈی کو حضور علیہ السلام نے گانے کی اجازت دی۔ اس نے گانا گایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود سماعت فرمایا۔

دُلہن کے ساتھ گانے والے کو بھیجے جانے پر اظہار پسندیدگی

(۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَّهَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ تُغَنِّيْ

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے انصار سے اپنی ایک رشتہ دار عورت کا نکاح کیا۔ حضور علیہ السلام تشریف لائے تو فرمایا کہ تم نے اس نوجوان کو رخصت کر دیا ہے

قَالَتْ لَا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ قَوْمٌ فِیْھِمْ غَزْلٌ۔ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَھَا مَنْ یَّقُوْلُ:۔
اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ فَحَیَّانَا وَحَیَّاکُمْ
(رواہ ابن ماجہ باب الغناء والدف ص۱۳۸ مشکوٰۃ باب اعلان النکاح ص۲۷۲)

انہوں نے کہا کہ ہاں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص بھیجا ہے جو کہ گانا گائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نہیں پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بیشک انصار ایسی قوم ہے جسے شعر و شاعری سے دلچسپی ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر تم اُس کے ساتھ ایسے شخص کو بھیج دیتے جو یوں کہتا۔
"ہم آئے تمہارے پاس ہم آئے تمہارے پاس، پس ہمیں مبارک ہو اور تمہیں بھی مبارک ہو۔
روایت کیا اسے ابن ماجہ اور مشکوٰۃ نے

یہ روایت کتب صحاح ستہ سے ابن ماجہ اور مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے۔

اس روایت میں یہ بات بصراحت موجود ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نو گھر والوں سے دریافت فرمایا کہ آیا تم نے دُلہن کے ساتھ کوئی گانے والی بھیجی ہے یا نہیں۔ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا کہ کوئی گانے والی عورت یا گانے والا مرد ساتھ نہیں بھیجا گیا تو فرمایا کہ تمہیں خبر ہے کہ انصار شعر و شاعری اور غزل گوئی کے دلدادہ ہیں۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا جو ساتھ جانے والا ان الفاظ سے ان لوگوں کی خوش طبعی اور اُن کے سرور کا سامان کرتا۔
"ہم آئے تمہارے پاس، ہم آئے تمہارے پاس، سو ہمیں بھی مبارک ہو

اور تم کو بھی مبارک ہو۔ ناظرین کرام سے جن جن اصحاب کو عربی زبان سے کسی قدر واقفیت ہے وہ غور فرمائیں کہ لفظ "لَوْ بُعِثْتُمْ مَعَهَا" کیا خوب کلمہ ہے اور کیسے رنگ میں استعمال ہوتا ہے یہ لفظ لَوْ۔ دل کی پسندیدہ آواز کو ظاہر کرتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے مدینہ شریف میں لونڈیوں کے دُف بجانے اُن کے گانے اور اُن کے اشعار پڑھنے کو سُنا اور اُن سے محبت کا اظہار فرمایا

(۸) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِبَعْضِ الْمَدِيْنَةِ فَاِذَا هُوَ بِجَوَارٍ يَضْرِبْنَ بِدُفِّهِنَّ وَيَتَغَنَّيْنَ وَيَقُلْنَ:-

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارٍ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّيْ لَاُحِبُّكُنَّ۔

(رواہ ابن ماجہ۔ باب الغناء والدف ص ۱۳۸)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کے ایک کوچہ میں سے گزرے۔ تو آپ نے چند لونڈیوں کو پایا، جو دف بجا رہی تھیں اور گا رہی تھیں، اور یوں کہتی تھیں۔

ہم قبیلہ نجار کی لونڈیاں ہیں ۔ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کا پڑوس کیسا بابرکت ہے۔

پس حضور علیہ السلام نے یہ سنکر فرمایا۔ اے نجار قوم کی بیٹیو! اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تم سے خوب محبت رکھتا ہوں۔

روایت کیا اسے ابن ماجہ نے۔

حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کے گلی کوچوں سے گذر رہے تھے۔ وہیں اثنا آپ نے چند لونڈیوں کی آواز سنی۔ وہ دُف بجا رہی تھیں اور گا رہی تھیں، اور اس گانے کا مضمون یہ تھا کہ ہم نجار قوم اور قبیلہ

نجّار کی بیٹیاں ہیں اور ہمیں احسانِ الٰہی سے حضرت رحمۃ للعٰلمین صلے اللہ علیہ وسلّم کا پڑوس نصیب ہوا ہے اور یہ کیسی خوش نصیبی ہے کہ حضرت پاک صلے اللہ علیہ وسلّم کا پڑوس نصیب ہو گیا ہے۔

جب ان کلمات کو حضور علیہ السّلام نے پس پردہ سُنا تو فرمایا۔

اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور وُہ جانتا ہے کہ یہ لڑکیاں جو ہمارے پڑوس کی ملّاح ہیں۔ تو میں اُن سے ضرور محبّت کرتا ہوں۔

اِس روایت میں لونڈیوں کا دف بجانا۔ اشعار گانا اور موزوں کلمات کا بلند آواز سے پڑھنا مذکور ہے۔

بوقتِ نکاح دف بجانا اور بلند آواز ضروری ہے

(۹) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبِ الْجُمَحِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدُّفُّ فِي النِّكَاحِ۔

(رواہ احمد، الترمذی۔ النسائی ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب اعلان النکاح صـ۲۷۱)

حضرت محمد بن حاطب جمحی حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ نکاح کے وقت حلال اور حرام میں فرق کرنے والی بات بلند آواز اور دف ہے۔

روایت کیا احمد نے، ترمذی نے، نسائی نے ابن ماجہ نے اور مشکوٰۃ نے۔

حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ شادی کے موقع پر بلند آواز اور دف ہی حلال اور حرام میں فرق کرنے والی امور ہیں صوت جس کا معنی آواز ہے اس سے مراد یقیناً گانا ہے کیونکہ مطلق صوت تو ہر حال میں ہوتا ہی ہے اب خاص موقع کے لحاظ سے صوت ہے اور اس حقیقت کے اظہار کے لئے دف بجانا ضروری قرار دیا

گیا ہے۔

روایت ہذا سے بلند آواز سے بوقتِ شادی گانا ضروری ٹھہرا۔

مدینہ شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشی عورت نے رقص کیا۔ حضور علیہ السلام کی معیت میں حضرت عائشہؓ نے بھی اس کا رقص دیکھا

(۱۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ صِبْيَانٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا۔ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ تَعَالَيْ۔ فَانْظُرِيْ۔ فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ لَحْيَيَّ عَلٰى مَنْكِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبِ إِلٰى رَأْسِهِ۔ فَقَالَ لِيْ، أَمَا شَبِعْتِ أَمَا شَبِعْتِ، فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ لَا لِأَنْظُرَ مَنْزِلَتِيْ عِنْدَهُ۔ الخ

(رواہ الترمذی)

(مشکوٰۃ باب مناقب عمرؓ ص۵۵۸)

حضرت عائشہؓ نے کہا کہ حضور علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ہم نے ایک شدید آواز سُنی۔ اور بچّوں کی آوازیں بھی۔ پس حضور علیہ السّلام اُٹھے تو آپ نے ایک حبشی عورت کو دیکھا جو کہ رقص کر رہی تھی۔ اور بچّے اس کے گرد جمع تھے۔ تب حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔ اے عائشہ! اِدھر آ اور دیکھ، پس میں آ گئی۔ پس میں نے اپنا مُنہ حضور علیہ السّلام کے کندھے مبارک پر رکھا اور حضور علیہ السّلام کے کندھے اور سر مبارک کے درمیان سے دیکھنے لگی۔ تب حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔ کیا تو سیر نہیں ہوئی؟ کیا تو سیر نہیں ہوئی؟ اور میں کہتی جاتی "نہیں" تاکہ میں اپنا مقام حضور علیہ السّلام کے پاس دیکھوں۔

روایت کیا اسے ترمذی اور مشکوٰۃ نے

اس روایت میں غناء یعنی گانے کا ذکر تو نہیں ہے تاہم اس روایت کے یہاں ذکر سے دو باتوں کا اظہار پیش نظر ہے، ایک تو یہ کہ اس روایت سے ایک حبشی عورت کا رقص کرنا اور وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ثابت ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ یہ عورت جوان عورت ہے۔ بچی یا نابالغہ نہیں ہے۔ رقص بوقت حالت وکیفیت جس رنگ اور جس طور پر بھی ہو ہمارے مشائخ عظام یعنی حضرات چشتیہ اہل بہشت کے ہاں محمود اور قابل ستائش ہے۔

رقص کے لئے نہ تو کوئی ضابطہ اور قانون ہے اور نہ کوئی اس کے لئے مقررہ حد اور محدود دائرہ، بلکہ سالک جس رنگ میں بھی چاہے اپنے سوز وگداز اور اپنی وجدانی کیفیت کو ظاہر کر سکتا ہے۔

اپنے مشائخ عظام دامت معالیہم کی مجالس اور ان کے اوقات میں اس احقر نے بارہا رقص کرنے والے خوش نصیب اور سعادت مند ارباب طریقت کو دیکھا ہے۔

ارباب فہم اور اصحاب علم غور فرمادیں کہ اس حبشی عورت کا رقص مدینہ طیبہ میں ہوا ہے، جسے حضور پرنور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ملاحظہ فرمایا ہے اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کو رقص دیکھنے کے لئے خود امر اور حکم فرمایا ہے اور بلایا ہے کہ آ کر رقص دیکھ لیں۔

مدینہ طیبہ میں گلشن اسلام اپنی پوری بہار اور پورے جوبن اور کمال پر تھا۔ احکام الٰہی بالعموم سب کے سب نازل ہو چکے تھے بس اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ یہ واقعہ اس مبارک عہد کا ہے۔

اَصحاب بدر نے عُرس کے موقع پر لونڈیوں سے گانا سُنا

(۱۱) عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی قَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ وَاَبِی مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ فِیْ عُرْسٍ وَاِذَا جَوَارٍ یُغَنِّیْنَ - فَقُلْتُ اَیْ صَاحِبَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلَ بَدْرٍ یُفْعَلُ هٰكَذَا عِنْدَ كُمْ - فَقَالَا اِجْلِسْ اِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا وَاِنْ شِئْتَ فَاذْهَبْ وَاَنَّهٗ قَدْ رُخِّصَ لَنَا فِی اللَّهْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ -

(رواہ النسائی)

(مشکوٰۃ باب اعلان النکاح ص۲۷۳)

حضرت عامر بن سعد نے کہا کہ میں حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری کے پاس ایک عرس (شادی) کے موقع پر گیا - تو دیکھا کہ کچھ لونڈیاں گا رہی تھیں - پس میں نے کہا کہ آپ دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہیں، اور آپ دونوں اصحاب بدر سے ہیں، پھر آپ کے سامنے یہ کیا ہو رہا ہے؟ تب اُن دونوں نے فرمایا -

"اگر تو چاہتا ہے تو ہمارے پاس بیٹھ جا اور سُن، اور اگر چاہتا ہے تو چلا جا - (اور اسبابت کی فکر نہ کر، کیونکہ) عُرس کے وقت حضور علیہ السلام کی طرف سے ہمیں لہو اور تفریح کی رخصت مل چکی ہے -

روایت کیا اسے نسائی اور مشکوٰۃ نے -

حضرت عامر بن سعدؓ نے اپنی بات کو تسلیم کرانے کے لئے خُوب استدلال کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اے قرظہ بن کعب اور اے ابو مسعود انصاری آپ دونوں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں - اور مزید برآں آپ دونوں اصحاب بدر سے ہیں یعنی ایسے سعادت مند حضرات سے ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک تھے

اور جن سے رضائے حق سبحانہ و تعالے کی مصدقہ خبر نازل ہو چکی ہے پھر آپ دونوں کے سامنے یہ گانا کیسا؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ حضرت عامر بن سعدؓ نے پورے زور اور پوری قوت سے انہیں اس فعل سے روکنے کی کوشش کی۔ مگر ان دونوں اصحابؓ بدر کی طرف سے ایک مسکت جواب دیا گیا کہ اس کام کی اجازت ہمیں حضور علیہ السلام کی طرف سے مل چکی ہے، آپ چاہیں تو بیٹھ کر یہ گانا سن لیں۔ اور اگر چاہیں تو تشریف لے جائیں۔

قابل غور دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اصحاب بدر نے گانا لونڈیوں سے سنا۔ دوسرے اس بات کا یقین دلایا کہ ان کو عرس کے موقع پر ایسا کرنے اور تفریح کرنے کی اجازت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی گئی ہے۔ پس اس کے بعد مزید کسی تبلیغ اور تفہیم کی ضرورت نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کی طرف سے اجازت کافی و وافی ہے۔

لفظ "عرس" شادی کے موقع پر بولا جاتا ہے، بزرگان دین کے عرس بھی اسی معنیٰ اور اسی مقصد کے اظہار کے لئے منائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس موقع پر قوالی یا سماع کی محفل منعقد کی جاتی ہے۔

روایات ما فی الباب پر توجہ کی ضرورت ہے

غناء اور سماع کے متعلق صفحات بالا میں گیارہ روایات پر اکتفاء کیا گیا ہے، یہ تمام روایات کتب حدیث سے صحاح ستہ سے یہاں درج کی گئی ہیں۔ قارئین کرام سے اس امر کی استدعا ہے کہ وہ اس دینی اہم مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ان روایات کو بغور پڑھیں، اور ان کی تفسیر و تشریح اپنے قابل اعتماد علماء کرام سے دریافت فرما دیں۔ اور یہ بھی دریافت کریں کہ آیا یہ روایات کتب

حدیث شریف میں ہیں یا نہیں۔ اور نیز ان روایات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل کو واقعی بیان کیا گیا ہے یا کیا؟

اور اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے افراط اور تفریط سے اپنے اذہان کو خالی کر کے پوری دلجمعی اور پوری توجہ سے سوچیں، کہ اس رحمتِ کائنات نبی برحق سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم سے واقعی یہ افعال و اقوال ثابت ہیں یا کیا؟ اور اگر ان کا ثبوت اس رحمتِ حق سے ملتا ہے تو پھر اس سے انکار کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے؟

لفظ جاریہ کی تشریح

گذشتہ صفحات میں جوازِ سماع کے ثبوت کے بارہ میں جو احادیث صحیحہ زیبِ قرطاس کی گئی ہیں، ان میں گانے والیوں کے لئے بعض جگہ لفظ جَارِیَةٌ بعض مقامات پر لفظ جَارِیَتَانِ اور بعض مواقع پر لفظ جَوَارِیْ مستعمل ہے۔

اہلِ زبان کے ہاں لفظ جَارِیَةٌ واحد مؤنث کے لئے اور لفظ جَارِیَتَانِ تثنیہ مؤنث کے لئے اور لفظ جَوَارِیْ جمع مؤنث کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بنا بریں بعض روایات سے ایک جاریہ کا گانا اور بعض روایات سے دو جاریہ کا گانا اور بعض روایات سے بہت سی جاریہ کا گانا بلا شبہ ثابت ہے۔

غور طلب یہ امر ہے کہ لفظ جَارِیَةٌ محاورۂ عرب میں جوان اور بالغہ عورت کے لئے استعمال ہوتا ہے یا نابالغ اور کمسن کے لئے؟۔ اگر یہ لفظ اہلِ زبان کے ہاں صرف نابالغہ اور کمسن بچیوں کے لئے ہی بولا جاتا

ہے تو پھر اُن کا گانا اگرچہ گناہ ہی ہے تاہم "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ" - تین طرح کے اشخاص سے قلم اٹھا دیا گیا ہے، کے تحت اِن کا یہ عمل قابلِ اعتماد، لائقِ تقلید اور وجہ جواز نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر یہ لفظ بالغہ اور جوان عورتوں کے لئے بھی محاورۂ عرب میں استعمال ہوتا ہے تو پھر یہ بات کون شخص ضمانت دے سکتا ہے کہ ان گانے والیوں میں کوئی بھی بالغہ عورت نہ تھی۔ یا کوئی بھی جوان عورت نہ تھی۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ان تمام روایات میں صرف ایک ہی واقعہ کو بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان روایات میں مختلف مقامات، مختلف اوقات اور مختلف گانے والیوں کا ذکر ہے۔ یہ گانے والیاں بالغہ بھی ہو سکتی ہیں اور نابالغہ بھی .... اور اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے کہ لفظ "جاریۃ" بالغہ عورت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے قارئین کرام کو مندرجہ ذیل روایات پر بنظرِ عمیق توجہ دینی چاہیئے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اِنَّ جَارِيَةً بِكْرًا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ باب الولی فی النکاح ص۲)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک بالغہ عورت حضور علیہ السلام کے پاس آئی اور ذکر کیا کہ اُسکے باپ نے اس کا نکاح کر دیا ہے اور وہ اس نکاح کو ناپسند کرتی ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے اُسے اختیار دے دیا۔

(۲) عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا اور

فَقَالَ اِنَّ لِیْ جَارِیَةً ھِیَ خَادِمَتُنَا وَاَنَا اَطُوْفُ عَلَیْھَا۔ وَاَکْرَہُ اَنْ تَحْمِلَ۔ فَقَالَ اِعْزِلْ عَنْھَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّہٗ سَیَاْتِیْھَا مَا قُدِّرَ لَھَا۔ فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتَاہُ۔ فَقَالَ اِنَّ الْجَارِیَةَ حَمِلَتْ۔ قَالَ قَدْ اَخْبَرْتُکَ اَنَّہٗ سَیَاْتِیْھَا مَا قُدِّرَ لَھَا۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۲۷۵)

کہا کہ میری ایک لونڈی ہے جو کہ ہماری خادمہ ہے اور میں اس سے صحبت کرتا ہوں ہاور اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے تو عزل کر لیا کر، باقی جو کچھ مقدر ہو چکا ہے وہ ہو کر رہیگا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص پھر آیا اور عرض کیا کہ وہ لونڈی حاملہ ہو گئی ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تجھے خبر دے دی تھی کہ جو کچھ اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے وہ اس کے پاس آ کر رہے گا۔

ناظرین توجہ فرمائیں کہ روایت اوّل میں لفظ جَارِیَةً کے ساتھ بِکْرًا موجود ہے جس کے معنی بلاشبہ بالغہ اور جوان عورت کے ہیں۔ اور دوسری روایت میں لفظ جَارِیَةٌ کو ایک آقا ایسی لونڈی کے لئے بول رہا ہے جو کہ جوان اور صحبت کے قابل ہے۔ بلکہ اس سے صحبت کرتا بھی ہے۔

المرام۔ لفظ جاریہ کے متعلق یہ چند سطور اُس مقام پر اس لئے درج کی گئی ہیں۔ کہ کوئی شخص ان کثیر روایات کو اس بنا پر نظر انداز نہ کرے۔ کہ یہ گانے والیاں بچیاں تھیں، یا اُن میں کوئی بھی بالغہ نہ تھی۔ اور اس حقیقت کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ لفظ جاریہ عام ہے جوان عورتوں پر بھی بولا جاتا ہے

اور بچیوں کے لئے بھی غَایَۃُ مَافِی الْبَاب۔ مذکورہ گیارہ روایات صحیح اور درست ہیں۔ اور یہ روایات بسندِ صحیح و قوی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اور ان روایات میں لفظِ غنیٰ جس کا معنیٰ گانا ہے کئی مقامات پر موجود ہے اور غنیٰ کے ساتھ آلات سماع یعنی "دف" اور "مزامیر" کا بھی ذکر ہے اور سنانے والی عورتیں ہو سکتا ہے کہ جوان ہوں یا کمسن۔ بہر حال غیر محرم کا سماع، دف کا بجانا، مزامیر کا استعمال ہونا یہ تمام امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ثابت ہیں۔

اور اس حقیقت سے کسی صاحبِ ایمان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حیات طیبہ مؤمنین کے لئے اُسوہ حسنہ ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :- جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ تم لوگوں کے لئے رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔

اور تمام اہلِ علم اور اصحابِ فہم پر یہ بات واضح ہے کہ آیۂ مذکورۂ ذیل حضور علیہ السلام ہی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے۔

یٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (پ ۲۲) اور قسم ہے قرآن حکمت والے کی بیشک آپ رسولوں سے ہیں۔ اور آپ سیدھے راہ پر ہیں۔

اِس آیت میں اِس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچّے نبی ہیں اور صراطِ مستقیم پر ہر لحظہ و ہر ساعت گامزن ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں کوئی لحظہ یا کوئی ساعت ایسی نہیں گذری جس میں آپ سے کوئی عمل یا کوئی بات یا

کوئی قول یا فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی پسند کے خلاف سرزد ہوا ہو۔
چونکہ اللہ رب العزت کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حیات طیبہ
کو صراط مستقیم پر ڈھالا گیا ہے اور امت کے لئے اسے اسوۂ حسنہ قرار دیا
گیا ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر قول، ہر فعل، ہر عمل اور آپکی
ہر پسندیدہ بات امت کے لئے اسوۂ حسنہ میں داخل ہے اور اس کی اتباع
امت کے لئے موجب نجات اور باعث اجر و ثواب ہے۔

قارئین کرام کو اس حقیقت پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ کہ جب
حضور نبی علیہ السلام کا ہر قول و ہر فعل اللہ تعالےٰ کی رضا کے عین مطابق اور احکام
خداوندی کے عین موافق ہوتا ہے تو پھر حضور علیہ السلام کے کسی قول، یا
عمل و فعل کے بارہ میں انکار یا اس کے متعلق شکوک و شبہات کا پیدا کرنا
ضعف ایمانی، کور باطنی، اور لا دینی کا ایک بیّن ثبوت ہوتا ہے اور ایسا
شخص خَسِرَ الدُّنیَا وَالآخِرۃ کا مصداق بن جاتا ہے۔ عیاذاً باللہ ؎

وائے بر عشقے کہ نارِ او فسرد　　　در حرم زائید و در بُت خانہ مرد

(ترجمہ) ایسے عشق و محبت پر ہزار افسوس جس کی آتش ٹھنڈی
پڑ گئی۔ اور اس کا حال تو ایسے ہے جیسے کوئی شخص حرم میں پیدا ہو
اور بُت خانہ میں جا مرے۔

بلاشبہ جو شخص بھی حضور سید المرسلین حبیب کبریا حضور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے کسی فعل عمل، یا آپ کی کسی پسندیدہ بات کے بارہ میں ذرہ برابر
بھی اس کے غلط یا احکام الٰہی اور رضائے حق کے خلاف ہونے کا وہم و گمان
بھی کرتا ہے تو اس کی ادنیٰ سزا یہ ہوتی ہے کہ اس کا نام مؤمنین کی فہرست سے
کاٹ دیا جاتا ہے۔

كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالىٰ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے۔

سو قسم ہے تیرے ربّ کی کہ وہ لوگ مؤمن نہیں ہونگے یہاں تک کہ آپ کو منصف نہ جانیں اُس بات پر جس پہ جھگڑا واقعہ ہو اور پھر آپ کے تصفیہ سے دلوں میں تنگی نہ پائیں، اور اُسے پورا تسلیم کریں۔

پس بہ تقاضائے "اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" ہر مؤمن پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل کی اتباع ہر حکم کی تعمیل اور آپ کے ہر پسندیدہ امر کی خلوصِ قلب سے تصدیق کرے۔ اور آپ کی تمام حیاتِ طیبہ کو اپنے لئے لائحۂ عمل بنائے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی عمل، فعل یا قول کو خلافِ حکمِ الٰہی یا خلافِ مرضیٔ اللہ جل شانہٗ ہونے کا خیال نہ کرے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی عمل یا فعل پر نکیر یا اعتراض کرنے کی جُرءت نہ کرے۔ ایسا کرنے سے حبطِ اعمال کا خدشہ ہے۔ ع

با خدا دیوانہ باش با محمدؐ ہوشیار

اِن روایاتِ صحیحہ اور روایاتِ مقدسہ کے مطالعہ کے بعد قارئین کرام کو اُن اصحابِ علم و عرفاں اور اربابِ روایت و درایت اور اُن مقتدر ہستیوں اور مقدس و محترم شخصیتوں سے تعارف کرایا جاتا ہے جو مُرّجہ سماع کے اِن ممالک میں اصل بانی اور محرّک ہیں۔

حضورِ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتی اجمیری ہندالولی غریب نواز نے سماع کو رواج دیا ہے

اہلِ علم اور تاریخ سے باخبر حضرات پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ پاک و ہند اور ان کے قرب و جوار کے تمام ممالک میں سماع کا رواج ایسے مقبولانِ بارگاہ احدیت اور ایسے محبوبانِ درگاہ صمدیت کی ذواتِ قدسیہ سے ہوا ہے جو بلا تفریق مذہب و ملت تمام نوعِ انسانی کے لئے رُشد و ہدایت کے مینار اور حق و صداقت کے معیار ہیں۔ وہ علم و عرفاں میں بے نظیر اور زہد و تقویٰ میں بے عدیل ہیں۔ وُہ اصلاحِ باطن اور تہذیبِ اخلاق کے نقیب اور تزکیۂ نفوس اور تطہیرِ ارواح کے طبیب ہیں۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے اُن کو علومِ ظاہری اور احکامِ تشریعی کے ساتھ ساتھ علومِ باطنی اور اسرارِ تکوینی سے بہرہ ور کیا ہے اور علمِ لدُنی اور اسکے معارف و رموز سے بھی اُنہیں حظِّ وافر عطا فرمایا ہے۔

اور اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کسی بھی صاحبِ علم کو انکار نہیں ہے کہ سماع کی حُرمت و اباحت اور اس کے عدمِ جواز یا جواز کے بارہ میں کوئی بھی ایسی آیۂ کریمہ یا حدیث نبوی نہیں ہے جو ان بزرگواران کی علمی وسعت سے باہر یا ان کی فقہی بصیرت سے اوجھل ہو۔

اِس لیئے متلاشیانِ حق اور طالبانِ رُشد و ہدایت کو روایات کی چھان بین اور علمی تحقیقات کے ساتھ ان اصحابِ منصب اور اربابِ ولایت کے اقوال و افعال پر پورا پورا اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اور ان کے علوم سے استفادہ

اور ان کے اعمال و افعال کو مشعلِ راہ بنانا چاہیئے۔
احکامِ ربّانی اور سُنت نبوی پر عمل کرنے کے لیئے ان کی ذوات قُدسیہ حق و صداقت کا معیار ہیں ، نہ کوئی ذی علم اُن کے علوم تک پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی محقق تحقیقات کے میدان میں اُن سے گوئے سبقت لے جا سکتا ہے۔ نہ کوئی زاہد زہد و تقوٰی میں ان کا ہمسر ہو سکتا ہے اور نہ کوئی صوفی تجرید و تفرید میں اُن کے سامنے دم مار سکتا ہے۔

عارفین کرام اور مشائخ عظام کے ہاں حضور خواجہ اجمیری ہندالولی غریب نوازؒ کا عالی مقام ؎

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان تمام ممالک میں سماع کو رواج دینے والے حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری ھندالولی ہیں جنہیں حضور سید المرسلین، شفیع المذنبین، مختار من اللہ حضور پُرنور حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عوام کی رُشد و ہدایت، اُن میں دینِ حنیف کی نشر و اشاعت اور اس کی تبلیغ کے لئے اِن ممالک میں مامور و مقرر فرمایا ہے
حضور خواجۂ اجمیریؒ
" وارثُ النبیّ فی الھند اور ہندالولی کے خطابات اور قطبُ المشائخین کے اعزازِ گرامی سے دربارِ رسالت سے مشرف ہیں ۔
" ملکُ المشائخ، سلطانُ السالکین، منہاج المتقین، قطبُ الاولیاء، شمس الفقراء، ختم المہتدین کے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں ۔

"قطب الاقطاب، حجۃ الاولیاء، مہبط الانوار، مخزن المعرفۃ والحقیقۃ، پردہ انداز اسرارِ غیبی، چہرہ کشائے صُور لاریبی سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔
"زبدۂ مشائخ اجل، قدوۂ اولیاء اکمل کے خطاب سے آپ کو ذکر کیا گیا ہے۔"
"سرِ حلقۂ مشائخ کے لقبِ گرامی سے حضور کو یاد کیا گیا ہے۔"
حضور خواجۂ اجمیریؒ ہند الولی غریب نواز کے پیر و مُرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی صاحبؒ جب حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں بارگاہِ ربُّ العزّت اور دربارِ رسالت مآبؐ میں خواجہ صاحب کے لیے خوب دُعائیں کیں۔
غیب سے ندا آئی۔
"معین دوست ماست۔ اور (قبول کردم و برگزیدم) (سیر الاقطاب)
(ترجمہ) معین الدین ہمارا دوست ہے۔ ہم نے اُسے قبول کر لیا ہے اور منتخب کر لیا ہے۔
غور طلب یہ امر ہے کہ ایسی مُقدس و برگزیدہ ہستی جسے وارث النبیؐ فی الہند یا ہند الولی کے خطابِ عظیم سے یاد کیا جاتا ہے اور جسے دربارِ رسالت سے دینِ محمدی کی اشاعت اور احکامِ الٰہی کی تبلیغ کے لیے اِن ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ اس سے ایسے امور کب سرزد ہو سکتے ہیں جو صاحبِ شرع کے احکام کے خلاف یا اُس کی ناپسندیدگی کے مظہر ہوں؟
اور یہ بھی مُسلّم ہے کہ تقریباً ستّر سال سے زائد عرصہ تک حضور خواجہ صاحبؒ بوجودِ ظاہری اجمیر شریف میں جلوہ افروز رہے ہیں اور سماع آپ کے روزانہ کے معمولات میں داخل رہا ہے۔ عقلِ سلیم اس امر کو تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ حضور غریب نوازؒ اتنی طویل مدت تک ایسے عمل یا ایسے فعل پر قائم اور گامزن

سیر الاقطاب، دلیل العارفین، سیر العارفین، سفینۃ الاولیاء۔ اخبار الاخیار۔

رہے ہوں جو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی مرضی کے خلاف ہو ؎

گر جُدا بینی زحق خواجہ را　　　گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

(ترجمہ) اے طالب اگر تو حضرتِ خواجہ کو حق تعالےٰ جلّ شانہٗ سے جُدا اور دُور خیال کرے گا تو تُو یوں سمجھ لے کہ تو نے اصل کتاب اور اس کے دیباچہ دونوں کو گم کر دیا۔

چونکہ حضور خواجہ صاحبؒ صاحبِ حضوری اور صاحبِ منظوری ہیں اسلئے بالفرض کسی وقت آپ سے کوئی عمل یا کوئی کام خلافِ سنّت ہو بھی جائے تو دربارِ رسالت سے آپ کو فوراً آگاہ کر دیا جاتا ہے اور ایسے مقرّبین کو غلطی پر قائم رہنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔

تمام مؤرخین رقمطراز ہیں کہ حضور خواجہ صاحبؒ نے دینِ محمّدی کی اشاعت اور اُسکی تبلیغ کے لئے سماع سے خوب کام لیا۔ اور سماع بھی ایسا تھا کہ جس میں اُس عہد کے آلاتِ سماع یقیناً اور بلا شک و شبہ استعمال کئے جاتے تھے۔

اور حضور غریب نوازؒ نے سماع میں ایسی کشش اور ایسی جاذبیت بھر دی کہ جو شخص بھی حضور عالی کی محفل پاک میں ایک مرتبہ پہنچ جاتا وہ حضور اقدس کا غلام بے دام ہو جاتا۔ اور تاریخ اسبات کی شاہد ہے کہ نوّے لاکھ کے قریب غیر مسلم افراد حضور خواجہ صاحبؒ کے دستِ اقدس پر مشرف باسلام ہوئے۔ (خزینۃ الاصفیاء ص ۲۵۹) ؎

خلق می گوید کہ می کند کارِ مسیح　　　من می گویم کہ می کند کار خدا

(ترجمہ) لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ شخص تو حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی طرح کام کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تو خدا کا کام کرتا ہے۔

"بزمِ صوفیہ" مصنفہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم اے دار المصنفین اعظم گڑھ۔ یو پی۔ بھارت اڈیشن ۱۹۴۹ء کے ۴۹ پر مذکور ہے۔

"خواجہ معین الدین اجمیری چشتی کو سماع سے بھی ذوق تھا۔ اور محفلِ سماع میں ان پر غیر معمولی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

دلیل العارفین مجلس چہارم میں منقول ہے کہ ایک بار حضرت خواجہ صاحب خواجہ ابو یوسف چشتی کی خانقاہ میں مقیم تھے، وہاں کی مجلس سماع میں قوالوں نے ان دو اشعار کو گایا ؎

عاشق بہ ہوائے دوست بے ہوش بود — وز یاد محبتِ خویش مدہوش بود
فردا کہ بہ حشر خلق حیراں ماند — نامِ تو درونِ سینہ و گوش بود

تو پھر خواجہ صاحب کئی روز تک بے ہوش رہے۔

سیر الاقطاب ۱۴۳ پر مرقوم ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی محفل سماع میں شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ محمد کرمانی، شیخ محمد صفاہانی، مخدوم زادہ شیخ برہان الدین چشتی، مولانا بہاء الدین بخاری، مولانا محمد بغدادی، خواجہ اجل سنجری، شیخ سیف الدین ماجوزی، شیخ احمد بن محمد اصفہانی، شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ احمد الدین، شیخ احمد واحد، شیخ برہان الدین غزنوی خواجہ سلیمان، خواجہ عبدالرحمٰن اور بغداد کے دوسرے مشائخ کبار بھی شریک رہتے۔

"مفتاح العاشقین کے ۲۲ پر حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والشرع والدین قدس سرہٗ العزیز نے سماع کے بارے میں فرمایا کہ سماع اسرار حق معلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔"

بدلیل اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ط اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰیھُمُ اللّٰہُ وَاُولٰئِکَ ھُمْ اُولُوالْاَلْبَابِ (پ ۲۳)

(ترجمہ) وہ لوگ جو قول حق کو سنتے ہیں، اور اس سے عمدہ کلام کی اتباع کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ صاحب عقل و دانش ہیں۔

روایات میں غور و فکر کے ساتھ ساتھ متلاشیانِ حق کو ایسی برگزیدہ ہستیوں کے افعال و اعمال اور ان کے یومیہ معمولات کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ اسلئے کہ ان کے تمام افعال و اعمال اور ان کے تمام حرکات و سکنات حکم ربّانی کے عین مطابق اور سنّتِ نبوی کے عین مظہر ہوتے ہیں، ان کی زبان سے وہی کلمات نکلتے ہیں جو مولیٰ کریم کو پسند ہوتے ہیں، اور ان کے اعضاء سے وہی افعال سرزد ہوتے ہیں جو اللہ ربّ العزّت کے ہاں مقبول و منظور ہوتے ہیں۔ ؎

مردانِ خدا خدا نہ باشند لیکن ز خدا جدا نہ باشند

(ترجمہ) خدا کے بندے خدا تو نہیں ہوتے، لیکن وہ خدا سے جُدا بھی نہیں ہوتے۔

اور ارباب فہم کو اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ حضور خواجہ غریب نواز ہند الولی کے ارادت مندوں اور حضور غریب نواز کے خلفاء میں ایسے ایسے جیّد علماء اور ایسے ایسے عظیم المرتبت صوفیاء کثیر تعداد میں شامل ہیں جن کا علمی اور عملی پایہ بہت بلند ہے۔ اور جن کی علمی و عملی حیثیت کے پیش نظر بلا تردّد کہا جاسکتا ہے کہ عہد حاضر میں ان کی کوئی مثال یا نظیر نہیں ہے

حضرات عُلماء دیو بند کا علمی پایہ

حضرات علماء دیو بند جن کی علمی حیثیت ہر طبقہ میں مسلّم ہے اور ردِّ بدعات اور مخالفتِ منکرات میں جن کا طرزِ عمل نہایت سخت ہے وہ حضور غریب نواز ہند الولیؒ کے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے حلقہ بگوش اور حضور ہی کے بحرِ کرم سے آب نوش ہیں ؎

ہر جا کہ بُود چشمۂ شیریں ۔۔۔ مور و ملخ گرد آیند ہم

(ترجمہ) جہاں کہیں میٹھے پانی کا چشمہ ہوتا ہے تو وہاں پر کیڑے مکوڑے خود بخود جمع ہو جاتے ہیں۔

اگر حضور غریب نواز ہند الولیؒ کے سلسلۂ عالیہ میں "سماع" ، آلات سماع کا استعمال یا کوئی اور عمل خلاف شرع ہوتا تو حضرات علماء دیو بند اس سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے سے نہ صرف انکار کرتے بلکہ اس کی تردید کے لئے وہ قلمی اور لسانی جہاد بھی کرتے ۔ مگر حضرت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے لے کر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی بانی دار العلوم دیو بند ، حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ شیخ الہند ، استاذی حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ صاحب شیخ الحدیث ، اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ تک یہ تمام حضرات اسی سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کے حلقہ بگوش ہیں ؎

غلام نرگسِ مست تو تاجداراں اند

خرابِ بادۂ لعلِ تو ہشیاراں اند

(ترجمہ) اے دوست بڑے بڑے پادشاہ اور تاجدار تیری

مست نرگس کے غلام ہیں، اور بڑے بڑے صاحب ہوش بھی تیری عمدہ شراب سے مخمور اور سرمست ہیں۔

فیض باطنی کے لئے اہم شرط

اور یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ مرید صادق کو فیض باطنی تنہا اپنے شیخ مقتدیٰ سے ہی نہیں ملتا۔ بلکہ اسکے حصول کے لئے اسے اپنے سلسلہ کے تمام مشائخ سے مستفید مستفیض ہونا ہوتا ہے۔ اگر مرید کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ اس کے مشائخ کے سلسلہ میں فلاں شیخ یا فلاں صاحب سلسلہ کا فلاں کام خلاف شرع ہے تو اس کی عقیدت اُس شیخ سے یقیناً ختم ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں اس کے لئے فیض باطنی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، اور ایسا مرید سر کے بل گرتا ہے اور خَسِرَ الدُّنیَا وَالآخِرَۃَ کا مصداق ہو جاتا ہے ؎

دائے بر عشقے کہ نارِ او فسرد   در حرم زائید و در بُت خانہ مُرد

(ترجمہ) ایسے عشق پر صد افسوس جس کی آگ سرد پڑ گئی۔ ایسے عاشق کا حال تو ایسے ہے جیسے کوئی شخص حرم میں پیدا ہوا اور بُت خانہ میں جا مرے۔ نیکی برباد اور گناہ لازم۔

قارئین کرام اسباب پر توجہ دیں اور غور فرماویں کہ حضرات علماء دیوبند کو اس سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہونے کی ضرورت کیا تھی؟ کیا وہ احکام ظاہری سے کماحقہٗ واقف نہ تھے۔ اور کیا بیعت کے بغیر کسی فقہی مسئلہ کو سمجھنے میں دقّت محسوس کرتے تھے۔ نہیں صاحب ایسی کوئی بات ہی نہ تھی، وہ علوم ظاہری کے بحر بیکراں، اور اتباعِ سنّت کے دلدادہ اور شیدا تھے۔ جس بات نے اُنہیں سلسلۂ بیعت میں داخل ہونے کے لئے مجبور کیا تھا وہ

فیض باطنی ہے جو بیعت و ارادت کے بغیر حاصل ہونے والا امر نہ تھا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزے نشد

اور جب ایسے ایسے بلند مرتبہ اور جلیل القدر علماء کو حصول فیض کی ضرورت تھی اور بیعت میں داخل ہوئے بغیر اُن کے لئے کوئی چارۂ کار نہ تھا تو لامحالہ انہیں یہ سلسلہ اختیار کرنا پڑا۔ اور جب ایسے ایسے مقتدر اور محترم علماء کرام کو حلقۂ بیعت میں داخل ہونا پڑا ہے تو پھر یہ سطحی معلومات رکھنے والے مولوی صاحبان اس ضرورت سے کب مستغنی ہو سکتے ہیں؟ اور ناظرینِ کرام اسی بات پر توجہ فرماویں کہ فیضِ باطنی کا سلسلہ واسطہ در واسطہ حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بحرِ کرم سے ارادت مندوں تک پہنچتا ہے اور اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اگر ارادت مند کے دل میں یہ خیالِ خام پیدا ہو جائے کہ اس کے مشائخ عظام میں سے فلاں شخص یا فلاں شیخ سے کوئی کام خلاف شرع یا ناجائز سرزد ہوا ہے تو اس کے لئے اس سلسلہ کا در فیض یقیناً بند ہو جاتا ہے۔ اور وہ شخص "خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃَ" کا مصداق بن جاتا ہے۔ عیاذاً باللہِ۔

فیضِ باطنی کی مثال تو ایک عظیم پاور ہاؤس کی ہے جس سے بجلی کی رَو چلتی ہے۔ تو جہاں تک اس بجلی اور برق فراہم کرنے کا سلسلہ ٹھیک ہوتا ہے وہاں تک اسکے اثرات یقیناً مشاہدہ کئے جاتے ہیں اور جہاں کہیں اُس رَو اور برق کی لائن خراب ہو گئی تو وہاں اُسکے اثرات بھی یقیناً ختم ہو گئے۔

یہی حال فیضِ باطنی کا ہے۔ جب تک تمام حضرات مشائخ عظام مُتّبع سُنّت نہ ہوں اور احکام الٰہی کے پابند نہ ہوں تو اُن کی طرف سے فیض جاری نہیں ہوتا۔ اور جب تک مریدین کو حسنِ عقیدت اور کمالِ محبت حاصل نہ ہو

توفیضِ باطنی ان مریدین کو نصیب نہیں ہوتا۔

اور یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ اگر حضور خواجۂ خواجگان حضور غریب نواز ہند الولیؒ یا ایسے اولوالعزم مشائخ سے کسی نے معاذ اللہ کوئی غلط کام یا ناجائز فعل کیا ہوتا تو حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کو اس سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہؒ میں بیعت کرنے کی کیا ضرورت تھی، کیونکہ ایسا خیال کرنے والے کے زعم میں تو وہ سلسلہ ایسا ہوتا ہی نہیں کہ اس میں داخل ہو کر فیض باطنی حاصل کیا جائے۔ اور اگر بالفرض اس در فیض اور سلسلۂ عالیہ میں کوئی امر خلاف شرع شریف رائج ہوتا تو حضرات علماء دیوبند حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے واسطہ سے اس میں کیوں داخل ہوتے۔ حضرات علماء دیوبند جیسے محققین سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی غلط سلسلہ میں اپنی عقیدت کا دامن پھیلائیں۔

اور یہ حقیقت ہر صاحبِ عقل و دانش کو تسلیم کرنی پڑے گی کہ حضور خواجۂ غریب نوازؒ کے تمام مشاغلِ قوالی وغیرہ یقیناً جائز درست اور ثابت من السنت تھے، اسی بنا پر حضرات علماء دیوبند نے حضورؒ کے دست اقدس پر بیعت کر کے فیضِ باطنی آپ سے حاصل کیا۔ اور حضورؒ کے حلقہ بگوش اور غلام بے دام ہو گئے۔

اور یہ بات عجیب ترین ہے کہ جو کام یا جو بات حضور غریب نوازؒ کے عہد مبارک میں جائز یا درست تھی اسے آج اس صدی میں ناجائز اور خلاف شرع کہا جاتا ہے، آخر کیوں؟ غور فرمائیے کہ حضرات علماء دیوبند سے بعض بعض وابستگان اور متعلقین ایسے موجود ہیں جو کہ اپنے مشائخ عظام کے معمولات قوالی، سماع اور عرس وغیرہ کو ناجائز یا منع کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔ ع

بہ بیں تفاوتِ راہ از کجا تا بکجا۔ (دیکھئے ان میں کتنا فرق ہے)

سماع کے سلسلہ میں حضور غریب نواز نائب ہند الولیؒ کے بارہ میں کسی قدر اظہار خیال کے بعد ناظرین کے سامنے مسبات کو لایا جاتا ہے کہ سماع کے اجزاء ترکیبی کیا کیا ہیں تاکہ اسکی اصل حقیقت معلوم ہو جائے۔ جب سماع کی ہیئتِ ترکیبی کو دیکھا جائے تو اسمیں دو چیزیں شامل ہیں۔ ایک حُسنِ صوت اور دوسری وہ چیز جس سے یہ صدائے دلکش سنی جاتی ہے، حُسنِ صوت تو یقیناً ایک قابل ستائش صفت اور خاص عطیۂ الٰہی ہے چنانچہ مقاماتِ مقدسہ میں امامت و خطابت اور اذان و اقامت کے لئے بالعموم ایسے اصحاب کو منتخب کیا جاتا ہے جو حُسنِ صوت کی نعمتِ خداداد سے بہرور ہوں۔

مزید برآں قارئین کرام اس حقیقت پر بھی غور فرماویں کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے خالق و مربی اور اپنے مالک و محسن کی تسبیح و تقدیس اور اسکی حمد و ثنا میں ہر ساعت رطب اللسان رہتا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (پ ١٥) مخلوق سے کوئی چیز نہیں مگر وہ اپنے خالق کی تسبیح کرتی ہے۔

اور جسطرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو ایک درخت سے اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کی صدائے دلکش سنائی دیتی تھی اسیطرح عارفین کے لئے آلاتِ سماع سے بھی قولِ حق کی آواز کا سنا جانا بعید از فہم اور خلافِ واقع نہیں ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ جسطرح مغنّی یا قوّال کی صداؤں سے ذکرِ حق سنا جاتا ہے اسیطرح عارفین کے کانوں میں آلاتِ سماع سے ذکرِ حق ہی سنائی دیتا ہے۔ باقی ذوق اپنا اپنا اور مقام اپنا اپنا۔ حضرت عارف رومی نے کیا خوب فرمایا کہ

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست | از کجا می آید ایں آواز دوست

(ترجمہ) عارف کہتا ہے کہ میرے سامنے تو ایک ایسی لکڑی ہے جسکے رگ و ریشے اور اس کا مغز اور پوست سب خشک ہو چکے ہیں لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس خشک لکڑی سے مجھے اپنے دوست کی آواز کیسے آ رہی ہے۔

قوّالی در اصل ہے کیا؟ قوّالی اصطلاحِ اہلِ طریقت میں قولِ حق کا نام ہے، یہ قولِ حق نظم میں ہو یا نثر میں اور اسکا قائل مرد ہو خواہ عورت، آلاتِ سماع موجود ہوں خواہ نہ ہوں، قوّالی کی روح کمالِ عقیدت اور خشیتِ الٰہی ہے۔ اور جہاں فتنہ اور شر کا خطرہ نہ ہو وہاں ہر طرح سے اسکا سماع محمود و مشروع ہے البتہ فتنہ اور شر کے مقام پر اس سے اجتناب ضروری ہے اسی لئے محفلِ سماع میں حضرت شیخ اور پیر و مرشد کی موجودگی ضروری ہے۔ اور نفس پرستوں اور خواہشاتِ نفسانی کے بندوں کو اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

سماع کے متعلق حضرات مشائخِ عظام کے ارشاداتِ گرامی

سماع کے متعلق ذیل میں چند ایسی عظیم المرتبت شخصیتوں اور مقبول ترین ہستیوں کے ارشادات و نظریات احاطۂ تحریر میں لائے جاتے ہیں۔ جن کی علمی حیثیت اور مذہبی عظمت تمام مسلمانانِ عالم میں بالاتفاق مسلّم و معتبر ہے۔ تاکہ ناظرینِ کرام ان بزرگواران کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے اُسے اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں اور اِس مسئلہ کی حقّانیت کا صدقِ قلب سے اعتراف کریں۔

سماع کے متعلق سیّد الطّائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے ارشاداتِ گرامی

سیدالطّائفہ حضرت شیخ محمد جنید بغدادیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ فقیر پر تین اوقات میں رحمتِ حق نازل ہوتی ہے۔ ایک کھانا کھاتے وقت کیونکہ فقیر ضرورت و حاجت کے بغیر کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا۔ دُوسرے بات کرنے کے وقت رحمتِ حق کا نزول ہوتا ہے۔ کیونکہ فقیر صرف ضرورت کے وقت ہی بات کرتا ہے اور صرف حق ہی کے لیے وہ کلام کرتا ہے۔ اور تیسرے سماع کے وقت رحمتِ خُداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ کیونکہ وَجد ہی کی ضرورت کے لیے راگ سُننے کی طرف رغبت کرتا ہے۔

نیز حضور سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی صاحبؒ کے احوال میں مذکور ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ انسان سماع سُننے سے آرام میں کیوں ہوتا ہے؟ حضورؒ نے فرمایا کہ حضرت حق جل شانہٗ نے اولادِ آدم سے میثاق کے روز پُوچھا تھا کہ "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" تو ساری رُوحیں اس آواز کی لذت میں مستغرق اور سرمست ہو گئی تھیں۔ کیونکہ یہ آواز کائنات کے والیے حُسن و جمال کے خالق کی آواز تھی۔ اور

جب اس جہان میں وہ لوگ سماع سنتے ہیں تو انہیں وہ زمانہ یاد آجاتا ہے۔ کیونکہ قوالی قولِ حق کا نام ہے اور قوالی سے حق کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۵۳)

سماع کے متعلق شیخ الاسلام حضور شاہ شیخ فرید الدین گنج شکر مسعود العلمین کے ارشادات

حضرت شیخ برہان الدین غزنویؒ نے حضور پُرنور حضرت شاہ شیخ فرید الدین گنج شکر بابا صاحب مسعود العلمینؒ سے عرض کیا کہ اہلِ سماع کی بیہوشی کی کیا وجہ ہے؟ حضور شیخ الاسلام بابا فرید صاحبؒ نے فرمایا جس روز سے انہوں نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی آواز سنی ہے اُسی روز سے وہ اس کے نشہ میں چوُر اور بیہوش ہیں اور وہ بیہوشی آج تک اُن میں پائی جاتی ہے۔ جب یہ لوگ سماع سنتے ہیں تو اُسی بیہوشی کا اثر اُن پر ظاہر ہوجاتا ہے۔

اور فوائد الفواد کے حوالہ سے منقول ہے کہ حضور بابا صاحب مسعود العلمین سے سماع کی اباحت اور حُرمت کے متعلق پوچھا گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا۔

"کوئی تو جل کر راکھ ہوجاتا ہے اور دُوسروں میں اختلاف پڑا ہوتا ہے۔"

نیز راحت القلوب کے حوالہ سے منقول ہے کہ حضور پُرنور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی مجلس میں ایک دفعہ سماع کا ذکر ہُوا تو حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ نے فرمایا کہ سماع سے دِل کو راحت ہوتی ہے اور اہلِ محبّت کو جو آشنائی کے سمندر میں شناوری کرتے ہیں جنبش حاصل ہوتی ہے۔ تب حضور بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ جب یہ لوگ آشنا کا نام سنتے ہیں تو آشنائی کرتے ہیں۔ اسی موقع پر شیخ بدر الدین غزنویؒ نے عرض کیا کہ اھل سماع کی بیہوشی کی کیا وجہ ہے؟

حضرت مسعود العلمینؒ حضرت بابا فرید صاحبؒ نے فرمایا کہ انہوں نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ

کی آواز سُنی ہے اور اس روز سے وُہ اس کے نشہ میں بیہوش ہیں۔ اور وُہ بیہوشی آج تک اُن میں پائی جاتی ہے۔ جب یہ لوگ سماع سنتے ہیں تو ان میں حرکت، ذوق، حیرت اور بیہوشی آجاتی ہے اور فرمایا کہ جب تک کسی شخص کو دوست کی شناخت یا معرفت حاصل نہیں ہو جاتی خواہ ہزاروں سال وُہ عبادت کرے مگر اُسے طاعت میں ذوق اور سرُور حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ وُہ کس کے لیے طاعت کرتا ہے اور یہ طاعت ہی اصل مقصد ہے جس کے لیے اہلِ عشق، اہلِ سلوک۔ اور تمام مشائخ عظام نے بار بار فرمایا ہے

(راحت القلوب)

سماع کے متعلق حضور سُلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبُوب الٰہی کے ارشادات

حضرت خواجہ نصیر الدین محمُود چراغ دہلویؒ جو کہ حضور خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی صاحبؒ کے خلیفہ ہیں، فرماتے ہیں کہ حضور سلطان المشائخ حضرت محبُوب الٰہی صاحبؒ کی زبان مُبارک سے سماع کے بارے میں سُنا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ۔

سماع چار قسم کی ہے۔ ایک حلال۔ دُوسری حرام، تیسری مکروہ اور چوتھی مُباح۔ اور ہر ایک کی شرح و تفصیل یوں بیان فرمائی کہ اگر صاحبِ وجد کا دِل اللہ کریم کی طرف زیادہ ہے تو اس کے لئے سماع مُباح ہے اور اگر اس کا دِل مجاز کی طرف ہے تو اس کے لئے سماع مکروہ ہے اور اگر اس کا دِل بالکل اللہ تعالٰی کی طرف راغب ہے تو اس کے لئے سماع حلال ہے۔ اور اگر اُس کا دِل بالکل مجاز کی طرف ہے تو اس کے لئے سماع حرام ہے۔ پھر فرمایا کہ موزوں آواز کس طرح حرام ہو سکتی ہے؟ - (مفتاح العاشقین)

اور حضور سلطان المشائخ نے فرمایا کہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ایک روز

حضرت اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رُو برو ایک لونڈی دف بجا رہی تھی۔ حضرت اَبُو بکر رضی اللہ عنہ نے اُسے ایسا کرنے سے منع کیا۔ تو حضور سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابُو بکر اسے منع نہ کرو۔ اور اسے اسی حالت میں رہنے دو۔ کیونکہ ہر قوم کی عید ہوا کرتی ہے۔ اور یہ ہماری عید ہے۔ (مفتاح العاشقین)

نیز فرمایا کہ "عوارف" میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے رُو برو ایک روز سرود کیا جا رہا تھا۔ اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے اور گانے والی کو منع کئے بغیر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے سرود سُنا اور سرود سُن کر آپؐ آبدیدہ ہوئے۔ اسی اثنا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دیکھا کہ حضور علیہ السلام سرود سُن رہے ہیں۔ وُہ بھی سرود سُننے لگے۔ جس سے آپ پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ اُن کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور مولیٰ علی کرّم اللہ وجہہ بھی تشریف لائے۔ جب انہوں نے سرود سُنا تو وُہ بھی آہ و بکا اور گریہ وزاری کرنے لگے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ تمام اصحاب نے وضو کیا اور نماز ظہر ادا کی۔ (مفتاح العاشقین)

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی عالم نے حضور سلطان المشائخؒ سے پوچھا کہ حضور یہ کب جائز ہے کہ مجمع میں دف بجائی جائے یا بانسریاں بجائی جائیں اور سماع سُنا جائے اور رقص کیا جائے۔

حضور سلطان المشائخ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ

سماع نہ مطلق حلال ہے اور نہ مطلق حرام ہے

سماع نہ مطلق حلال ہے اور نہ مطلق حرام ہے۔ جن کے لئے سماع حرام ہے انہیں سماع نہیں سُننا چاہیئے۔ اور جن کے لئے سماع حلال ہے اُنہیں سُننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ (مفتاح العاشقین)

پھر حضورؒ نے فرمایا کہ سماع درد مندوں کے لئے بمنزلہ دوا ہے جس طرح ظاہری دردوں کے لئے علاج سُود مند ہوتا ہے۔ اس طرح باطنی دردوں کے لئے سماع کے سوا کوئی اور علاج نہیں ہے۔ اس لئے سماع درد مندوں اور پُرغم افراد کے لئے مُباح ہے اور بے دردوں اور نفس پرستوں کے لئے سماع شریعت اور طریقت دونوں میں حرام ہے پھر فرمایا کہ اگر کوئی صاحب ذوق ہے تو اس کے لئے قوالی کا ایک شعر ہی کافی ہے خواہ دہل بانسریاں ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن جسے ذوق و درد نہیں ہے اس کے رُوبرُو خواہ چنگ و دف یا بانسریاں بجائی جائیں اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اور فرمایا کہ سماع کا تعلق درد سے ہے نہ کہ ساز و سامان سے (حوالہ مذکور)

سماع کے متعلق حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ کے ارشادات عالیہ

زُبدۃ العارفین قُدوۃ السالکین رہنمائے کاملین حضور پُرنور حضرت داتا گنج بخش حضرت علی ہجویریؒ نے اپنی تالیف "کشف المحجوب" میں سماع کے متعلق ایک جامع اور مفصل بیان قلمبند فرمایا ہے جس میں سماع کے موضوع پر کافی و وافی بحث کی گئی ہے اس تمام تفصیلی بیان کا ماحصل یہ ہے کہ اہل دل کے لئے سماع جائز، مُباح اور حلال ہے۔ اور اسی لئے حضور داتا صاحبؒ نے سماع کے لئے آداب اور شرائط کو نہایت شرح و بسط اور تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور حضور داتا صاحبؒ کے مزار پُرانوار پر ہر روز محفل سماع کا منعقد ہونا اس امر کا بیّن اور واضح ثبوت ہے۔

اگر حضور داتا گنج بخش صاحبؒ کی نظر میں سماع مطلق حرام ناجائز یا ممنوع ہوتا تو اس کے لئے آداب و شرائط بیان نہ فرمائے جاتے۔

سماع کی اباحت اور اس کے جواز کے متعلق حضورؒ کا مفصل بیان کشف المحجوب اردو صفحہ ۶۸۷ پر مذکور ہے (اہل ذوق ملاحظہ فرمالیں)

حضور داتا گنج بخش صاحبؒ نے مسئلہ سماع کے متعلق ایک حدیث شریف بھی بیان فرمائی ہے جو کہ اس موضوع پر کافی روشنی ڈالتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک لونڈی گانا گا رہی تھی۔ اُس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر پر تشریف فرما تھے۔ دریں اثنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ تو جب اس لونڈیا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر تشریف لانے کا علم ہوا تو وہ بھاگ گئی۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے تو آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایک لونڈیہ گا رہی تھی جب اُسے آپ کے آنے کا علم ہوا تو وہ بھاگ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اُسے نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ وہ مجھے بھی وہی گانا نہ سنا لے جو وہ پہلے سنا رہی تھی۔ تب حضور نبی کریم علیہ السلام نے اس لونڈیہ کو آواز دی۔ وہ حاضر ہوئی۔ اور اُس نے پھر وہی کلام سنا دی۔ (کشف المحجوب اردو صث۴۷)

سماع کے متعلق حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے ارشادات گرامی

حضور پُر نور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے سماع کی اباحت و جواز کے متعلق فرمایا ہے۔

سماع و وجد جماعتے را نافع ست	سماع اور وجد ایک ایسی جماعت کے
کہ بتقلب احوال متصف و بہ تبدلِ اوقات	لئے سود مند اور نفع بخش ہے جو کہ
متہم۔ وقتے حاضر اند و وقتے غائب۔	حالات کے بدلنے کے ساتھ موصوف

آرے قسمے از منتہیان ست کہ سماع باوجود استمرار وقت ایشا نرا نیز نافع ست۔ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ حصہ پنجم جلد اول صنٹ۴

اور وقتوں کی تبدیلی کے ساتھ منتہیم ہے کبھی وہ جماعت حاضر ہوتی ہے اور کبھی غائب۔

ہاں منتہی سالکین کی ایک ایسی جماعت بھی ہے کہ باوجود ان کی طویل مدت تک ریاضت ومجاہدہ کے۔ ان کے لیئے بھی سماع نفع بخش ہے

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا کلام فصاحت و بلاغت میں اپنی نظیر آپ ہے اور حضور عالی نے اس میں جو اصطلاحات استعمال فرمائی ہیں ان کا سمجھنا ایک عامی کے لیئے دشوار ہے۔ ان اصطلاحات کو سمجھنے کے لیئے کسی صاحب حال کی شاگردی ضروری ہے حضور مجدد الف ثانی صاحبؒ نے سماع کے بارہ میں ایک مقام پر مزید فرمایا ہے۔

طائفۂ از منتہیان ست کہ بعد از وصول بدرجۂ از درجات کمال ومشاہدۂ جمال لایزال ایشا نرا برودت قربیہ دست دھد۔ وتسلیہ تام حاصل کردد کہ عروج بمنازل وصول بازمی دارد۔ چہ منازل عروج دروصول ہنوز درپیش دارند۔ ومدارج قرب تا غایت منقطع نگشتہ ست۔ باوجود ایں برودت

منتہی سالکین کی ایک ایسی جماعت ہے جسے کمال کے درجوں سے کسی درجہ پر پہنچنے کے بعد اور انوار خداوندی کے جلووں کے مشاہدہ کے بعد سخت ٹھنڈک نصیب ہو جاتی ہے اور ان کے ذوق اور جذبہ شوق کو پوری طرح سکون اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ ایسا سکون ظاہر ہو جاتا ہے جو انہیں

میل عروج دارند۔ و آرزوئے کمالِ
قربِ مطلوب۔

دریں صورت سماع ایشاں را سود
مند ست۔ و حرارت بخش۔ ہر زماں
ایشاں را عروج بہ منازلِ قرب میسر
می شود۔

(مکتوبات حصہ پنجم جلد اوّل ص۱۷)

عروج کی منزلوں سے روک دیتا ہے
حالانکہ انہوں نے ابھی ہزارہا منزلیں
طے کرنی ہوتی ہیں۔ اور انہوں نے
قربِ خداوندی کے بیشمار درجات
ابھی طے کرنے ہوتے ہیں۔ اور اس
برودت اور ٹھنڈک کے باوجود جو
انہیں پہنچ چکی ہے۔ وہ مزید ترقی اور
عروج کی تمنا رکھتے ہیں۔ اور کمالِ قرب
ان کا مقصود و مطلوب ہوتا ہے۔

ایسی صورت میں سماع ان کے
لئے بھی سود مند اور نفع بخش اور حرارت
بخش ہے۔ اس کی برکت سے وہ
ہر آن عروج کی منازل طے کرتے ہوئے
کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ ناظرین
کی کسی قدر سہولت کے واسطے یہ ترجمہ
درج کیا گیا ہے۔ دراصل مکتوبات
کے سمجھنے کے لئے اور ان سے استفادہ
کے لئے کسی صاحب حال اور صاحب
مقام کی صحبت اور مجلس کی ضرورت
ہے۔

سماع اور وجد کے متعلق حضور قطب ربانی غوث الصمدانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانیؒ کے ارشادات گرامی

سماع میں بناوٹ نہ کریں۔ اپنے اختیار سے سماع کا استقبال نہ کریں۔ یعنی خود وجد پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر اتفاق سے سماع کا موقع مل جائے تو سننے والے پر لازم ہے کہ تہذیب کے ساتھ بیٹھا اللہ کو یاد کرتا رہے۔ اور غفلت و نسیان کے وسوسوں سے دل کی نگہداشت میں مشغول رہے۔ جب کانوں میں کوئی آواز ٹکرائے تو قرآن پڑھنے والے (قوال) کو ایسا خیال کرے کہ اللہ کی طرف سے ان واردات غیبیہ کا اظہار کرایا جا رہا ہے۔ جو غیب سے اسے بتائے جاتے ہیں۔ یعنی وہ مضامین جن سے جنت کی طلب، دوزخ کا خوف، محبت سے وابستگی، ناراضگی کا خوف اداے عبادت کی زیادتی وغیرہ پیدا ہوتی ہے، ایسے وقت میں واردات قلبی کی طرف بڑھے اور اشارہ (غیبی) کا استقبال فوراً کرے۔ اگر سماع اس طرح ہو کہ گویا قاری کی زبان اس کی زبان ہو گئی ہے (گویا سننے والا اپنی زبان سے پڑھ رہا ہے) اور پڑھنے والے کی زبان سے (گویا یہ خود اللہ کو خطاب کر رہا ہے تو وجد کر سکتا ہے۔ لیکن کوئی وجد قلبی اقتضاء عبدیت اور آداب شریعت کے خلاف نہ ہونا چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ طریقت میں ہو یا علم حقیقت میں کوئی فعل آداب شریعت کے خلاف نہ ہو۔

اگر محفل سماع میں شیخ موجود ہو تو بقدر امکان درویش پر سکون اور شیخ کے وقار کی پاس داری لازم ہے۔ اگر کیفیت سے مغلوب ہی ہو جائے تو بقدر غلبہ حرکت کرنا درست ہے۔ مگر مغلوبیت ختم ہوتے ہی سکون اختیار کرنا اور وقار شیخ کا لحاظ رکھنا بہتر ہے۔

وجد کی حالت میں دوسرے سے مدد لینا فقیر کو زیبا نہیں۔ ہاں اگر دوسرے درویش وجد میں اس سے مدد لینا چاہیں، تو ان کی مدد کرے۔ دوسرے سے مدد لینا وجد کی کمزوری ہے۔

اگر درویش کوئی آیت یا شعر سنکر وجد میں آجائے تو کسی کو اس کی مزاحمت کرنی ضروری نہیں۔ (یعنی اس کو تھامنا پکڑنا ضروری نہیں) بلکہ اس کے وقت کو اُسی کے سپرد کر دیا جائے۔ اگر اس کو تھاما جائے تو تھامنے والے کے روکنے سے رُک جائے۔ اگر درویش کسی آیت یا شعر کی وجہ سے حرکت میں آجائے تو اس کو آزاد چھوڑ دینا ضروری ہے۔ حاضرین کو اگر اس کی حرکت بیجا معلوم ہو اور اس کی کوئی کوتاہی اور کمی (یعنی بناوٹ) نظر آئے۔ تو برداشت کرنا اور پردہ ڈھانکا رکھنا لازم ہے۔ لیکن اگر وقت کا تقاضا ہو کہ درویش کو تنبیہ کی جائے تو نرمی سے تنبیہ کر دی جائے۔ یا صرف دِل میں اس بات کو رکھا جائے۔ زبان سے کچھ نہ کہا جائے۔ اس (شناخت) کے لئے قوتِ حال، صفاءِ باطن، دقیق علم، اندرونی واقفیت، ادبِ کامل اور اچھی طرح نگہداشت کی ضرورت ہے۔

منقول از غنیۃ الطالبین (اردو) باب آدابِ سماع ص ۵۵۵ تا ۵۵۶
مطبوعہ مدنی کتب خانہ۔ لاہور۔

حضور پُرنور حضرت غوث الثقلین قطب ربانی محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کریم الطرفین حسنی و حسینیؒ نے اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں آدابِ سماع کو نہایت شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے۔ اس مفصل بیان سے چند ضروری امور دربارۂ وجد و سماع ناظرین کی توجہ کے لئے نقل کئے گئے ہیں۔ جہاں حضور غوثِ پاکؒ نے وجد و سماع کے آداب مفصل بیان فرمائے۔ وہاں وجد و سماع کے جواز اور ان کی اباحت کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ اور اہلِ بصیرت کے لئے یہ کافی ہے۔

سماع کے دوران حضور قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کا رقص

حضور پُر نور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اپنے پیر و مُرشد قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اُوشی اولین الارواح کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور قطب صاحب اور خواجہ حمید الدین ناگوری سماع کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اور قوّال نے یہ رُباعی پڑھی۔

عشق تو مرا اسیر و حیران کردہ است ۔۔۔ در کوئے خرابات پریشان کردہ ست

با ایں ہمہ رنج و محنت اے دوست ببین ۔۔۔ اسرار تو کہ در دلم پنہاں کردہ است

(ترجمہ) اے دوست تیرے عشق و محبت نے مجھے اسیر و حیران کر دیا ہے اور پیر مغاں کے میکدہ میں مجھے پریشان اور بد حال کر دیا ہے۔ ان تمام تکالیف کے باوجود تو یہ تو دیکھ کہ تیرے اسرار اور تیرے رموز کس قدر میرے دل میں پوشیدہ ہیں۔

اس رُباعی کو سُنکر دونوں بزرگوار رقص کرنے لگے۔ اور لگاتار رقص کرتے رہے۔ جب نماز کا وقت آتا تو نماز ادا کر لیتے تھے۔ پھر رقص کرنے لگتے۔ حضور بابا صاحب فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں حضور قطب صاحبؒ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اڑنا شروع کیا اور پرواز کرتے رہے۔ اور مُسلسل رقص کرتے رہے۔ قدّس اللہ اسرارھم (راحت القلوب)

حضور شاہ شیخ فرید الدین شیخ الاسلام حضرت بابا فرید صاحب گنج شکرؒ کا رقص

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور بابا صاحب مسعود العٰلمین گنج شکر کی محفل پاک میں محمد شاہ نام قوّال حاضر تھا۔ اُسے حکم ہُوا کہ قوّالی کرے۔ قوّال نے یہ اشعار پڑھنے شروع کیئے۔

ملامت کردن اندر عاشقی رواست | ملامت کے کند آنکس کہ بیناست
نہ ہر تر دامنے را عشق زیبد | نشان عاشقی از وردِ پیداست
نظامیؔ تا توانی پارسا باش | کہ نورِ پارسائی شمع دلہاست

(ترجمہ) عاشقی کے اندر ملامت روا ہے۔ اور جو شخص کہ نورِ بصیرت رکھتا ہے وہ دوسرے عاشق پر ملامت کیسے کر سکتا ہے۔ اور یہ بات ہے کہ ہر گنہگار کو عاشقی زیبا نہیں دیتی۔ عاشقی میں سچا ہونے کی علامت درد ہے۔ اے نظامیؔ حتی المقدور پاکباز رہ۔ پاکیزگی کو اختیار کر۔ کیونکہ پاکبازی اور پارسائی یہ دلوں کی شمع ہے۔ پاکبازی سے دلوں کو نورِ بصیرت حاصل ہوتا ہے۔

حضور بابا صاحبؒ نے جب یہ اشعار سُنے تو رقص کرنے لگے۔ اور آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ متواتر سات روز تک رقص کرتے رہے۔ آپ فرائض کو ادا فرماتے اور پھر رقص و وجد میں مشغول و مصروف ہو جاتے۔

حضور خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدین صاحبؒ کے سامنے مَیں نے ایک رُباعی پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ تو حضور بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ پڑھو۔ تب مَیں نے یہ رباعی پڑھی۔

زانگہ کہ بندۂ تو دانند مرا | بر مردمکِ دیدہ نشانند مرا
لُطفِ عامت عنایتے کردہ ست | ورنہ کیم زکجا دانند مرا

(ترجمہ) جب سے کہ لوگ مجھے حضورِ عالی کا غلام اور حلقہ بگوش جاننے لگے ہیں مجھے اپنی آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ حضورؐ کے لطفِ عام نے مجھ پر بڑا کرم کیا ہے۔ ورنہ میں کیا ہوں اور لوگ مجھے کیا جانتے ہیں۔ یہ تو محض حضورؐ ہی کا لطف و کرم ہے۔

جب حضور بابا صاحبؒ نے یہ رُباعی سُنی۔ تو آپ پر شدید رقت طاری ہوئی

اور آپ اُٹھ کر رقص کرنے لگے۔ اور اس قدر رقص کیا کہ جس کی کوئی انتہا نہ رہی۔ آپ چاشت سے لے کر دوپہر تک رقص کرتے رہے۔ (راحت القلوب)

اہلِ محبت کا خمیر ازل سے عشق الٰہی سے تیار ہُوا ہے

حضور پُرنور حضرت بابا صاحب مسعود العلمینؒ نے ایک موقع پر فرمایا کہ فقیر اور جو کچھ اس کے وجود میں ہوتا ہے۔ سب کچھ تجلی آالٰہی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قُدرتِ کاملہ سے اہل عشق کو پیدا کرنا چاہا۔ تو زمین کا ایک قطعہ ایسا تھا جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے شوق، اشتیاق، انوار و تجلیات اور اسرارِ عشق کی نگاہ سے دیکھا جس سے وُہ قطعہ زمین ہلنے لگا۔ اور ابتداء ہی سے عالم سُکر میں محو ہو کر فریاد کرنے لگا۔

اَنَا مُشْتَاقٌ اِلٰی لِقَاءِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ — مَیں دونوں جہاں کے پروردگار کے دیدار کا مشتاق ہوں۔

پھر اُس قطعۂ زمین کی مٹی سے اہلِ عشق پیدا کیے گئے۔ اس لیے فقیروں کو ابتداء سے لے کر انتہا تک ولولہ اور جوش رہتا ہے۔ اور دریائے محبّت میں وُہ غرق رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضور بابا صاحبؒ نے آبدیدہ ہو کر یہ مصرع پڑھا

ع: در سینۂ عاشقاں، ہمہ درد نہند

(ترجمہ) قضاو قدر والے عشاق کے سینوں کو درد سے بھر دیتے ہیں۔

اس مصرع کو حضور بابا صاحبؒ بار بار پڑھتے اور بیہوش ہو جاتے او جب ہوش میں آتے تو فرماتے کہ تین اوقات میں رحمتِ حق کا نزول ہوتا ہے۔ اوّل سماع کے وقت اہلِ سماع پر رحمتِ حق کا نزول ہوتا ہے۔ دُوسرے درویشوں کے ماجرا کے وقت اور تیسرے جب عاشق انوار و تجلیات میں غرق ہو جاتے ہیں تو اُن پر رحمتِ حق کا نزول ہوتا ہے۔

حضورِ قبلہ گاہی حضرت سرکار صابری صاحب قطب القلندر مدظلہ العالی کا رقص۔

یہ ایک امر واقع ہے کہ حضورِ قبلہ گاہی حضرت سرکار صابری صاحب قطب القلندر مدظلہ العالی کیفیات اور مواجید کے ضبط اور اخفاءِ احوال میں اپنے اقران و امثال میں لاثانی اور بے نظیر ہیں۔ باایں ہمہ حضرت بادشاہ دوجہاں جناب مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر ختم الشدالارواح سلطان الاولیاء کلیری کے سالانہ عرس سراپا قدس کے مبارک موقع پر اس احقر نے اپنے برادرانِ طریقت کی معیت میں دربار شریف پر کئی بار حضور کو رقص کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

ایسے ہی ختم خواجگان کے موقع پر مختلف مقامات پر حضورِ عالی کو رقص کرتے ہوئے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

رقص کے بارہ میں حضور سلطان الاولیاء حضرت بادشاہ دوجہاں جناب مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری کے کلام گوہربار سے چند اشعار ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

اگر تو عاشقِ مستی بکوئے یار برقص ۔۔۔ برقص لیک چو طاؤس ہوشیار برقص

بود کہ بہرِ تماشا فتد نظر بر تو ۔۔۔ بہ پیش آں بتِ رعنا ہزار بار برقص

چو صابر از سرِ سودا بذوق ہر نغمہ ۔۔۔ درآ برقص و لیکن بروئے یار برقص

رقص کے بارہ میں ایک طویل نظم ہے جس سے یہ صرف تین اشعار ہدیۂ ناظرین کیے گئے ہیں۔

(ترجمہ) اے طالب! اگر تو عاشق ہے اور اس عشق میں سرمست ہے تو پھر دوست کے کوچہ میں پہنچ کر رقص کر البتہ مور کی طرح ہشیار ہو کر رقص ہو سکتا ہے کہ تیرا محبوب تماشا کے خیال سے تجھے ایک نظر دیکھ لے۔ اس لئے تو اس تصویرِ حسن کے سامنے بار بار رقص کر۔ اے طالب تو صابر کی طرح ہر نغمہ پر بڑے ذوق و شوق سے رقص کر البتہ اتنی بات کا دھیان رکھ کہ اپنے یار اور اپنے دوست کے سامنے رقص کر (ارمغانِ صابر صفحہ ۱۴۱)

حضرت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری ہند الولیٰ کے پیرد مرشد حضرت شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی صاحبؒ رقص کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیدار می رقصم	مگر نازم بایں ذوق کہ پیشِ یار می رقصم
تو ہر دم می سرائی نغمہ و ہر بار می رقصم	بہر طرزے کہ می رقصانیم اے یار می رقصم
بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہ جاں بازاں	بصد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم
خوشا رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را	زہے تقویٰ کہ من با جبہ و دستار می رقصم
منم عثمانِ ہارونی کہ یارِ شیخ منصورم	ملامت می کند خلقے کہ من بر دار می رقصم

(ترجمہ) (۱) حضور خواجہ عثمان ہارونیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اس امر کی خبر نہیں ہے کہ میں کیوں رقص کرتا ہوں۔ لیکن مجھے اس بات پر بجا طور پر ناز و فخر ہے کہ میں اپنے دوست اور یار کے سامنے رقص کرتا ہوں۔

(۲) اے دوست تو جب بھی نغمہ سرا گیت گانے والا ہوتا ہے تو میں اسوقت رقص کرنے لگتا ہوں۔ اور جس طرح اور جس رنگ میں بھی تو مجھے رقص کرائے میں رقص کرتا ہوں۔

(۳) اے دوست تو ایک بار ادھر تو دیکھ کہ جاں نثاروں کے گروہ میں میں کس قدر رسوائی اور ذلت کے ساتھ عوام کے سامنے سربازار رقص کرتا ہوں۔

(۴) میں رند مشرب ہوں اور میرے نزدیک رندی ایک ایسا پاکیزہ اور عمدہ مسلک ہے کہ ہزار پارسائی کو میں اس پر قربان کرتا ہوں اور اس پرہیز گاری اور اس تقویٰ کا کیا کہنا کہ میں جبہ اور دستار کے ساتھ رقص کرتا ہوں۔ جبہ اور دستار مجھے رقص سے نہیں روکتے۔

(۵) اے دوست میں عثمان ہارونی ہوں اور حضرت شیخ منصور علیہ الرحمت کا دوست اور اُن کے مسلک پر گامزن ہوں۔ حضرت شیخ منصورؒ کی طرح خلقِ خدا مجھے بھی ملامت کرتی ہے۔ کہ میں بھی دار پر رقص کرتا ہوں۔

مسئلہ سماع اور رقص پر ایک مفصل بیان ملاحظہ کرنے کے بعد قارئین کرام کو اس

طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ ایسے مقبولان بارگاہِ کبریا کا وجود اور ایسے اصحابِ منصب اولیاء کرام کا قیام جن کی ذواتِ قدسیہ اہلِ جہاں کے لئے حجۃ اللہ فی الارض کے اعزاز کی حامل ہیں۔ جنہیں آیہ کریمہ "اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ" کے تحت ہر دو عالم میں سلامتی اور رضائے حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی خبر دی گئی ہے۔ ہر قرن ہر دَور اور ہر زمانہ میں روئے زمین پر رہا ہے اور اس وقت بھی قائم اور موجود ہے اور تا دَورِ قیامت قائم و ثابت رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ، سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ، حضرت شیخ معروف کرخیؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اُوشیؒ۔ اویلین الارواح، حضرت شیخ الاسلام حضرت بابا فرید صاحبؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ محبوبِ الٰہی صاحبؒ اور حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ اور اُن کی مثال ہزارہا اولیاءؒ اللہ ایسے ہیں۔ جو اصحابِ منصب ہیں اور جن کی صحتِ ولایت پر سب کا اتفاق ہے۔ اور سیر و سلوک کی متعدد کتابیں ان کے مدارجِ عالیہ کے ذکرِ جمیل سے بھر پور ہیں۔

اور تمام اہلِ علم حضرات پر یہ بات واضح ہے کہ اِن اولیاء اللہ نے ذاتِ صرفہ میں محویت اور اس کے ماسوا سے دِل کو خالی کرنے اور غیرِ حق کو دِل سے دُور کرنے کے لئے رقص اور وجد بھی کیا ہے اور سماع بھی سنا ہے اور اِن مقدس و برگزیدہ اصحاب کے احوال و افعال سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے۔

المختصر۔ سماع نہ صرف از روئے شرع شریف جائز اور ثابت ہے بلکہ ارادت مندانِ ازلی اور اصحابِ ولایت کے لئے حسبِ مراتب ضروری بھی ہے کیونکہ یہ اصحاب ماسوا سے مجرّد ہوتے ہیں۔ اور حسبِ ارشادِ خداوندی "یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ" وُہ صرف ذاتِ حق کی طرف راغب اور مائل ہوتے ہیں۔ اور یہ پاکبازان کبھی غیرِ حق کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ ؕ

حق حق حق

حضرات علماء دیوبند کی سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں بیعت

اس سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کے فیوض و برکات اور اس کے انوار و تجلیات سے مستفید و مستفیض ہونے والے پرخلوص ارادت مند اور جان نثار حلقہ بگوش لاکھوں کی تعداد میں دنیا کے کونے کونے میں اقصائے عالم تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری ہندالولیؒ کے اس علم و عرفاں کے بحر ناپیداکنار اور اس عقیدت و بصیرت کے گلستان سدابہار سے سیراب ہونے اور دامن مراد بھرنے کے لئے نہ صرف عوام الناس بلکہ بڑے بڑے صاحب جاہ و جلال سلاطین و امراء شہرۂ آفاق علماء و طلباء اور عظیم المرتبت فقراء اور صوفیاء چار دانگ عالم سے جوق در جوق آ آکر سیر شکم اور شاد کام ہو رہے ہیں۔

حضرت بادشاہ دو جہاں جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیریؒ کا خوان کرم اور در فیض اتنا عام اور ایسا وسیع ہے کہ شاہ و گدا، عالم و جاہل، عابد و زاہد بھی اس سے فیضیاب اور بہرہ ور ہو رہے ہیں ۔

ہر جا کہ بود چشمۂ شیریں
مور و ملخ گرد آیند بہم

(ترجمہ) جہاں بھی میٹھے پانی کا چشمہ ہوتا ہے تو اس کی طرف کیڑے مکوڑے اور چھوٹے موٹے حشرات الارض خود ہی کھنچے چلے جاتے ہیں۔

ذیل میں پاک و ہند کے چند ایسے جیّد علماء کرام سے ناظرین کو تعارف کرایا جارہا ہے جن کی علمی حیثیت اور فقہی شہرت محتاج بیان نہیں ہے اور جن کی عظیم شخصیت نہ صرف پاک و ہند بلکہ دنیا بھر میں مُسلّم و مُعتبر ہے اور وہ اصحاب تزکیۂ نفس بصیرت قلبی اور تسکین روح کے لئے اسی مرکز انوار و تجلّیات اور اسی منبع فیوض و برکات سے فیضیاب اور فائز المرام ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح۔

حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند رح۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث رح۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رح

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح۔

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب رح۔

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب رح۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رح۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح

حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رح

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رح

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رح

ذیل میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح بانیٔ دار العلوم دیوبند کی ایک طویل نظم سے چند اشعار کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ مذکورہ حقیقت ناظرین

کے سامنے واضح اور ظاہر ہو جائے۔

الٰہی غرقِ دریائے گناہم | تو می دانی و خود ہستی گواہم
بحقِ نورِ چشمانِ اکابر | علی احمد علاء الدین صابر
بحقِ خواجہ مودود چشتی | کہ سگ راقیض او سازد بہشتی
بحقِ آنکہ شاہِ اولیاء شد | درا و لوپہ گاہ اولیاء شد
بحقِ شاہِ مرداں شیر یزداں | در علمِ لدنی فیض رحماں
علی بن ابی طالب کہ خورشید | بنورِ خاک پائے او در خشید
بکش از اندر ونم الفتِ غیر | بشواز من ہوائے کعبہ و دیر
درونم را بعشق خویشتن سوز | بہ نیر دردِ خود جانِ دلم روز
بچشم لطف اے حکیم تو بر سر | بحالِ قاسمِ بے چارہ بنگر

(مناجات مقبول تالیف حضرت تھانوی صاحب
از صفحہ۲۰۷ تا صفحہ۲۱۱ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

قارئین کرام کے معلومات میں اضافہ کی غرض سے اس حقیقت کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

حضرات علماء دیوبند کا سلسلۂ بیعت یعنی شجرۂ طیبۂ چشتیہ صابریہ قدوسیہ امدادیہ (مندرجہ کتاب مناجات مقبول مطبوعہ تاج کمپنی ۲۰۷ تالیف حضرت تھانوی صاحبؒ) ہمارے مشائخ عظام کے سلسلۂ عالیہ منیرکہ چشتیہ صابریہ مندرجہ کتاب ہذا کے ساتھ حضرت شاہ الشیخ ابو سعید صاحب گنگوہیؒ متوفی یکم ربیع الاول ۱۰۴۳ھ کے ساتھ جا کر مل جاتا ہے۔ حضرات علماء دیوبند کے شیخ طریقت حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ (۱) حضرت شاہ نور محمد صاحبؒ سے (۲) اور وہ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحبؒ سے

(۳) اور وہ حضرت شاہ عبدالباری صاحبؒ سے۔ (۴) اور وہ حضرت شاہ عبدالہادی صاحبؒ سے (۵) اور وہ حضرت شاہ حضرت عضدالدین صاحبؒ سے (۶) اور وہ حضرت شاہ محمد صاحب سے (۷) اور وہ حضرت شاہ محمدی صاحبؒ سے (۸) اور وہ حضرت شاہ مُحِبُّ اللہ صاحبؒ سے (۹) اور وہ حضرت شاہ شیخ ابوسعید صاحب گنگوہیؒ سے بیعت ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل علماء کرام کی خصوصی توجّہ کے لئے اس باب کو کتاب ہذا میں شامل کیا گیا ہے۔ تاکہ اُنہیں اپنے سلف صالحینؒ کا تصوّف کے بارہ میں صحیح مسلک معلوم ہو اور اس منہاج پر اُنہیں چلنے کی توفیق ارزانی ہو۔

وَاللّٰہُ المُوَفِّقُ وَالمُعِینُ

حق حق حق

مظاہرِ تجلّیاتِ ذاتیہ

کلامِ معجز نظام حضرت قطبِ ربّانی محبوبِ سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی حسنی و حسینی غوثِ پاک قطبِ عالم رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ بے حجابانہ در آ از درِ کاشانۂ ما	کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما
۲۔ گر بیائی بر سرِ تربتِ ویرانۂ ما	بینی از خونِ جگر آب شدہ خانۂ ما
۳۔ فتنہ انگیز مشو کاکلِ مشکیں مکشا	تابِ زنجیر ندارد دلِ دیوانۂ ما
۴۔ مرغِ باغِ ملکوتیم دریں دیر خراب	میشود نورِ تجلیِ خدا دانۂ ما
۵۔ گر نکیر آید و پرسد کہ بگو ربِ تو کیست	گویم آنکس کہ ربود دلِ دیوانۂ ما
۶۔ شکر للہ کہ نمردیم رسیدیم بدوست	آفریں بر ایں ہمتِ مردانۂ ما

۷۔ محی بر شمعِ تجلّی جمالش می سوخت
دوست می گفت زہے ہمتِ مردانۂ ما

(۱) (ترجمہ) اے میرے محبوب آپ میری کٹیا میں بے روک ٹوک اور کھلے بندوں قدم رنجہ فرمائیے اس لئے کہ ہمارے گھر میں آپ کے دردو غم اور سوز و گداز کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

۲۔ اے حبیب اگر آپ کسی وقت میری ویران قبر پر تشریف لائیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ میرے خونِ جگر سے تمام گھر پانی ہی پانی

ہو چکا ہے۔

۳۔ اے محبوب آپ اپنے حسنِ جمال کو برملا دکھا کر ہمارے لئے فتنہ برپا نہ کیجئے، اور اپنے خوشبودار بالوں کو ہوا میں نہ لہرایئے کیونکہ میرا دیوانہ دل آپ کا غلام بے دام ہو چکا ہے۔ اور مزید زنجیر کے بوجھ اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتا۔

۴۔ یہ دنیائے بے ثبات ہمارا مقام نہیں ہے، ہم عالم ملکوت کے مکیں ہیں، ہماری غذا اور ہماری خوراک انوار اور تجلیات ربانی ہی ہو سکتی ہیں۔

۵۔ اگر منکر نکیر فرشتے میرے پاس آئیں اور پوچھیں کہ تیرا رب کون ہے، تو میں کہہ دونگا کہ میرا ربّ وہ شخص ہے جو میرے دلِ کو لے اڑا ہے۔

۶۔ خدا کا شکر ہے کہ مرنے سے پہلے پہلے ہمیں دوست کا وصال نصیب ہوگیا ہے۔ ہماری یہ ہمت مردانہ صد آفرین کے لائق ہے۔

۷۔ محی الدین اپنے محبوب حقیقی کے جمال اور اسکے انوار و تجلیات کی شمع پر پروانہ کی طرح جلتا رہا۔ اور شمع تجلیات پر ایسا جاں نثار اور قربان ہوا کہ دوست بھی ہماری ہمت مردانہ پر آفرین صد آفرین کہنے لگا۔

حضور غوث الثقلینؓ کا بلند پایہ کلام کہاں اور اس روسیاہ کی تحریر کہاں ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

صرف ناظرین کی کسی قدر سہولت کے لئے اپنی ادنیٰ فہم کے مطابق ترجمہ پیش

کیا گیا ہے اس جسارت پر ہزار بار معذرت۔

کلام معجز نظام حضور شیخ الاسلام حضرت فریدالدین گنج شکر بابا صاحب مسعود العالمین قطب عالم اغیاث ہند رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ من نیم واللہ یاراں من نیم — جانِ جانم سِرِ سِرم تن نیم

۲۔ نورِ پاکم آمدہ در مشت خاک — کور چشماں را ولے روشن نیم

۳۔ نورِ نورم نورِ نورم نورِ نور — من چراغ و پنبہ روغن نیم

۴۔ من ولیم من علیم من نبی — جم نیم رستم نیم بہمن نیم؟

۵۔ ایں ہمہ عالم زمن روشن شدہ ست — آفتابم ذرہ روزن نیم

اوست اندر سِرِ من ظاہر شدہ
من نیم مسعود واللہ من نیم!

(حقیقت گلزار صابری)

(ترجمہ) (۱) اے دوستو میں فنا فی الذات کے مقام پر پہنچ کر اس باللہ ہو چکا ہوں، بخدا میری ہستی کا نام و نشان باقی نہیں ہے۔ یوں سمجھئے کہ میں تو جان کی جان اور رازِ الٰہی کا راز ہوں، جسم کی نہیں ہوں۔

(۲) میرے جسمِ خاکی میں نورِ پاک جلوہ گر ہے، لیکن ہزار افسوس کہ بد باطن لوگ میرے انوار کو نہیں دیکھ سکتے۔

(۳) میں تو نور ہوں نورٌ علیٰ نور ہوں۔ اور نورِ مطلق ہوں، میں نہ چراغ ہوں نہ اُس کے لئے روئی ہوں اور نہ چراغ کا روغن ہوں۔

۴۔ میں ولی ہوں، میں علی ہوں، میں نبی ہوں، میں جم نہیں ہوں رستم نہیں ہوں اور بہمن نہیں ہوں۔

۵۔ یہ تمام کائنات میرے ہی نور سے روشن ہوئی ہے۔ میں تو آفتاب تاباں ہوں۔ اور ذرہ بے حقیقت تو نہیں ہوں۔

۶۔ وہی ذاتِ بحت میری روح رواں میں جلوہ گر ہے۔ اے مسعود بخدا میں اُس ذات حق کے سوا کچھ بھی نہیں ہوں۔

کلام معجز نظام حضرت پادشاہِ دو جہاں جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر

کلیریؒ ختم اللہ الارواح سلطانُ الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ ما عاشقِ کوئے مُصطفےٰ ایم	ما مست ز بُوئے مُصطفےٰ ایم
۲۔ از روزِ ازل ز لطفِ یزداں	ما روئے بسوئے مُصطفےٰ ایم
۳۔ ہر کس کہ بمار سید ناجی ست	ما چشمۂ جُوئے مُصطفےٰ ایم
۴۔ روشن دو جہاں زجلوۂ ماست	ما مظہر خُوئے مُصطفےٰ ایم
۵۔ از ما بطلب تو آبِ حیواں	ما آب سبُوئے مُصطفےٰ ایم
۶۔ ایں سلسلہ را بجاں خریدم	ما عاشقِ موئے مُصطفےٰ ایم

صابر چو قطب کجا بجنبید
اُفتادہ بکوئے مُصطفےٰ ایم

(ارمغانِ صابرؒ)

(ترجمہ) (۱) ہم تو حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور دل دادہ ہیں ہم تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم اطہر کی

بُو کے مست اور متوالے ہیں۔ (رزقنا اللہ منہ بفضلہ)

۲- اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے روزِ ازل سے ہی ہماری نگاہوں کا مرکز اور ہماری تمناؤں کا منتہیٰ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

۳- جو شخص کے ہمارے تک پہنچ گیا اُس کے لئے نجات کا سامان ہو گیا۔ اس لئے کہ ہم حضرت شفیع المذنبین حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بحرِ کرم کا چشمہ ہیں، جس سے ہر پیاسے کو بقدرِ ظرف سیراب کیا جاتا ہے۔

۴- دونوں جہاں ہمارے جلووں سے روشن ہیں۔ اس لئے کہ ہم حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت کشف الدجیٰ کے مظہرِ تام ہیں، ہماری ذات سے کائنات کا ذرّہ ذرّہ منوّر اور روشن ہے۔

۵- اے وہ سالک جو کہ آبحیات کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے، یہ آبِ حیات تو ہم سے طلب کر۔ کیونکہ ہم حضور علیہ السلام کے مٹکے کا پانی ہیں، آبِ حیات وہی پانی ہے جو کہ حضور علیہ السلام کا مستعمل پانی برتن میں موجود ہے۔

۶- اس طریقت کے سلسلۂ عالیہ یعنی سلسلۂ چشتیہ کو ہم نے جان دے کر خریدا اور حاصل کیا ہے۔ یہ سلسلہ عشق و محبت سے حاصل ہوتا ہے اور ہم حضور علیہ السلام کے مُوئے مبارک کے عاشقِ صادق ہیں۔

۷- عشق و محبت کے بارہ میں صابر کی حالت تو اُس قطب کی طرح

ہے جس نے اپنی جگہ سے کبھی حرکت نہ کی ہو، نہ کبھی رنگ بدلا ہو۔ اِس لئے کہ ہم حضور علیہ السلام کے کُوچہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں سے نہ اُٹھیں گے اور نہ اُٹھائے جائیں گے، عشقِ الٰہی اور محبتِ رسول میں ثبات اور دوام حاصل ہے۔

—۲—
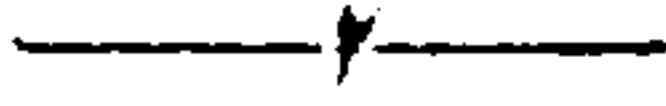
۱- ما عاشقِ ظہورِ جمالِ محمدیم — سرمست از شرابِ وصالِ محمدیم

۲- از آفتابِ حشر نداریم غم کہ ما — در زیرِ ظلِّ مہرِ جلالِ محمدیم

۳- اہلِ سلامتیم ازاں رو ز صدقِ دل — در قول و فعل مائلِ بحالِ محمدیم

۴- از بہر کارسازیٔ ما ایں قدر بس است — کز صدق خاک پائے بلالِ محمدیم

۵- از من مجز محبتِ آلِ نبی مجو — ما مصدرِ محبّتِ آلِ محمدیم

۶- صابر ز فرق تا بقدم گشتہ ایم گوش
از ذوق در ہوائے مقالِ محمدیم

(ارمغانِ صابرؒ)

(ترجمہ) (۱) کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں جمالِ محمدی کو ظاہر و باہر دیکھ کر ہم اُس پر عاشق ہو گئے ہیں، اور وصالِ محمدی کے نشۂ شراب میں ہم سرمست اور مدہوش ہیں۔

۲- میدانِ محشر میں سورج کی تپش اور اس کی گرمی کا ہمیں کچھ غم اور فکر نہیں ہے اس لئے کہ ہم حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے لطفِ کرم اور عظمت و جلال کے آفتاب کے زیرِ سایہ پناہ گزیں ہیں۔

۳- چونکہ ہم صدقِ دل سے حضور پُر نور حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ

علیہ وسلم کے احوال، اقوال اور افعال کی طرف مائل اور متوجہ ہیں اس لئے ہمیں ہر طرف سے سلامتی نصیب ہے۔

۴۔ ہمارے تمام کاموں کی انجام وہی اور تمام مشکلات کے حل کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی خاکپا ہیں، ماشاءاللہ۔

۵۔ اے طالب! آل نبی اور آل محمد کی محبت کے بغیر محمد سے کوئی بات طلب نہ کر، کیونکہ ہم آل محمد کی محبت و مؤدت کے سرچشمہ ہیں۔ صَلَوَاتُ اللهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن۔

۶۔ اے صابر حضور نبی کریم رحمت عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دہن مبارک سے کلام پاک سننے کے لئے از سر تا پا ہم تو کان ہی کان بنے ہوئے ہیں، ہم تو سراپا انتظار اور سراپا گوش ہیں۔

—— ۳ ——

۱۔ نور چشمانِ من ظہور علی ست	مایۂ جانِ من ظہور علی ست
۲۔ از ازل تا ابد ز روئے یقین	جانِ جانانِ من ظہور علی ست
۳۔ تو نگہدار یارب از آفات!	زیب بستانِ من ظہور علی ست
۴۔ روز محشر اگر مرا پرسند!	سِرِ ایمانِ من ظہور علی ست
۵۔ بخش یارب مرا ز لطف قدیم	نور برہانِ من ظہور علی ست
۶۔ بخدا کہ خالق دلہا ست	سر و سامانِ من ظہور علی ست
۷۔ در چمن زارِ گلشنِ احمد	گل و ریحانِ من ظہور علی ست
۸۔ چشم غیر از کجا تواند دید	زیر دامانِ من ظہور علی ست
۹۔ در گلستانِ مصطفٰے دیدم	گلِ خندانِ من ظہور علی ست

۱۰- نظم سوئے مہرِ ماہ نگاہ — شمع تابانِ من ظہورِ علی ست

۱۱- تحت جان و فواد اے صابرؔ!
گوہرِ کانِ من ظہورِ علی ست

(ارمغانِ صابرؒ)

(ترجمہ) (۱) میری دونوں آنکھوں کا نورِ علیؓ کا ظہور ہے۔ اور میری جان کا سہارا علیؓ کا ظہور ہے۔

۲- بلاشبہ ازل سے میرا عقیدہ یہی رہا ہے کہ میرے محبوب کی جان بھی حضرت علیؓ کا ظہور ہے۔

۳- اے اللہ مجھے ہر بلا و ہر آفت سے محفوظ رکھ، کیونکہ میرے گلستان کی زیب و زینت علیؓ کا ظہور ہے۔

۴- قیامت کے روز اگر مجھے پوچھیں گے کہ تیرے پاس کونسی نیکی ہے تو وہ دیکھیں گے کہ میرے ایمان کا سرمایہ علیؓ کا ظہور ہے۔

۵- اے مولیٰ کریم اپنے لطفِ ازلی کے طفیل مجھے معاف فرما۔ میرے لئے برہان، نور اور دلیل علیؓ کا ظہور ہے۔

۶- اُس خدا کی قسم جو دلوں کو پیدا کرنے والا ہے میرا سر و سامان اور میری کُل کائنات علیؓ کا ظہور ہے۔

۷- حضور پُرنور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلستانِ سدا بہار ہیں میرے لئے پھول اور میرے لئے باعثِ راحتِ قلبی وہ علیؓ کا ظہور ہے۔

کورِ چشم اور غیر حق کو دیکھنے والا اِس راز کو کب دیکھ سکتا ہے۔

میرے دامن، میرے جسم و جان اور میرے تن و بدن کے پردہ میں علیؑ کا ظہور ہے۔

۹۔ حضور پر نور حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے گلستان پر بہار میں میں نے دیکھا ہے۔ میرے لئے ہنستی ہوئی کلی اور مہکتا ہوا پھول علیؑ کا ظہور ہے۔

۱۰۔ میں سورج اور چاند کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا ہوں۔ اس لئے کہ میرے پاس ہمیشہ چمکنے والی شمع علیؓ کا ظہور ہے۔ علیؑ کی روشنی اور علیؑ کی چمک دمک میرے لئے کافی ہے۔

۱۱۔ اے صابرؔ جان و دل کی گہرائیوں کی طرف دیکھئے۔ میری کان کا قیمتی موتی علیؑ کا ظہور ہے۔

۱۔ من ز سودائے محبت والا و دیوانہ ام	عاشقِ شوریدہ سر محوِ رخ جانانہ ام
۲۔ قبلہ گویم یا پیمبر یا خدا یا مصطفےٰ	استیلائے شوقِ بسیار است من دیوانہ ام
۳۔ من بہ قربانت شوم اے ساقیِ بادہ فروش	از شرابِ بیخودی لبریز کن پیمانہ ام
۴۔ عشقِ آں پری رو جانِ صابرؔ سوختہ	من نہ دانم شمع ام یا شمع را پروانہ ام

(ارمغانِ صابریؒ)

(ترجمہ) (۱) میں اپنے پیر و مرشد کی محبت اور اس کے خیال میں دیوانہ ہوگیا ہوں۔ میں تو ایک پریشان حال اور پراگندہ خیال اپنے محبوب کے روئے منور کی دید میں محو اور سرمست عاشق ہوں۔

۲۔ میں اپنے پیر و مرشد حضور مسعود العالمین گنج شکرؒ کو اپنے لئے قبلہ و کعبہ کہوں یا پیغمبر کہوں، اور انہیں خدا کہوں یا رسول خدا محمد

مصطفےٰ کہوں۔ حضور کی محبت نے مجھ پر شدید غلبہ پا لیا ہے۔ اور حضور کی محبت میں دیوانہ ہو گیا ہوں۔

۳۔ اے شرابِ عشق پلانے والے اور اے شرابِ معرفت بیچنے والے محبوب میں تیرے قربان جاؤں۔ خدارا میرے پیالے اور میرے پیمانے کو ایسی شرابِ ناب سے پُر کر دے جو مجھے سرمست، بیخود اور بدمست کر دے۔

۴۔ اُس حُسنِ جمال کے پیکر کے عشق و محبت نے صابر کی جان کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ اب مجھے اس امر کی خبر نہیں کہ میں خود شمع ہوں جو اپنے آپ پر جان قربان کر رہاں یا شمع پر جان قربان کرنے والا پروانہ ہوں۔

—— ۵ ——

۱۔ امروز شاہِ شاہاں مہماں شدہ ست مارا	جبریل با ملائک درباں شدہ ست مارا
۲۔ در محفلِ گدایاں مرسل کجا بہ گنجد؟	بے برگ و بے نوائے ساماں شدہ ست مارا
۳۔ در جلوہ گہِ وحدت کثرت کجا بہ گنجد؟	ہر ذرہ ہزار عالم یکساں شدہ ست مارا
۴۔ ما خانۂ جہاں را بسیار سیر کردیم	اے شیخ بُت پرستی ایماں شدہ ست مارا
۵۔ احمد بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام ست	ہر دم رضا جاناں رضواں شدہ ست مارا

(ارمغان صابریؒ)

(ترجمہ) (۱) آج انعاماتِ الٰہی اور کرمہائے ربانی کا کیا خوب موقع ہے کہ حضور سید الاولین و الآخرین سیدِ وُلدِ آدم فخرِ موجودات بادشاہوں کے بادشاہ حبیبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ (فداہ اَرواحُنا) صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں مہمان اور فرد کش ہوئے ہیں

اور اس شہنشاہِ عالی مقام کی آمد پر آپ کے استقبال اور آپ کے خیر مقدم کے لئے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہزار ہا فرشتوں کے ساتھ اس فقیر کی کٹیا پر دربانی کی خدمات انجام دیتے رہے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم صلے اللہ علیہ وسلم، صلے اللہ علیہ وسلم)

۲ - فقراء کی جھونپڑی اور گدایان کی کٹیا میں وہ عظیم المرتبت اُولو العزم رسول کیسے نزول اجلال فرما سکتے ہیں اُن کے شایانِ شان ہمارے پاس ہے ہی کیا۔ عجز اور بے سروسامانی کے سوا ہمارے پاس اُن کے لئے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳) وحدت کی جلوہ گاہ میں کثرت کیسے سما سکتی ہے۔ وحدت کا ایسا غلبہ ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم ہمارے لئے یکساں ہو چکے ہیں۔

۴ - ہم نے روئے زمین کی خوب سیر کی ہے اور اس کی خوب چھان بین کی ہے اے ظاہر پرست واعظ ہمارے لئے تو ایک بُت کی پوجا ہی دین وایمان بن چکی ہے۔

۵ - اے احمد عاشقانِ الٰہی کے لیئے جنت و دوزخ دونوں کی طلب حرام ہے۔ اُنہیں صرف اپنے محبوب کی رضا اور اس کی خوشنودی ہی مطلوب و مقصود ہوتی ہے۔

صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ آمین ثم آمین

۶

۱ - لطف کن لطف یا معین الدین	تو ئی مشکل کشا معین الدین
۲ - اوفتادہ ام بصد ہزار امید	بر درت بینوا معین الدین
۳ - بجز از کس نیست دستگیری کن	ساز بر پا مرا معین الدین

۴ - من ندانم بجز کرم بایست درجہاں آشنا معین الدین
۵ - ہست درکار خانۂ لطفت گنج ہائے دوا معین الدین
۶ - خبر تو نیست کس آشکار و نہاں در مقامِ بقا معین الدین
۷ - یافتم من ترا بہر دو سرا سوئے حق رہنما معین الدین
۸ - کے گذارم ز دست دامنِ تو یافتم مدعا معین الدین
۹ - ہست از جلوۂ رخ خوبت ہر دمہ را ضیا معین الدین
۱۰ - یافت صابرؔ ترا ز صدق یقین
سرورِ اولیاء معین الدین

(ارمغانِ صابرؔ)

(ترجمہ) (۱) اے حضرت خواجۂ خواجگان حضور خواجہ معین الدین! مجھ پر کرم کیجئے، مہربانی فرمائیے، کیونکہ اے حضور خواجہ صاحب آپ ہی تو مشکل کشا ہیں۔

۲ - اے حضرت خواجہ معین الدین! میں تو ایک عاجز و بے کس ہزاروں امیدیں لے کر آپ کے درِ فیض پر پڑا ہوں، للہ کرم کیجئے۔

۳ - اے حضرت خواجہ معین الدین! آپ کے سوا میرے لئے کوئی مددگار نہیں ہے، خدارا مجھے پاؤں پر کھڑا کر دیجئے۔

۴ - اے حضرت خواجہ معین الدین! آپ کے لطف و کرم کے سوا دونوں جہاں میں میرا کوئی آشنا نہیں ہے۔

۵ - اے حضور خواجہ صاحب! میں بیمار ہوں اور حضورِ عالی کے لطف و کرم کے خزانے دواؤں سے بھرپور ہیں۔

۶ - اے حضور خواجہ صاحب! مقامِ بقا میں جب میں نے دیکھا تو ظاہر

و باطن میں آپ کے سوا مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔

۷۔ اے حضور خواجہ معین الدین صاحب! میں نے حضور کو دونوں عالم میں اُس ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رہنما پایا ہے۔

۸۔ اے حضور خواجہ صاحب! جب مجھے آپ کی بارگاہ سے اپنا مدّعا مل گیا ہے تو پھر میں آپ کا دامن کیسے چھوڑ دوں۔

۹۔ اے حضور خواجہ صاحب! آپ نُورِ حق کے مظہرِ اتم ہیں۔ آپ کے رُخِ پُرنور کے جلووں سے سورج اور چاند کو روشنی ملی ہے۔

۱۰۔ اے حضور خواجہ صاحب! علاء الدین علی احمد صابر نے صمیم قلب اور صدقِ دل سے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے کہ آپ تمام اولیاء اللہ کے سردار ہیں۔

— ۷ —

۱۔ من آمدم بہ پیشِ تو سلطانِ عاشقاں — ذاتِ تو ہست قبلۂ ایمانِ عاشقاں

۲۔ در ہر دو کون جز تو کسے نیست دستگیر — دستم بگیر از کرم اے جانِ عاشقاں

۳۔ از ہر طرف بخاکِ درت سر نہادہ ام — یک لحظہ گوش نہ تو بر افغانِ عاشقاں

۴۔ از خنجرِ نگاہِ تو مجروح عالمے — شد لطفِ روح بخشِ تو درمانِ عاشقاں

۵۔ کوئے تو ہست غیرتِ جنت بصد شرف — حسن و جمالِ روئے تو بستانِ عاشقاں

۶۔ صابر بخاکِ کوئے تو سر بر نہادہ ست — زاں رو کہ ہست کوئے تو سامانِ عاشقاں

(ارمغانِ صابرؒ)

(ترجمہ) اے حضرت فریدالدین گنج شکر! اے عشاق کے پادشاہ میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں۔ اس لئے کہ آپ کی ذات گرامی عاشقوں کے لئے قبلہ و کعبہ ہے۔

۲۔ اے فریدالدین اے جانِ عاشقاں! خدارا میری دستگیری کیجئے، کیونکہ دونوں جہاں میں آپ کے سوا میرا کوئی دستگیر نہیں ہے۔

۳۔ میں نے ہر طرف سے منہ موڑ کر آپ کے درِ دولت پر اپنی جان و تن کو لا گرایا ہے۔ خدارا ایک لمحہ کے لئے عاشقوں کی آہ و بکا اور گریہ وزاری کو سماعت فرمایئے۔

۴۔ اے فریدالدین! اے حُسن و جمال کے پیکر آپ کی نگاہ کی تلوار سے بے شمار مخلوق مجروح اور نیم بسمل تڑپ رہی ہے، ان عاشقانِ زار کے لئے آپ کے روح پرور کلمات ہی جان بخش اور درماں ہیں۔

۵۔ اے حضرت گنج شکر! آپ کے در و دیوار اور آپ کی گلی و کوچہ کو جنت الفردوس پر ہزاروں گنا شرف و برتری حاصل ہے۔ آپ کا حُسن و جمال اور آپ کا روئے انور عشاق کے لئے جنت اور باغ ہے۔

۶۔ اے حضرت فریدالدین گنج شکر مسعود العلمین! آپ کے کوچہ کی خاکِ پاک پر صابر نے اس لئے سر رکھ دیا ہے کہ یہ کوچہ عاشقوں کے لئے زندگی کا سر و سامان اور حیات کے لئے سہارا ہے۔

کلام معجز نظام حضرت مشکل کشا بندگی شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی قطب عالم

۱۔ آستیں بر رُخ کشیدی ہمچو مکار آمدی
یا خودی خود در تماشائے بازار آمدی

۲۔ خویشتن را جلوہ کردی اندریں آئینہ ہا
آئینہ ہا اِسم نہادی خود باظہار آمدی

۳۔ در بہاراں گل شدی صحنِ گلزار آمدی
بعد ازاں بلبل شدی با نالہ و زار آمدی

۴۔ شورِ منصور از کجا و دارِ منصور از کجا
خود زدی بانگ انا الحق خود سرِ دار آمدی

۵۔ گفت قدوسی فقیرے در فنا و در بقا — خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

۶۔ گاہ مجنوں گشتہ و از ننگ و ناموس آمدی — صورت لیلیٰ شدی با خویش محبوس آمدی

۷۔ نوش صنم در بت کدہ پیش برہمن گشتہ — با طواف حاجیاں در کعبہ ملبوس آمدی

۸۔ گہ در خلوت سر شدی با حجاب دلبری — گہ شدی بیمار عشق از نبض محسوس آمدی

۹۔ گہ شدی سلطان گہے بد روئی کار عبث — گشتہ میر ذوالفلک از شان جاسوس آمدی

۱۰۔ گفتہ اوّل انا الحق باز عبد الحق شدی
خود شدی قدوس باز عبد قدوس آمدی

(ترجمہ) (۱) اے دوست بہلہ سازوں کی طرح تو اپنی آستین کو اپنے روئے انور پر ڈال کر اپنے حسن و جمال کا خود مشاہدہ کرنے کے لئے تو خود بازار میں نکلا ہے۔

۲۔ دنیا کے ان آئینوں میں خود تو نے اپنی جلوہ نمائی کی ہے۔ ان آئینوں کا محض نام ہی نام ہے، تو نے خود اپنے جمال جہاں آرا کو ظاہر کرنے کی ٹھانی ہے۔

۳۔ موسم بہار میں تو خود ہی پھول بنا اور پھر باغ کے احاطہ میں تو آموجود ہوا۔ اس کے بعد تو خود ہی بلبل حزیں بن کر گلشن کی بربادی پر آہ و بکا کرنے لگا۔

۴۔ حضرت شاہ منصورؒ کا شور کیسا اور ان کا دار پر چڑھ جانا کیسا؟ یہ تو محض بات ہی بات تھی۔ تو نے خود ہی تو "انا الحق" کا نعرہ لگایا اور خود ہی دار پر چڑھ گیا۔

(۵) عبدالقدوس فقیر نے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بارہ میں یوں کہا ہے کہ تو خود ہی تو آزاد تھا اور خود ہی آ کر گرفتار ہو گیا۔

۶۔ اے محبوب! تو نام و ننگ کی پرواہ کرتے ہوئے کبھی مجنوں کی شکل میں آ موجود ہوا اور کبھی لیلیٰ کی صورت میں قید ہو کر اپنے آپ کو عوام کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔

۷۔ کبھی بت کدہ میں برہمن کے سامنے تو ایک خوبصورت مورتی بن کر آ موجود ہوا۔ اور کبھی خانہ کعبہ میں حاجیوں کے ساتھ ان کا سا لباس پہن کر جا موجود ہوا۔

۸۔ کبھی تنہائی کے مقام میں دلبری کے حجاب کے اندر تو آ موجود ہوا۔ اور کبھی ایسا بیمارِ عشق ہوا جس کی مرضِ عشق نبض سے محسوس ہونے لگی۔

۹۔ کبھی تو بادشاہ بنا اور کبھی دیہاتی کا روپ تو نے دھارا، اور کبھی میرِ کارواں ہوا اور کبھی بے فائدہ جاسوس بن کر وہاں آ موجود ہوا۔

۱۰۔ اوّل تو نے خود ہی انا الحق کہا پھر تو عبد الحق بن گیا۔ خود تو قدوس ہوا اور پھر تو عبد القدوس آ ظاہر ہوا۔

کلام معجز نظام حضرت امیر خسرؒو دہلوی

زحالِ مسکیں مکن تغافل ورائے نیناں بنائے بتیاں
نہ تابِ ہجراں، نہ دارم اے جاں! نہ لے ہو کاہے لگا چھتیاں

شبانِ ہجراں دراز چوں زلف و روزِ وصلت چو عمر کوتاہ!
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں، تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

چو شمعِ سوزاں، چو ذرہ حیراں، ہمیشہ گریاں بعشقِ آں ماہ
نہ نیند نیناں نہ انگ چیناں، نہ آپ آویں، نہ بھیجیں، پتیاں

یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکیں
کسے پڑی ہے جو جا سناوے ہمارے پی کو ہماری بتیاں

بحق روزِ وصال دلبر کہ داد مارا فریب خسرو
دُر آئے راکھوں سمیت ساجن جو کہنے پاؤں دو بول بتیاں

حق حق حق

شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ

اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ

یہ شجرہ شریف ان محترم حضرات اور اُن خوش نصیب اصحاب کے لئے ہے جنہوں نے میرے مخدوم ہادیٔ برحق سیدی و سندی، مرشدی و مولائی، ملجائی و ماوائی حضرت خواجہ نعمت المحبوب المقصود حضور سرکار نعمت اللہ صاحب نعمتِ حق صابری و قادری قطبُ القلندر مدظلہ العالی کے دستِ حق پرست پر بیعتِ توبہ و انابت کی ہے۔

متلاشیانِ حق اور طالبان ہدایت کے لئے اس حقیقت کا اظہار موجب برکات اور باعثِ حسنات ہوگا کہ میرے مخدوم حضور قبلہ گاہی حضرت صابری صاحب اَدَامَ اللّٰہُ فُیُوۡضَہُمۡ مَجۡمَعُ الۡبَحۡرَیۡنِ[1] ہیں۔

سلسلۂ عالیہ منبرکہ چشتیہ صابریہ اور سلسلۂ عالیہ منبرکہ چشتیہ صابریہ قادریہ ہر دو سلاسل کے فیوض و برکات اور انوار و حسنات کے بحر ہائے ناپیدا کنار اطراف و اکناف عالم میں سالکانِ طریقت اور راہروانِ حقیقت کی رُشد و ہدایت کے ذرائع اور ان کے سکون و طمانیت کے سامان فراہم کرتے ہوئے اپنے انمول لئالیٔ و جواہر کو اقصائے عالم تک بکھیرتے ہوئے حضور مخدوم قبلہ گاہی حضرت صابری صاحب مدظلہ العالی کی ذاتِ گرامی میں جمع ہو جاتے ہیں۔

---

[1] دو دریاؤں کا سنگم

اور ان بزرگان سلاسل کے فیوض و برکات کے چشمے اور ان سے بہنے والے سلوک و عرفان کے دریا حضور صابری صاحب زید مجدہم کے وجود پر جود سے خوب موجزن اور جاری و ساری ہیں۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس چشمۂ فیض و سخا اور اس منبع جود و عطا کو تا دور قیامت قائم و دائم اور جاری و ساری رکھیں، اور مجھے اور تمام برادران طریقت کو اس نعمت عظمیٰ سے سیراب اور مالا مال فرمادیں حضور عالی سے محبت و عقیدت میں ترقی اور استقامت نصیب کریں۔ اور عالم آب و گل کی اس وادیٔ پرخار کو حضور انور کی غلامی میں آسانی سے طے کرنے کی توفیق بخشیں، اور اپنے حضرات چشتیہ صابریہ اور چشتیہ قادریہ قدس اللہ اسرارہم کی نظر کرم اور توجہ باطنی سے فیضیاب اور بہرہ ور کریں۔ آمین

از من و عا واز جملہ جہاں آمین باد

حافظ عبید اللہ صابری

حقّ حقّ حقّ

یا معین الحقّ والدّین

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم
خاکے شوم و زیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ ز کونین توئی
از بہر تو میرم و برائے تو زیم

اے حضور غریب نواز! میری یہ دلی آرزو ہے کہ میں آپ کی رضا مندی میں زندگی بسر کروں، اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ خاک بن کر حضور عالی کے قدموں کے نیچے زندگی گذاروں۔ دنیا و آخرت میں حضور انور کی ذات گرامی ہی میرا مطلوب و مقصود ہے۔ حضور کے لئے میری جان قربان ہے اور حضور اقدس کی محبت میں زندگی بسر کرنا مجھے محبوب ہے۔

نظر کرم کا محتاج

حافظ عبید اللہ صابری

حقّ حقّ حقّ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

شجرہ عالیہ متبرکہ چشتیہ صابریہ

بحکم حضرت بادشاہِ دوجہاں جناب مخدوم مولائی و مرشدی، ملجائی وماوائی منبع العلوم معدن العشق چشمۂ فیوض حضرت خواجہ نعمت المحبوب المقصود سرکار نعمت اللہ صاحب نعمتِ حق۔ قطب القلندر صابری لالہ موسوی مدظلہ العالی۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی حضرات مشائخ عظام	تاریخ وصال - مدفن و ملک
۲	حضرت پادشاہ دوجہاں جناب مخدوم قبلۂ حاجات کعبہ مرادات حضرت شاہ محبوب المقصود قبلہ محبوبِ عالم صاحب صابری	۷ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ چھاپانوالی شریف۔ ضلع شیخوپورہ (پاکستان)
۳	حضرت پادشاہ دوجہاں جناب مخدوم حضرت شاہ مقصود حسن صاحب صابری قطب القلندر	۱۰ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ ڈھپئی شریف نزد پسرور۔ ضلع سیالکوٹ (پاکستان)
۴	حضرت پادشاہِ دوجہاں جناب مخدوم حضرت شاہ محمد حسن صاحب صابری صاحبِ حق۔ شہنشاہِ ولایت	۲۵ شعبان ۱۳۱۰ھ رامپور شریف (بھارت)

	مجدد الوقت، معشوق الٰہی قطبِ عالم	
۵	حضرت شاہ محمد امیر شاہ صاحب قطب الارشاد	٢٣ صفر سنہ ١٢٩٠ھ رام پور شریف (بھارت)
۶	حضرت شاہ میاں غلام شاہ صاحب۔	٧ جمادی الآخر سنہ ١٢٤٣ھ رامپور شریف (بھارت)
۷	حضرت شاہ عبد الکریم شاہ صاحب	٢ شعبان سنہ ١٢٠٦ھ رام پور شریف (بھارت)
۸	حضرت شاہ عنایت حبیبؒ صاحب	۵ رمضان سنہ ١١٩٠ھ بہلول پور شریف (بھارت)
۹	حضرت میراں سید بھیک شاہ صاحب	۵ رمضان سنہ ١١٦٩ھ کھڑام شریف (بھارت)
١٠	حضرت شاہ ابو المعالی شاہ صاحب	١١ ربیع الاول سنہ ١١٦٠ھ انبیٹھہ شریف (بھارت)
١١	حضرت شاہ شیخ داؤد صاحب گنگوہی	٦ رمضان سنہ ١١٠٠ھ گنگوہ شریف (بھارت)
١٢	حضرت شاہ شیخ محمد صادق صاحب گنگوہی	١٥ محرم الحرام سنہ ١٠٥٣ھ گنگوہ شریف (بھارت)
١٣	حضرت شاہ شیخ ابو سعید صاحب گنگوہی	یکم ربیع الاول سنہ ١٠٤٣ھ گنگوہ شریف (بھارت)
١٤	حضرت شاہ شیخ نظام الدین صاحب بلخی۔	٧ رجب سنہ ١٠١٧ھ بلخ بخارا

نمبر	نام	تاریخ و مقام
۱۵	حضرت شاہ شیخ جلال الدین صاحب تھانیسری	۱۵ ذوالحجہ ۹۸۹ھ تھانیسر شریف (بھارت)
۱۶	حضرت مشکل کشا بندگی شاہ عبد القدوس صاحب گنگوہی قطب عالم	۲۳ جمادی الآخر ۹۴۵ھ گنگوہ شریف (بھارت)
۱۷	حضرت شاہ شیخ محمد جیو صاحب	۱۴ شعبان ۸۹۸ھ ردولی شریف (بھارت)
۱۸	حضرت شاہ شیخ محمد عارف جیو صاحب۔	۱۷ صفر ۸۸۲ھ رشدلی شریف (بھارت)
۱۹	حضرت شاہ شیخ نور الحق احمد عبد الحق صاحب ردولوی زندان پیر	۲۵ جمادی الثانی ۸۳۷ھ ردولی شریف (بھارت)
۲۰	حضرت شاہ شیخ جلال الدین صاحب پانی پتی کبیر الاولیاء	۱۳ ربیع الاول ۷۶۵ھ پانی پت (بھارت)
۲۱	حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شمس الارض شاہ ولایت	۱۰ جمادی الآخر ۹۹۶ھ پانی پت (بھارت)
۲۲	حضرت بادشاہ دو جہاں جناب مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر صاحب ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء کلیری۔	۱۳ ربیع الاول ۶۹۵ھ کلیر شریف (بھارت)
۲۳	حضرت شاہ شیخ فرید گنج شکر بابا صاحب مسعود عالم العلمین قطب عالم	۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ پاکپتن شریف (پاکستان)

	اغیاثِ ہند	
٢٤	حضرت خواجہ قطب الدین صاحب بختیار کاکی اوشی اوّلین الارشاح۔	١٤ ربیع الاوّل سنہ ٦٣٤ھ دہلی (بھارت)
٢٥	حضرت خواجہ خواجگان حضور خواجہ معین الدین صاحب چشتی اجمیری شہنشاہ ہند الولی غریب نواز	٦ رجب سنہ ٦٣٣ھ اجمیر شریف (بھارت)
٢٦	حضرت خواجہ عثمان ہارونی صاحب	٦ شوال سنہ ٥٩٩ھ مکّہ شریف (ملک عرب)
٢٧	حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی صاحب۔	١٠ رجب سنہ ٥٢٠ھ شہر زندان (ملک عرب)
٢٨	حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی صاحب	١ رجب سنہ ٥٢٧ھ چشت شریف (ماوراء النہر)
٢٩	حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی صاحب	١٣ رجب سنہ ٤٦٩ھ چشت شریف (ماوراء النہر)
٣٠	حضرت خواجہ محمد زاہد مقبول چشتی صاحب۔	١٥ رجب سنہ ٤١١ھ چشت شریف (ماوراء النہر)
٣١	حضرت خواجہ ابی احمد ابدال اوّلین چشتی صاحب	١ جمادی الاوّل سنہ ٣٥٥ھ چشت شریف (ماوراء النہر)
٣٢	حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی صاحب۔	١٤ محرم الحرام سنہ ٣٥١ھ مقام عکہ (ماوراء النہر)
٣٣	حضرت خواجہ علو ممشاد دینوری صاحب	١٤ محرم الحرام سنہ ٣٣٠ھ۔ مقام دینکا۔

۳۴	حضرت ہبیرۃ البصریؒ	۸ر شوال ۲۹۹ھ مقام ہبیرۃ شریف، نزد بصرہ (ملک عرب)
۳۵	حضرت حذیفۃ المرعشیؒ	۱۴ر شوال ۲۰۳ھ مقام مرعش نزد حذیفہ (عرب)
۳۶	حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی صاحب	۲۲ر جمادی الآخر ۱۶۲ھ کوہ شام (ملک شام)
۳۷	حضرت فضیل بن عیاض صاحب	۳ر ربیع الآخر ۱۸۱ھ مقام جنت المالہ (ملک عرب)
۳۸	حضرت عبدالواحد بن زید صاحب	۱۶ر صفر ۱۷۷ھ مکہ شریف (ملک عرب)
۳۹	حضرت خواجۂ خواجگان حضرت امام حسن بصری صاحب	۱۴ر محرم الحرام ۱۱۰ھ شہر بصرہ (ملکِ عرب)
۴۰	حضرت مولا مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ ۔	۲۱ر رمضان ۴۰ھ نجفِ اشرف (ملکِ عرب)
۴۱	حضرت جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ مدینہ منورہ (ملک عرب شریف)

چالیس واسطے

حق حق حق
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

شجرہ عالیہ متبرکہ چشتیہ صابریہ قادریہ

بحکم حضرت پادشاہِ دوجہاں جناب مخدوم مولائی و مرشدی ملجائی وماوائی منبع العلوم، معدن العشق چشمۂ فیض حضرت خواجہ نعمت المحبوب المقصود سرکار نعمت اللہ صاحب نعمتِ حق قطب الملک صابری وقادری لالہ موسوی مدظلہ العالی۔

تاریخ وصال۔ مدفن و ملک	اسماءِ گرامی حضرات مشائخ عظام	نمبر شمار
۷ر محرم الحرام سنہ ۱۳۴۶ھ چھاپانوال شریف ضلع شیخوپورہ (پاکستان)	حضرت پادشاہِ دوجہاں جناب مخدوم قبلۂ حاجات، کعبۂ مرادات حضرت شاہ محبوب المقصود قبلہ سرکار محبوب عالم صاحب صابری وقادری۔	۲
۱۰ر ذیقعد سنہ ۱۳۶۷ھ ڈھیلی شریف، نزد پسرور سیال کوٹ (پاکستان)	حضرت پادشاہِ دوجہاں جناب مخدوم حضرت شاہ مقصود حسن صاحب صابری وقادری قطب القلندر۔	۳
۲۵ر شعبان سنہ ۱۳۱۰ھ رامپور شریف (بھارت)	حضرت پادشاہِ دوجہاں جناب مخدوم حضرت شاہ محمد حسن صاحب صابری قادری صاحبِ حق شہنشاہِ ولایت مجددُ الوقت معشوقِ الٰہی قطبِ عالم	۴

نمبر	اسمائے گرامی	تاریخ وصال و مزار
۵	حضرت شاہ محمد امیر شاہ صاحب قطب الارشاد	۲۳ر صفر سنہ ۱۲۹۰ھ رام پور شریف (بھارت)
۶	حضرت شاہ میاں غلام شاہ صاحب	۷ر جمادی الآخر سنہ ۱۲۴۳ھ رام پور شریف (بھارت)
۷	حضرت شاہ عبدالکریم شاہ صاحب	۲ر شعبان سنہ ۱۲۰۲ھ رامپور شریف (بھارت)
۸	حضرت شاہ منور علی شاہ صاحب	۱۵ر ربیع الآخر سنہ ۱۱۹۹ھ الہ آباد شریف (بھارت)
۹	حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ صاحب گجراتی	۲۲ر شعبان سنہ ۱۰۶۳ھ احمد آباد شریف گجرات (بھارت)
۱۰	حضرت قطب ربانی غوث صمدانی شیخ محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کریم الطرفین حسنی وحسینی غوث پاک قطب عالم	۱۷ر ربیع الثانی سنہ ۵۶۱ھ بغداد شریف (عرب)
۱۱	حضرت شیخ ابو سعید مبارک بن علی مخزومی صاحب۔	۱۱ر ربیع الثانی سنہ ۵۱۳ھ شہر واسط (ملک عرب)
۱۲	حضرت شیخ ابو الحسن علی بن یوسف قرشی ہنکاری صاحب	۲۵ر محرم الحرام سنہ ۴۸۶ھ شہر ہنکار۔ (ملک عرب)
۱۳	حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی صاحب۔	۵ر محرم الحرام سنہ ۴۶۱ھ شہر طرطوس۔ (ملک عرب)

۱۴	حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز یمنی صاحب۔	۹ رجمادی الآخر سنہ ۴۲۵ھ بغداد شریف (ملک عرب)
۱۵	حضرت شیخ ابوبکر شبلی صاحب	۲۶ ذوالحجہ سنہ ۳۳۴ھ بغداد شریف (ملک عرب)
۱۶	حضرت شیخ جنید بغدادی صاحب	۵ ربیع الاول سنہ ۳۳۵ھ بغداد شریف (ملک عرب)
۱۷	حضرت شیخ سری سقطی صاحب	۳ رمضان سنہ ۲۵ھ بغداد شریف (ملک عرب)
۱۸	حضرت شیخ معروف کرخی صاحب	۲ محرم الحرام سنہ ۲۰۰ھ بغداد شریف (ملک عرب)
۱۹	حضرت امام علی موسیٰ رضا صاحب	۲۱ رمضان سنہ ۲۰۳ھ مشہد مقدس (ملک ایران)
۲۰	حضرت امام موسیٰ کاظم صاحب	۵ رجب سنہ ۱۸۳ھ بغداد شریف (ملک عرب)
۲۱	حضرت امام جعفر صادق صاحب کشف العالمین	۱۵ رجب سنہ ۱۴۸ھ جنت البقیع مدینہ شریف (ملک عرب)
۲۲	حضرت امام محمد باقر صاحب	۷ ذوالحجہ سنہ ۱۱۸ھ جنت البقیع مدینہ شریف، (ملک عرب)
۲۳	حضرت امام زین العابدین صاحب	۱۸ محرم الحرام سنہ ۹۴ھ جنت البقیع، مدینہ شریف (ملک عرب)

نمبر	نام	تاریخ و مقام
۲۴	حضرت امام حسین صاحب شہید دشت کربلا	۱۰ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ کربلا معلی صحراء ماریہ (ملک عرب)
۲۵	حضرت مولا مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ	[illegible]۱ رمضان سنہ ۴۰ھ نجف اشرف (ملک عرب)
۲۶	حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مدینہ شریف (ملک عرب)

پچیس واسطے

حقّ حقّ حقّ

ختمِ خواجگان

درود شریف ۱۱ مرتبہ الحمد شریف مع بسم اللہ ۷ مرتبہ اَلَمْ نشرح مع بسم اللہ ۷۹ مرتبہ

درود شریف ۱۰۰ مرتبہ سورۂ اخلاص مع بسم اللہ ۱۰۰۱ مرتبہ الحمد شریف مع بسم اللہ ۷ مرتبہ

درود شریف ۱۰۰ مرتبہ یَا قَاضِیَ الْحَاجَات ۱۰۰ مرتبہ یَا کَافِیَ الْمُهِمَّات ۱۰۰ مرتبہ

یَا دَافِعَ الْبَلِیَّات ۱۰۰ مرتبہ یَا رَافِعَ الدَّرَجَات ۱۰۰ مرتبہ یَا مُجِیْبَ الدَّعَوَات ۱۰۰ مرتبہ

یَا حَلَّ الْمُشْکِلَات ۱۰۰ مرتبہ یَا شَافِیَ الْاَمْرَاض ۱۰۰ مرتبہ یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ ۱۰۰ مرتبہ

یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۱۰۰ مرتبہ فَسَهِّلْ بِفَضْلِكَ یَا عَزِیْزُ ۱۰۰ مرتبہ

یَا حضرت خواجہ مُعِیْنُ الدین

ایک سو بار ؛

یَا حضرت خواجہ علاؤ الدین

ایک سو بار ؛

یَا حضرت خواجہ شمسُ الدین

ایک سو بار

درود شریف ——— ۱۱ مرتبہ

حق حق حق
یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ

ختم غوثیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱۱۱ بار

درود شریف غوثیہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ مَنْبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِلْمِ وَالْحِکَمِ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ۱۱۱ مرتبہ

سُورۃُ الفاتحہ مع بسم اللہ ۸ مرتبہ

سُورۃُ الاخلاص مع بسم اللہ ۱۱ مرتبہ

سُورۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ مع بسم اللہ ۱۴ مرتبہ

سُورۃ یٰسین مع بسم اللہ ۱ مرتبہ

مشکل کشا حضرت شیخ سید سلطان محی الدین عبدالقادر جیلانی المدد ایک سو گیارہ مرتبہ

یَا ھَادِیْ اَنْتَ الْھَادِیْ ۱۱۱ مرتبہ

یَا بَاقِیْ اَنْتَ الْبَاقِیْ ۱۱۱ مرتبہ

یَا غَوْثُ اَغِثْنَا ۱۱۱ مرتبہ

درود شریف غوثیہ ۱۱۱ مرتبہ

حقّ حقّ حقّ

"اِسم کے ذِکر سے مسمّیٰ تک وصُول"

اسم اور مُسمّٰی کے مابین ایک عجیب پُرکیف رابطہ اور ایک خاص پُرتاثیر نسبت پائی جاتی ہے۔ جب کوئی اسم زبان پر جاری ہوتا ہے تو سامعین کے اذہان فوری طور پر اُس معہود ذہنی مُسمّٰی کی طرف متوجّہ ہو جاتے ہیں۔ مسمّٰی وہاں پر موجود ہو یا نہ ہو، یہ عمل بہر حال ہوتا ہی رہتا ہے، اور طرفہ یہ کہ کوئی شخص بھی اس علاقہ اور رابطہ یا اس نسبت اور واسطہ سے اِنکار نہیں کرتا۔ اور نہ اسکی تائید و تصدیق کے لئے کسی حجّت یا دلیل کا طالب ہوتا ہے۔

چنانچہ یہ امر واقع ہے کہ جب کسی شخص کو اچھے اسم سے یاد کیا جاتا ہے تو مسمّٰی کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے، اور وہ پھولا نہیں سماتا۔ اور جب اسی شخص کو کسی ناپسندیدہ اسم سے پکارا جاتا ہے تو وہ بگڑ جاتا ہے اور غیظ و غضب اس پر مستولی ہو جاتے ہیں۔

مزید براں اسم اور مسمّٰی کے مابین اس رابطہ کی موجودگی میں قُرب و بُعد اور نزدیکی و دوری کی تفریق مٹ جاتی ہے۔ اور اس دُنیائے بے ثبات میں جب بھی اور جس مقام پر بھی کوئی انسان اپنے خالق و مالک کو پکارتا ہے تو اللہ ربّ العزت عرش معلّٰی پر ملاءِ اعلیٰ میں اُسے محبّت بھرے الفاظ میں یاد فرماتے ہیں۔

كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالیٰ — جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے۔

فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا — پس تم مجھ کو یاد کرو۔ میں تم کو یاد رکھوں گا۔ اور

لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ۔ (پ۲)

میری شکرگزاری کرو۔ اور میری ناسپاسی مت کرو۔

مُسمّٰی کی ذات چونکہ جامع صفات ہوتی ہے۔ اس لئے اسکی مختلف اوصاف اور مختلف احوال وکیفیات کو مدّنظر رکھتے ہوئے اُسے مختلف اسماء سے پکارا جاتا ہے۔

کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

جیساکہ ارشادِ ربانی ہے۔

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا۔ (پ۹)

سو اللہ کے لئے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں، ان سے اُسے پکارا کرو۔

عارفین کی نگاہ میں اسم اور مُسمّٰی کے مابین کامل اتحاد اور پوری عینیت جلوہ گر اور رونما ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک اسماءِ الٰہی کی تعظیم وتکریم ایسے ہی ضروری اور لازمی ہوتی ہے۔ جیسے ذات حق سُبحانہ وتعالٰی کی تقدیس وتنزیہ اور اُس کا احترام وادب ضروری اور لازمی ہوتا ہے۔ اور اسماءِ الٰہی کی توہین کرنے والا شخص ان کے نزدیک یقیناً ذات حق جلّ شانہٗ کی توہین کے عظیم جرم کا مرتکب ہوتا ہے اور اہل علم کے لئے یہ حقیقت بعید از فہم نہیں ہے جیساکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل روایت میں اس حقیقت کو صراحۃً ذکر فرمایا گیا ہے۔

عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْقَعْدَۃِ فَاَبٰی اَھْلُ مَکَّۃَ اَنْ یَّدَعُوْہُ یَدْخُلُ مَکَّۃَ حَتّٰی قَاضَاھُمْ عَلٰی اَنْ یَّدْخُلَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ وَیُقِیْمُ بِھَا ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ۔

حضرت براء رضی بن عازب سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ماہ ذوالقعدہ ۶ھ میں عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ جب حضور علیہ السلام مقام حدیبیہ پر پہنچے تو کفار مکہ نے آپ کو شہر مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوا هٰذَا مَا
قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ۔
قَالُوا لَا نُقِرُّ بِهَا فَلَوْ نَعْلَمُ
اَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ
وَلٰكِنْ اَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ
فَقَالَ اَنَا رَسُولُ اللّٰهِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ
عَبْدِ اللّٰهِ۔ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ
طَالِبٍ۔
" اُمْحُ رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ
"لَا" وَاللّٰهِ لَا اَمْحُوكَ اَبَدًا" الخ
(بخاری و مسلم) مشکوٰۃ شریف ص۳۵۵

اور اس تنازع نے بڑی شدت
اختیار کر لی جس کی بنا پر حضور علیہ السلام نے
مصالحت پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ بنا بریں حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفارِ مکہ کو بات پر مصالحت کی کہ
آپ آئندہ سال تشریف لائیں گے اور تین دن
وہاں قیام فرمائیں گے۔ اور جب یہ عہد نامہ
لکھا جا رہا تھا تو اس میں یہ الفاظ لکھے گئے کہ
"یہ وہ عہد نامہ ہے جو کفارِ مکہ اور محمد رسول اللہ
کے مابین طے پایا ہے"۔
کفار نے جب یہ الفاظ سنے تو کہا کہ ہم
اس پر اتفاق نہیں کرتے کیونکہ اگر ہم
آپ کو رسول اللہ مانتے تو شہر مکہ میں داخل
ہونے سے نہ روکتے"۔ آپ محمد رسول اللہ
نہیں بلکہ محمد بن عبد اللہ ہیں۔ تب حضور
علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ہوں
اور محمد بن عبد اللہ ہوں۔ پھر آپ نے حضرت
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔
"لفظ رسول اللہ کو قلم زن کر دو"۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں
اللہ کی قسم میں آپ کو کبھی نہیں قلم زن کروں گا۔

قارئین کرام اس سیاق پر غور فرما دیں کہ حضور علیہ السلام نے تو یہ فرمایا تھا کہ اے

علی! لفظ "رسول اللہ" کو اس عہد نامہ سے مٹا دو لیکن حضرت مولی علی رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں آپ کو کبھی نہیں مٹا سکوں گا۔

توجہ طلب یہ امر ہے کہ لفظ رسول اللہ چند حروف تہجی کا مجموعہ ہے، مگر ذات اقدس، رحمت کائنات ایک الگ شخصیت ہے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) مگر چونکہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علم و دانست میں لفظ "رسول اللہ" اور ذات رسول اللہ یعنی اسم اور مسمّٰی میں چونکہ کامل اتحاد اور پوری پوری عینیت ہے، اس لئے لفظ "رسول اللہ" کو مٹانا اُن کے نزدیک ذات "رسول اللہ" کو مٹا لینے کے مترادف ہے اور جس طرح اس ذات اقدس نورٌ علیٰ نور کی عظمت و احترام ضروری ہے۔ اسی طرح حضرت امیرالمومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک آپ کے اسم "رسول اللہ" کی تعظیم و تکریم بھی ضروری ہے وَفَّقَنَا اللّٰهُ بِفَضْلِهٖ وَمَنِّهٖ۔

اس بیان سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی ہے کہ اسم کے ذکر سے ذاکر کے لئے ذات مذکور تک رسائی، اس سے قرب بلکہ اس سے عینیت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے، جیسا کہ مروی ہے:۔

اَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ۔ (بخاری) جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ۔ (بخاری) میں بندہ کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔

اسم پاک کے ذکر سے ذاکر کے لئے نہ صرف ذات مذکور سے قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ ذکر کی برکت سے ذاکر کی ذات تمام اہل مجلس کے لئے باعث رحمت و برکت بن جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰی جَلِيْسُهُمْ۔ (بخاری و مشکوٰۃ) ذاکرین ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والے بھی رحمتِ خداوندی سے محروم نہیں رہتے۔

اور یہ حقیقت بھی مسلّم ہے کہ اللہ تعالےٰ کو مخلوق کی طرف سے اپنے ذکر سے بڑھ کر کوئی عمل پیارا یا پسندیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ بندگانِ خدا جب اُس ذاتِ مطلق بے چون و بے چگون اور بے مثال کو اس کے اسماء حسنیٰ سے یاد کرتے ہیں تو وہ ذات حق سبحانہ و تعالیٰ ان ذاکرین کو ملاءِ اعلیٰ میں ملائکہ مقربین میں یاد فرماتے ہیں۔ اور نہ صرف یاد فرماتے ہیں بلکہ ملائکہ معصومین کے سامنے ان ذاکرین پر فخر کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ۔ (مسلم) اللہ تعالےٰ فرشتوں کے سامنے تمہارے اوپر فخر کرتے ہیں۔

غایت ما فی الباب قارئین کے سامنے اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اسم کا ذکر دراصل مسمّٰی کا ذکر ہوتا ہے۔ اور اسم کے ذکر سے مسمّٰی کے انوار و تجلّیات حسنات و برکات ذاکر کے لئے جاری و ساری ہو جاتے ہیں۔

اسی حقیقت کے پیش نظر حضرات مشائخ عظام کے وظائف اور معمولات میں شجرہ شریف کی تلاوت کو تمام اوراد پر اوّلیت اور فوقیت حاصل ہے۔ اور اسی فائدہ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہر صاحب نسبت کے لئے شجرہ شریف کی تلاوت کو ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ طالب و متوسّل ان اسماءِ مقدسہ کی تلاوت سے حضرات مشائخ عظام کی ذواتِ قدسیہ تک پہنچ سکے۔ اور ان کے فیوض برکات سے بہرہ ور اور ان کے انوار و فضائل سے مستفیض و مستفید ہو سکے۔

اور یہ اسماء گرامی دراصل اپنے اپنے مقام اور اپنے اپنے اوقات کے لحاظ سے اسم اعظم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلاشبہ ہر قرن اور ہر دور میں اللہ تعالےٰ اُن اسماء کی حرمت اور برکت سے اہلِ جہاں بالخصوص اہلِ زماں کے لئے اپنی خصوصی رحمتیں اور برکتیں نازل کرتے رہتے ہیں۔ بِھِمْ[1] یُمْطَرُوْنَ وَبِھِمْ یُرْزَقُوْنَ اس کے لئے شاہد عدل ہے۔

اور اسم سے مسمّٰی تک ثمرات اِن تمام فوائد وثمرات میں سر فہرست نظر آتا ہے۔

ایک عارف کا قول ہے:

وصالِ حق طلبی ہمنشیں نام شو باش ۔۔۔ بہ بیں وصالِ خدا در وصالِ نام خدا
میانِ اسم و مسمّٰی چو فرق نیست ببیں ۔۔۔ تو در تجلی اسماء کمالِ نام خدا

(ترجمہ) (۱) اے طالب اگر تو اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس سے ہمنشینی چاہتا ہے تو تو اس کے نام پاک کا ہمنشیں بن جا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام کے وصال میں تجھے خداوند تعالےٰ سے وصال ہوگا۔

۲۔ اے طالب تو اس حقیقت سے آگاہ رہ کہ جب اسماء باری تعالیٰ اور اس کی ذات اقدس میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر تو نام خدا کے کمال کو اللہ تعالےٰ کے اسماء کی تجلیات میں پالیگا۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ مِنْہُ بِفَضْلِہٖ۔

---

[1] ایسے لوگوں کے ذریعہ سے اہل جہاں پر بارش نازل کی جاتی ہے اور انہیں کی بدولت انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

حقّ حقّ حقّ

منصب دارانِ نظامِ باطنی اور اُنکے تصرّفات کی ایک جھلک

حضرت خلّاقِ عالَم نے اپنی مخلوق میں جملہ احکام کا نفاذ بواسطۂ نظامِ شرعی اجراء فرمایا ہے۔ اور دربارِ سروری سے حضرات اقطاب و اغیاث کے توسط سے اُن احکام کی تعمیل ہوتی رہتی ہے۔

نظامِ باطنی کا اجراء من جانب اللہ ہے

حضرات اقطاب، و اغیاث، نقباء و نجباء اور ابدال و رجال الغیب ہر وقت و ہر ساعت اسپر مأمور ہیں۔ اور درجہ بدرجہ تمام منصب داراں کے لئے احکام صادر ہوتے رہتے ہیں، اور نظامِ باطنی ہمیشہ سے جاری و ساری ہے اور تا دورِ قیامت قائم و دائم رہیگا۔ (حقیقت گلزارِ صابری)

سیّدنا حضرت مولیٰ علی کرّم اللہ وجہہٗ کا وہ بیان جو مُسندِ امام احمد بن حنبلؒ میں مروی ہے اس امر کی تائید کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ذُکِرَ اَھْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِیٍّ رضؓ وَقِیْلَ اَلْعَنْھُمْ قَالَ لَا۔ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْاَبْدَالُ یَکُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا۔ کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ

سیّدنا حضرت مولا علی کرّم اللہ وجہہٗ کے پاس اُن شامیوں کا ذکر کیا گیا جو آپ کی مخالفت کر رہے تھے۔ اور عرض کیا گیا کہ آپ اُن پر لعنت بھیجیں، آپ نے فرمایا "نہیں" اور فرمایا کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ملکِ شام میں چالیس

مَکَانَہٗ رَجُلًا۔ یُسْقٰی بِھِمِ الْغَیْثُ وَ یُنْصَرُ بِھِمْ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَ یُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الشَّامِ بِھِمِ الْعَذَابُ (رواہ احمد، مشکوٰۃ شریف باب ذکر الیمن والشام ص ۵۸۲/۵۸۳)

چالیس ابدال ہوا کرتے ہیں جب ان سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا شخص مقرر کر دیا جاتا ہے انہیں کی طفیل شامیوں پر بارش نازل کی جاتی ہے، اور انہیں کی برکت سے شامیوں کو دشمن پر نصرت حاصل ہوتی ہے، اور انہیں کی برکت سے اہل شام سے عذاب ٹال دیا جاتا ہے۔

اور صاحب فتوحاتِ مکیہ لکھتے ہیں:۔

مَا مِنْ قَرْیَۃٍ مُؤْمِنَۃً کَانَتْ اَوْ کَافِرَۃً اِلَّا وَ فِیْھَا قُطْبٌ۔ (حصہ چہارم ص ۶۵)

کوئی بستی نہیں خواہ مومنین کی ہو یا کافروں کی مگر اسمیں ایک قطب من جانب اللہ موجود ہوتا ہے۔

اور سیدنا حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ ابدال شام میں ہیں، نجیب مصر میں، اور عصائب عراق میں، نقیب خراسان میں، اوتاد تمام روئے زمین میں ہیں، اور حضرت خضر علیہ السلام سب کے سردار ہیں۔

اور حضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے کہ تین سو اولیاء اور ستر نجیب ہیں اور روئے زمین پر چالیس اوتاد دس نقیب، سات عارف اور تین مختار ہیں، اور ایک اُن سے غوث ہے۔ (نزھۃ البساتین)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں چالیس ابدال ہیں، بائیس ان سے شام میں اور اٹھارہ عراق میں، جب اُن سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ دوسرے کو اسکی جگہ

قائم مقام فرما دیتا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چند بندے ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ اور جو مرتبہ انہیں نصیب ہوا ہے، وہ روزہ نماز تسبیح خشوع وخشوع اور حسنِ ظاہری سے نہیں ہوا۔ بلکہ خالص تقویٰ حسنِ نیت، سلامتِ صدر اور تمام مسلمانوں پر رحمت کی وجہ سے ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے علم کے ساتھ برگزیدہ فرما کر اپنی ذات کے لئے خالص بنا لیا ہے۔ اور وہ چالیس آدمی ہیں۔ وہ نہ کسی کو گالی دیتے ہیں۔ اور نہ کسی کو برا کہتے ہیں۔ نہ اپنے سے چھوٹوں کو ستاتے ہیں اور نہ حقیر سمجھتے ہیں۔ اور نہ بڑوں سے حسد کرتے ہیں، وہ خیر میں سب سے اچھے ہیں۔ اُن کی طبیعت سب سے نرم اور سب سے زیادہ سخی ہے۔ تیز رو گھوڑے اور تند ہوائیں اُن کے مرتبوں کو نہیں پا سکتے یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے اور آگاہ رہو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

(نزہتہ البساتین)

حضرت گنگوہی صاحبؒ کے تصرفات

حضرت مشکل کشا بندگی شاہ عبد القدوس صاحب گنگوہی قطبِ عالمؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ محمد جیو صاحبؒ کے وصال کے وقت ایک جسم سے قصبۂ ردولی (بھارت) میں ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ دوسرے جسم سے اُسی وقت حضرت شیخ اختیار الدین صاحب کے ہمراہ بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ اور اسی ساعت تیسرے جسم سے کوہ تبت پر چلّہ کش رہے اور اسی دوران آپ نے حضرت شاہ محمد ابو القاسم گرگانی سے حضرت بادشاہ دو جہاں جناب مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاءؒ کے

دفینۂ ثانی کے بارہ میں گفتگو فرمائی، اور چوتھے جسم سے آپ نے حضرت شیخ حسام الدین صاحبؒ مانک پوری سے تبت سوم پر ملاقات کی اور اُنہیں افطار کے لیئے پانی لاکر دیا۔ اور پانچویں جسم سے آپ اسی ساعت حضرت شیخ عبد الصمد صاحبؒ سے تبت سوم پر ملے اور افطار کے لئے سیب لاکر دیا۔ اور اسی ساعت آپ چھٹے جسم سے حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیریؒ کے مزار پُر انوار پر حضرت شاہ عبد القدوس صاحب بصریؒ سے ملے اور ساتویں جسم سے آپ حضرت غیاث کبیر صاحب سے ملاقی ہوئے۔

اسی طرح حضرت گنگوہی صاحب قطب عالم موصوف بیک وقت ستر مقامات پر مختلف اولیاء اللہ سے ملاقی ہوئے، اور آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اقطاب اور ابدال کا خفیہ اجلاس

منقول ہے کہ ایک مرتبہ مردانِ حق کے بارہ میں گفتگو شروع ہوئی تو حضور خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ ایک شخص برہان الدین کاشانی کے نام سے مشہور تھا۔ وہ دُبلا پتلا اور کوتاہ قامت تھا اور عوام میں برہان کاشانی کے نام سے مشہور تھا۔ صاحبِ علم اور نکتہ در تھا۔

لطفِ الٰہی سے وہ ابدال ہوگیا۔ حضور خواجہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ وہ ہر شب کو سحری کے وقت برہنہ پا پیادہ پا اور تنہا صحرا کو چلا جاتا۔ حالانکہ اُس کے پاس دس سے زائد سواری کے گھوڑے تھے۔ اور کسی غلام یا نوکر کو بھی اپنے ہمراہ نہ لیجاتا۔ جب کہ ایک سو سے زائد خدام

اُسکی خدمت میں موجود ہوتے۔ برہان کاشانی کا ایک لڑکا تھا جسے نورالدین محمد کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ایک روز اُس نے کہا ابّا جان! آپ ہر روز سحری کو تنہا جنگل کو چلے جاتے ہیں حالانکہ ہمارے کئی دشمن ہیں، اور کوئی شخص آپ کے ہمراہ نہیں ہوتا۔ کیا اچھا ہو کہ آپ کسی خادم کو ہمراہ لے جایا کریں جو پانی کا لوٹا اٹھا لیا کرے۔ اور آپ کے ہمراہ رہے۔

مولانا برہان الدین کاشانیؒ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

"اے بیٹے! جہاں میں جاتا ہوں اگر وہاں کسی نوکر کو لے جانے کی گنجائش ہو تو نوکر کے بجائے میں تجھے وہاں لیجاؤں کیونکہ تم بیٹے ہو۔ وہ جگہ ہی ایسی ہے جہاں نااہل لوگ قدم نہیں رکھ سکتے۔"

مردانِ غیب کی آمد ورفت

حضور خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی صاحبؒ کی بارگاہ میں ایک بار مردانِ غیب کے بارہ میں گفتگو ہوئی کہ یہ لوگ جس شخص کو عالی ہمت اور مجاہدہ اور ریاضت میں کامل دیکھتے ہیں اسے اپنے ہمراہ اچانک لے جاتے ہیں حضور خواجہ صاحب موصوف نے اس بارہ میں فرمایا کہ بدایوں میں ایک جوان شخص نصیر نام تھا اس سے ہم نے سنا ہے کہ اس کا باپ کاملین اور واصلین سے تھا۔ ایک روز کچھ لوگوں نے اسکے دروازہ کے سامنے سے اسے آواز دی۔ وہ باہر آیا۔ ہم اندر سے السلام علیکم اور وعلیکم السّلام کی آواز سُن رہے تھے، اور اس قدر ہم نے سنا کہ ہمارے باپ نے کہا کہ میں بچوں اور گھر والوں کو الوداع کہہ لوں۔ اُن لوگوں نے کہا کہ اتنی فرصت نہیں ہے۔ اسکے بعد ہمیں کچھ معلوم نہ ہوا کہ وہ لوگ اور ہمارا باپ کہاں چلے گئے۔

مزید حضور خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں یہ بات لکھی ہے کہ ان کے زمانہ میں ایک جوان شخص تھا جسے قردینی کہتے تھے، اس کے گھر میں مردانِ غیب جمع ہو جاتے جب نماز کا وقت آتا تو کثیر خلقت صف در صف کھڑی ہو جاتی اور مردانِ غیب سے ایک شخص امامت کراتا۔ اسکی تلاوت کی آواز سب کو سنائی دیتی مگر امام کسی شخص کو نظر نہ آتا۔ البتہ وہ قردینی اسے دیکھتا تھا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ ان مردانِ غیب سے ایک نے ایک مہرہ اس قردینی کے ہاتھ میرے لئے بھیجا ہے وہ میرے پاس موجود ہے۔

اسی سلسلے میں حضور خواجہ صاحب موصوفؒ نے مزید فرمایا کہ علی نام ایک شخص تھا، مردانِ غیب اسکے حجرہ کے دروازہ کے پاس آتے اور اسے السلام علیکم کہتے، خواجہ علی ان کی آواز سنتا۔ کئی بار ایسا اتفاق ہوا۔ ایک روز مردانِ غیب آئے اور کہا اے خواجہ علی السلام علیکم تو خواجہ علی نے یہ آواز سنکر کہا کہ اس طرح تم السلام علیکم کہتے رہوگے یا اپنا آپ بھی دکھاؤ گے۔

اسکے بعد پھر ایسی آواز آنا بند ہوگئی۔

حضور خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا کہ مردانِ غیب اوّل اوّل آواز دیتے ہیں۔ پھر اس سے باتیں سنتے ہیں پھر ملاقات کرتے ہیں۔ اور اسکے بعد اسے اپنے ہمراہ لے چلتے ہیں۔ اسکے بعد فرمایا کہ کونسا مقام اس جگہ سے زیادہ آرام دہ ہے جہاں اسے مردانِ غیب لے جاتے ہیں۔ "فوائد الفواد"

اصحابِ دیوان اور انکے اجتماعات

صالحین کا دیوان ہر روز اسی غارِ حرا میں منعقد ہوتا ہے جس میں حضور پرنور

حضرت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین (فداہ ابی و امی) صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل اکثر تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز تک وہاں یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔

غوث وقتِ دیوان کا صدر ہوتا ہے اور اس مقام پر وہ ایسے بیٹھتا ہے کہ مکہ مکرّمہ اسکے دائیں شانہ کے پیچھے ہوتا ہے اور مدینہ منورہ اسکے دائیں گھٹنے کے سامنے اور چار قطب اسکی دائیں جانب ہوتے ہیں۔ اور وکیل جسے قاضیِ دیوان کہا جاتا ہے غوث کے سامنے ہوتا ہے۔ غوث وکیل سے گفتگو کرتا ہے اور وہ تمام اصحابِ دیوان کی ترجمانی اور وکالت کرتا ہے۔

دریں اثنا غوث ایسے انوارِ الٰہی کا حامل ہوتا ہے کہ اہل دیوان اسکے قریب تک نہیں جا سکتے۔ اور نہ اسکی مخالفت کی جرأت کر سکتے ہیں۔ مخالفت کرنا تو درکنار مخالفت کے ارادہ سے لبوں کو جنبش دینے کا ارتکاب بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ایمان کے سلب ہو جانے اور شدید مواخذہ میں گرفتار ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

دیوان میں ملائکہ بھی حاضر ہوتے ہیں۔ مگر وہ اقطاب کی صفوں کے پیچھے بیٹھتے ہیں۔ اور کاملین جنات جنہیں "روحانیون" کہا جاتا ہے وہ بھی دیوان میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور تمام صفوں کے پیچھے انہیں جگہ ملتی ہے۔ اور ان کی تعداد اتنی کم ہوتی ہے کہ اُن سے ایک صف بھی پوری نہیں ہوتی۔ ملائکہ اور جنات کے علاوہ کچھ عورتیں بھی دیوان میں حاضر ہوتی ہیں۔ مگر ان کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔

کبھی کبھی حضور سید الاولین والآخرین حضور پُر نور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی دیوان میں تشریف لاتے ہیں، اور غوث کی جگہ رونق افروز ہوتے ہیں۔ غوث قاضیِ دیوان کی جگہ چلا جاتا ہے۔ اور قاضیِ دیوان صفِ اول کے

آفتاب سے جا ملتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے وقت آپ کی ہیبت، جلال اور عظمت کے انوار و تجلّیات کی چمک دمک ایسی ضیا بار اور ضوریز ہوتی ہے کہ اہلِ دیوان سے کوئی بھی اسے برداشت نہیں کر سکتا اُن کے وجود اور اُن کے ہوش و حواس کی بقا محض فضل ایزدی اور رحمتِ خداوندی کی مرہونِ منّت ہوتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ حضرت مولیٰ علی کرّم اللہ وجہہٗ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام، حضرت امام حسین شہید کربلا علیہ السلام اور خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ ہوتے ہیں ان اصحاب سے سب کے سب شریک دیوان ہوتے ہیں اور کبھی بعض بعض۔ اور حضرت خاتونِ جنت رضؓ جب بھی تشریف فرما ہوں تو آپ اُن عورتوں میں تشریف لے جاتی ہیں جو اصحاب دیوان کے بائیں طرف بیٹھتی ہیں اور آپ اُن سب عورتوں کی سردار اور امام ہوتی ہیں۔

دیوان کے انعقاد کا وقت وہی متبرک ساعت ہوتی ہے جس میں سرورِ عالم سیّدِ وجود صلّے اللہ علیہ وسلم اس عالم آب و گل میں جلوہ افروز اور تشریف فرما ہوئے تھے۔ یعنی صبح صادق سے کسی قدر پہلے کی وہ بابرکت ساعت جس میں اللہ تعالےٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرما کر ہر شب کو اپنے بندوں کو خاص لطف و کرم سے نوازتے ہیں۔

یہ دیوان ہر روز منعقد ہوتا ہے۔ اور اصحابِ دیوان میں کچھ چھوٹے اور کچھ بڑے اولیاء اللہ ہوتے ہیں چھوٹے اولیاء اللہ دیوان میں شمولیت کے لئے اپنے وجود سے حاضر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے مقام سے غائب ہو جاتے ہیں اور اپنی بستی میں موجود نہیں رہتے۔ مگر بڑے اولیاء اللہ اپنی روحانی طاقت سے کام لیتے ہیں۔ وہ اپنے مقام سے غائب نہیں ہوتے اور جس صورت و شکل میں چاہتے

ہیں دیوان میں تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ اولیاء اللہ کمالِ روح کی وجہ سے تین سو چھیاسٹھ مختلف صورتیں اختیار کر سکتے ہیں۔ اور جس وقت سے دیوان کا انعقاد ہوتا ہے اس سے لے کر دوسرے روز اسی وقت تک جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے اصحاب دیوان اُن اُمور پر غور و فکر اور قابلِ نفوذ احکام پر اتفاق کرتے ہیں۔ اور اپنے تصرف سے ان اُمور کو تمام عوالم میں نافذ کرتے ہیں وہ اُمور خواہ عالمِ عُلوی سے متعلق ہوں یا عالمِ سفلی سے۔ ان اصحاب دیوان کا تصرّف باشندگانِ عالم کے قلوب، ذوات اور ان کی ما فی الضمیر پر ہوتا ہے۔

غوث کے حکم سے تمام اقطاب عالم پر تصرّف کرتے ہیں، اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر بستی میں ان اولیاء اللہ کی مدد کے واسطے فرشتوں کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ جن کی تعداد کہیں ستّر کہیں اس سے زائد اور کہیں اس سے کم ہوتی ہے۔ یہ ملائکہ انسانی شکل و صورت میں ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی خواجہ کی صورت میں، کوئی فقیر کے لباس میں اور کوئی چھوٹے بچوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ جنّات بھی اہلِ تصرّف کی امداد کے لئے حاضر رہتے ہیں۔ تاکہ وہ امور جو ان کی دسترس سے باہر ہوں ان کے پورا کرنے میں وہ اصحابِ دیوان کی مدد کریں۔

(ابریز ملخصاً)

قطبُ القلندر کی وضاحت

ناظرین کرام اور برادرانِ طریقت نے حضور پُر نور حضرت قبلہ گاہی سرکارِ صابری صاحب مدظلہ العالی کے اسم گرامی کے ساتھ "قطبُ القلندر"

کے بابرکت الفاظ اکثر پڑھے ہونگے۔ یہ الفاظ اپنے معانی اور عرف کے اعتبار سے خاصی عظمت رکھتے اور ایک خاص منصب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اہل بصیرت کی اصطلاح میں قطب القلندر کے الفاظ صرف اُنہیں اصحاب کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جو حضور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری ہند الولیؒ کی قائم کردہ حکومت میں نظام باطنی کے تحت منصبدار اور نظام باطنی سے متعلقہ اُمور کے نفاذ میں دخل رکھتے ہیں۔

ہمارے خواجہ صاحب مدظلہ العالی قُطبُ القلندر کے عالی منصب کے حامل، الطافِ ربّانی کے خازن اور انعامات یزدانی کے قاسم ہیں۔ ع

دادیم ترا از گنج مقصود نشان !

حق حق حق

وحدۃ الوجود اور اس کے ثبوت کا مفصل بیان

تعمیلِ ارشاد

گذشتہ سال جب کہ "انوار صابری" کے مسودات کسی حد تک پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے تو میرے محترم برادر طریقت عالی جناب راجا حبیب احمد خان صاحب صابری دامت برکاتہم نے جہاں ایک بار اس کے اکثر و بیشتر مضامین کو بنظر غائر دیکھا اور انہیں پسند فرمایا وہاں مسئلہ "وحدۃ الوجود" کو اس کتاب میں شامل کرنے کے لئے پُرزور الفاظ میں اظہار فرمایا اور کہا:-

حافظ صاحب! تکلیف اٹھا کر مسئلۂ "وحدۃ الوجود" کو اس کتاب میں ضرور شامل کیجئے۔ اور جب مسودات کو پورے طور پر آخری تشکیل و ترتیب سے آراستہ و پیراستہ کر دیا گیا تو انہیں قبولیت اور منظوری کے حصول کے لئے حضور صاحبزادہ جناب محترم حضرت محمد جاوید خالد صاحب صابری ایم اے سجادہ نشین دربار عالی محبوبی چھاپانوالی شریف ضلع شیخوپورہ جو کہ خاندان چشتیہ صابریہ محبوبیہ کے چشم و چراغ اور روح و رواح ہیں کی خدمت عالیہ میں پیش کیا گیا تو حضور پُرنور مدظلہ العالی نے تمام مضامین کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا۔

حافظ صاحب! مسئلۂ توحید اور من دونِ اللہ کو اس کتاب میں کسی مناسب مقام پر ضرور حل کرنا چاہیئے۔

احقر نے سوچا کہ یہ ارشاد بجا اور اس کی تعمیل بھی ازبس ضروری ہے۔ لیکن قابلِ غور یہ امر ہے کہ وَحدۃُ الوُجود، کوئی سطحی یا ایسا آسان مسئلہ نہیں ہے جسے قلم بر داشتہ لکھا جا سکے۔ بلکہ شرعی معتقدات اور اسلامی نظریات کے اہم مسائل کی طرف جب پوری تحقیق اور پورے انہماک سے توجہ دی جائے تو یہ مسئلہ تمام مضامین میں سرِ فہرست نظر آتا ہے چنانچہ اس مسئلہ کی جلالت شان اور عظمتِ مقام نے انسانی ذہن اور عقل کو کچھ ایسے زیرِ بار کر رکھا ہے کہ طبعی میلان اور قلبی شغف کے باوجود اسکے سراپردہ عزت اور اسکی حریم کبریا کی طرف عوام تو درکنار سطحی معلومات کے حامل علماء کو بھی ایک نظر دیکھنے کی ہمّت نہیں پڑتی۔ اور اس مسئلہ کی گونا گوں مشکلات کے پیشِ نظر اور اسمیں طرح طرح کی اُلجھنوں کے باعث بڑے بڑے فُصحَا اور بُلغَاء کو بھی اس کے بارہ میں نہ تو زبانِ فصاحت کھولنے کی ہمّت پڑتی ہے اور نہ دہنِ بلاغت واکرنے کی جرأت۔

با ایں ہمہ چونکہ یہ مسئلہ ہمیشہ سے اہلِ حق کا مذہب اور اہلِ بصیرت کا مسلک رہا ہے۔ اسلئے ہر قرن اور ہر دور میں حضرت حق سُبحانہٗ و تعالےٰ اپنے خواص اہلِ محبّت کو اس دُرِ یکتا اور اس گوہرِ بے ہمتا کے چہرۂ پُرتاب اور رُخِ پُرآب سے پردہ اٹھانے اور اسے بے نقاب کرنے کی ہمّت اور توفیق ارزاں فرماتے رہے ہیں۔

وَاللهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

مگر جب اس حقیر پُرتقصیر نے اپنی بے بضاعتی کی طرف دیکھا تو بے ساختہ زبان سے نکلا ؏

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک؟ من کجا و بار نازنین من کجا؟ پھر سوچا

کہ جب بہرصورت ارشادِ گرامی کی تعمیل ضروری ہے اور اسکے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے تو پھر لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہوجانا ہی بہتر ہے۔

لیکن ایسے نامساعد اور ناموافق حالات اور ایسے ذہنی و معاشی تفکرات کے دور میں جبکہ سکونِ قلبی عنقا اور اطمینانِ روحی مفقود ہے ایسے اہم کام کے لئے جدوجہد کرنا یقیناً طول امل ہے اور ایسے نازک ترین مسئلہ کے حل کے لئے کوشش وسعی کرنا بلاشبہ بوئے شیر لانے اور نوکِ خار پر رقص کرنے کے مترادف ہے۔

بہرحال تعمیلِ ارشاد میں "وَحدَۃُ الوُجُود" کے مختلف گوشوں اور مختلف پہلوؤں پر بقدر ضرورت شرح وبسط اور کسی قدر تفصیل اور عمدگی سے بحث کرتے ہوئے اس موضوع کو باحسن الوجوہ ترتیب دے کر بطور ضمیمہ انوار صابری میں شامل کر دیا گیا ہے۔

البتہ قارئین کرام کے لئے یہ بات قابل ذکر ہے کہ "وحدۃ الوجود" کے موضوع پر جتنے مسائل زیب قرطاس کئے گئے ہیں ان کا تعلق علوم عالیہ سے ہے۔ اسلئے توقع ہے کہ اصحابِ علم اور بالخصوص وہ اصحاب کہ فضلِ ایزدی جن کے شامل حال ہے اور علم لغت اور منطقی اصطلاحات سے واقف اور مانوس ہیں، اس مضمون کے مطالعہ سے وہ پوری طرح محظوظ اور لطف اندوز ہونگے

وَاللہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْن۔

حافظ عبید اللہ صابری

مولوی فاضل منشی فاضل - ادیب فاضل - فاضلِ دیوبند

مؤلف کتاب ہذا

حقّ حقّ حقّ

وحدت الوجود

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمْ

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے ۔ بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا ۔ جس پھول کو سونگھتا ہوں بُو تیری ہے

خالقِ کائنات کی صفات

ابتدائے آفرینش سے انسان نے ایک ایسی ہستی کو تسلیم کیا ہے جو خالق کائنات ہے، خود بخود زندہ اور اپنی قدرتِ کاملہ سے قائم، ہر جگہ موجود اور غیر فانی ہے۔ تمام کائنات اور نظامِ کائنات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تمام صفتوں اور تمام طاقتوں کی واحد مالک اور تمام اُمور کا مبدا اور مرجع وہی ذات ہے، ہمیشہ ہمیشہ تک ایک لازوال اور قائم بالذات، بڑھنے اور گھٹنے سے بری، پیدا ہونے اور مرنے سے پاک، قُرب اور بُعد کی نسبتوں اور مکان و زمان کی قیود سے مُنزّہ ہے۔

تاریخ کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ اولادِ آدم نے مذہبی تصوّرات کے سلسلہ میں اپنی جبینِ نیاز کے تڑپتے ہوئے سجدوں کی تسکین کے لئے گو مظاہرِ فطرت کی پرستش اختیار کی۔ لیکن ایک ایسی ہستی کے تصوّر سے وہ کبھی خالی الذّہن نہیں رہا جو سب اشیاء کی پیدا کرنے والی اور سب سے اعلیٰ

وارفع ذات ہے۔

اِس لئے یہاں بے شمار الفاظ دیوتاؤں اور بتوں کی معبودانہ صفتوں کے لئے تجویز کئے گئے وہاں کوئی نہ کوئی ایسا لفظ بھی ضرور مستعمل رہا جس کے ذریعہ اُس اَن دیکھی ہستی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، ہر دور اور ہر قرن میں انسانوں کی جُدا جُدا بولیوں اور الگ الگ زبانوں میں اسکے علیحدہ علیحدہ نام رہے ہیں۔ اگرچہ ناموں کے اختلاف سے حقیقی معنوں میں کبھی کچھ فرق نہیں پڑا۔

عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُكَ وَاحِدٌ وَكُلٌّ اِلٰی ذَاكَ الْجَمَالِ يُشِيْرُ

(ترجمہ) ہماری بولیاں اور ہماری زبانیں الگ الگ ہیں، مگر اے خالقِ کائنات تیرا حُسن ایک ہی ہے اور اپنے اپنے الفاظ میں تمام کائنات اُسی حُسنِ قدرت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

خالقِ کائنات ہر مقام پر موجود ہے

وُہ ذات وحدت صرف بے نہایت اور لامتناہی ہے اس واسطے موسوم ہے کہ کوئی مکان، کوئی جہت، کوئی وقت اور کوئی ساعت اس سے خالی نہیں ہے۔ ازل سے ابد تک وہ سب میں ساری اور ہر شئے پر محیط ہے اور کائنات اور کائنات کی کوئی چیز اس کے احاطۂ قدرت سے باہر نہیں ہے۔ مثال کے طور پر شیشے کے مختلف قسم اور مختلف وضع قطع کے برتن مختلف مقامات پر موجود ہیں، ان کی شکل و صورت الگ الگ اور ان کے کام اور نام جدا جدا ہیں، مگر حقیقت ان سب کی ایک ہے، اور وہ شیشہ ہے۔ یہی حال باری تعالیٰ کا ہے۔ مگر چونکہ باری تعالیٰ ہر طرح کی مثال اور تشبیہ سے پاک و منزّہ ہے۔ تغیّر و تبدّل اور اختلاف کو اُس واحدِ حقیقی کے سراپردۂ

عزت کے گرد و بار نہیں اسلئے محض سمجھنے اور سمجھانے کے واسطے مظاہر کے تعدد سے ان مختلف صورتوں کے متعدد نام اور بے حساب آثار ہیں۔ جنہیں ہم جہان یا کائنات کہتے ہیں۔

وہ ہستی واحد ہی جملہ کائنات موجودات کا مبدا و منبع ہے۔ تمام کائنات اسی ایک وجود سے ظہور میں آئی ہے۔ اور انجام کار لوٹ کر اسی میں محو ہو رہی ہے۔ کلمۂ طیبہ میں ہستی صرف ذات احد کی تسلیم کی گئی ہے۔ اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ باقی تمام کائنات اپنی کوئی ہستی یا وجود نہیں رکھتی۔ چونکہ عوام الناس کا گروہ کائنات کو قائم بالذات جانتا ہے۔ اسلئے ان کو عالم اور معلوم کے تعلقات کی گرہ سمجھنے میں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کائنات اسی ذاتِ واحد کا ظہور ہے اور اسی میں گم ہو رہی ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ (پ۲۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نظریہ وحدۃ الوجود اور لفظِ توحید کے معنی

یہ ایک عالمگیر تحقیق ہے۔ اگرچہ اختلاف مکان و زمان کے ساتھ اسکے بیان کے طریقے الگ الگ اور جدا جدا رہے ہیں قرآن مجید میں یہ حقیقت بڑے فصیح و بلیغ اور عمدہ ترین پیرائے میں مذکور ہے۔ شیخ المعارف حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اگر میں اس مسئلۂ وحدۃ الوجود کو ثابت کرنا چاہوں تو قرآن مجید اور حدیث شریف کے تمام نصوص اور ظواہر سے اس کا اثبات کر سکتا ہوں۔

(ترجمان القرآن جلد اول ص۲۶ از مولانا ابوالکلام آزاد)

درحقیقت یہ موجودات متعددہ اور متکثرہ جن کو عالم یا جہان کہا جاتا ہے۔

ظہورِ نورِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے تعیّنات متنوعات ہیں۔ اسکے غیر کوئی حقیقت یا وجود نہیں رکھتے۔ اگرچہ عقل و فہم کی بنا پر غیر دکھائی دیتے ہیں۔ بحسبِ تحقیق عین ذات اور بحسبِ تعیّنات غیرِ ذات ہیں، ذات کی ہستی وجودی ہے اور تعیّنات کی عدمی۔

سب سے پہلے اسبات کے جاننے کی ضرورت ہے کہ لفظِ توحید کے کیا معنیٰ ہیں۔ لغت کے اعتبار سے لفظ توحید کے معنیٰ ایک کرنا، کثرت کو وحدت بنانا، یا اشیاء متعددہ کو ایک ماننا ہیں۔ یعنی توحید ایک کہنا، ایک دیکھنا اور ایک ہونا ہے اور یہی مفہوم ہے لفظِ وَحدَۃُ الوُجُود کا۔

تمام کائنات خالق کے اسماء وصفات کا ظہور ہے اور اس کا ہر ذرّہ ذاتِ واحد کا مظہر ہے

اب سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ ذات واحد ہی ہے تو پھر ایک کو ایک بنانے یا ایک ماننے کا کیا مفہوم ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ کائنات جو گوناگوں تجلّیات کی بنا پر باری تعالےٰ سے الگ اور جدا محسوس ہوتی ہے۔ حقیقت میں کوئی الگ اور غیر وجود نہیں ہے۔ یہ جمیع موجودات افلاک، انجم، بحار، جبال پر مشتمل تمام کثرت جس کا نام کائنات ہے ذات واحد کے اسماء وصفات کا ظہور ہے، اس سے جدا کوئی ہستی نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ کو ایک ماننے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح وہ اپنی ذات سے غیر وجود نہیں۔ ذات اور صفات کے اعتبار سے وجود واحد ہے ؎

حقیقت ایک ہے ہر شئے کی نوری ہو یا ناری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں،

یہ حقیقت ہے کہ وجود باری تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔ اسی

ذات واحد نے کثرت اشیاء کی صورت میں ظہور کیا ہے۔ کثرت اشیاء کی نمود کثرت صفات سے ہے۔ مگر تکثر صفات سے واحد کی ذات میں تکثر لازم نہیں آتا۔

ہستی اور حقیقت حضرت حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ شانیں نسبتیں اور اعتبارات اسکی صفات ہیں، صفات اور اعتبارات میں اس کا ظہور اسکے افعال و آثار ہیں، حق تعالےٰ واحد حقیقی ہے۔ اور وحدت حقیقی کا تقاضا ہے کہ اس کے سوا دوسرا موجود نہ ہو۔ اور نہ مشہود۔ ورنہ وہ واحد حقیقی نہیں ہر شئی سے اسکی ذات ہویدا اور کائنات کا ہر ذرّہ اس کی ذات کا مظہر ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی صفات لامتناہی اور غیر محدود ہیں۔ اس لیئے لازم آتا ہے، کہ اسکی صفات عین ذات ہوں۔ لہذا ضروری ہوا کہ ماسوا اس کا عدم محض ہو۔ اگر غیر اللہ کا وجود ہونا فرض کر لیا جائے تو ذات باری تعالیٰ اور اس کے غیر کی وجود میں شرکت ہو جائے گی۔ اور شرکت بہت بڑا گناہ اور ظلم عظیم ہے۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ

وحدۃ الوجود کا مفہوم اور اس ہستئ مطلق کا وجود پردۂ مجاز میں!

انسان چونکہ دوئی کا خوگر ہے۔ اسلئے وہ ذات و صفات یا خدا و کائنات کو دو وجود جدا جدا تسلیم کرتا ہے اور کائنات کو خارج میں موجود مانتا ہے۔ حالانکہ کائنات کا خارج میں وجود محض عدمی ہے۔

وحدۃ الوجود بمعنی ہستی یا وجود کا ایک ہونا، خدا کے سوا کسی شئے کا وجود نہ ماننا، کائنات کی مختلف صورتوں اور شکلوں میں خدا ہی کو جلوہ گر ماننا

اور دیکھنا ہے۔ وجودِ مطلق کو ذات اور صفات کے اعتبار سے واحد جاننا اور موجوداتِ کائنات کو محض اعتباری سمجھنا ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں آنے کا اہم مقصد دعوت توحید تھا۔ توحید کا حکم کسی نبی اور کسی رسول کے وقت منسوخ نہیں ہوا۔ توحید باری تعالیٰ پر تمام انبیاء اوّلین و آخرین کا اجماع ہے۔ اور جملہ رہبرانِ راہِ خدا کی تعلیم و تلقین کی بنیاد اسی لازوال مسئلہ پر ہے۔

اربابِ تحقیق کے نزدیک توحید کا مفہوم صرف یہ نہیں ہے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک اللہ کے سوا کسی ہستیِ غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ یہ عالم چونکہ ذاتِ باری تعالیٰ کے اسماء و صفات کا ظہور ہے۔ اس لیے اس سے الگ کوئی ہستی یا وجود نہیں رکھتا۔ وہی حقیقت واحدہ جو کہ تعدد و تکثر سے منزہ و مقدس ہے بانواعِ تجلیات ہر جگہ اور ہر شان میں ظاہر ہے ؎

پردے کو تعین کے ذرا دل سے اٹھا دے

کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمِ جہاں کا!

ہستیٔ مطلق ہی تعینات کی صورت میں ممکنات کی مختلف انواع حیوان، شجر و حجر اور شمس و قمر وغیرہ سب صورتوں میں جلوہ گر ہے۔ اور صورتیں بذاتِ خود نیست و نابود ہیں، وجودِ حقیقی ایک ہی ہے جس کے مراتب حد و شمار سے باہر ہیں، اطلاق کے پہلو سے نہ تو کوئی نظر اس کا ادراک کر سکتی ہے اور نہ کسی کے فہم کی رسائی اس تک ہو سکتی ہے۔ علم و عقل اور کشف و شہود اس کے ادراک اور عرفان سے قاصر و عاجز ہیں، یعنی وحدت کے لحاظ سے وہ ذاتِ مطلق ہے اور بلحاظِ ظہور و تعدد اسے خلق کے نام سے

موسوم کرتے ہیں، اور یہی معنیٰ ہے ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ کا۔
جب تک واجب اور ممکن میں وجود کے اشتراک کی نفی کر کے ایک واجب الوجود ذات حق سبحانہ‘ و تعالیٰ کا اعتراف نہ کیا جائے توحید کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اور یہی وہ حقیقت ہے جس پر ایمان لانا انسانی ذہن کا سب سے بڑا کمال ہے۔ "فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"

عقیدۂ توحید کا مقصد غیر حق کی نفی ہے

اسبات کو اچھی طرح جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے۔ اور اس کلمہ سے ہر آفاقی و ذہنی اِلٰہ کی نفی اور حقیقی اِلٰہ کا اثبات ہو کر ذات و صفات کا وجود ایک دکھائی دینے لگتا ہے۔ پس یہی ایمان باللہ کا اسلامی و قرآنی مفہوم ہے اور یہی امر نجات کے سلسلہ میں سب سے مقدّم اور بنیادی شرط ہے۔

دینِ حنیف کی اصطلاح میں ایسے لوگوں کو مُشرک کے نام سے پکارا جاتا ہے جو اس عالم کو حق کا غیر اور حق کو عالم کا غیر جانتے ہیں، اور موجوداتِ عالم کو ذاتِ یکتا کی ہستی سے ایک الگ ہستی و علیحدہ وجود تصور کرتے ہیں۔
الُوہیت کی سب صفتوں اور تمام طاقتوں کا واحد مالک اور تمام کائنات کا یکتا خالق اللہ تعالیٰ کو تسلیم کر لینے کے باوجود غیر اللہ کی ہستی اور اس سے نفع و نقصان کے وابستہ ہونے کا وہم ان کے قلوب سے رفع نہیں ہوتا۔ عقیدۂ توحید کا سب سے بڑا مقصد موجوداتِ عالم کے طلسم رنگ و بُو کی ہستی کو توڑنا اور حق تعالیٰ کی ہستی اور وجود کو ثابت کرنا ہے۔ تاکہ کائنات کی یہ سب سے بڑی حقیقت یقین کر لینے کے بعد موہومہ اور بیکار الٰہوں سے فارغ ہو

جائے ہے

اے خوشا مردے کہ دل با کس نداد بندہ غیر اللہ را از پا کشاد

ہستی کی حقیقت حق تعالےٰ کی ذات ہے۔ وہ سب صفتوں کی مالک ہے۔ سب کچھ اسی سے قائم اور اسی سے موجود ہے۔ پس ذات واحد ہے اور صفات کی کثرت ہے۔ وہم و گمان کے اعتبار سے صفت اگرچہ اسم کی غیر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن وجود کے اعتبار سے اسم کی عین ہے۔ کثرت جو نوع بنوع دکھائی دیتی ہے اور تعدّدات و تشخصات جو ایک دوسرے سے جدا معلوم ہوتے ہیں، سب ذات واحد کی طرف راجع ہیں۔

بندے کی ذات عدمِ مطلق اور خدا کی ذات وجودِ مطلق ہے

درحقیقت یہ تمام افعال جو کائنات میں جاری و ساری ہیں یہ حق تعالیٰ جلّ شانہ کے افعال ہیں، لیکن ان کی نسبت بوجہ ظہور بندے کی طرف اس کی صورت سے ہے۔ بندہ کی ذات کی طرف سے نہیں، ہر ایک قدرت و فعل جو مظہر کے ظاہر سے صادر ہوتا ہے حقیقت میں وہ حق کا فعل ہے۔ اس لئے کہ مظہر اپنی ہستی اور وجود میں نیست اور عدم ہے۔

اب یہاں یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ بندہ خدا ہو گیا، یا خدا بندہ ہو گیا۔ ایسا ہرگز درست نہیں۔ بندہ بندہ ہی ہے اور خدا خدا ہے۔ جب بندہ کی ذات عدم مطلق اور ربّ کی ذات وجود مطلق ہے اور انقلاب ماہیت محال ہے تو پھر عدم مطلق وجود مطلق کیسے ہو سکتا ہے۔ ذات حق چونکہ وجود مطلق ہے اور اس کا غیر عدم مطلق۔ لہٰذا عدم کا وجود نہ علاً ہو سکتا ہے نہ عیناً نہ وہماً اور نہ قیاساً اور یہ جو کچھ دکھائی دے رہا ہے ذات مطلق کا ظہور ہے اور وحدت سے

کثرت میں اپنا جمال دکھایا ہے۔ پس حقیقت منکشف ہونے پر یہ راز منکشف ہو جاتا ہے کہ انسان جو اپنی ہستی کو ورائے ہستی حق سمجھتا تھا محض ایک وہم تھا۔ اور عدم محض سے کوئی فعل سرزد نہیں ہو سکتا تھا ؎

دمے بے حق زدن محض گناہ ست　　بخود مشغول گشتن کفرراہ ست

اب یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وجود اور ہستی ایک ہی ہے اور غیر اس کا کوئی موجود نہیں ہے تو پھر لا الٰہ الا اللہ میں نفی کس چیز کی ہے۔ اور اثبات کس کا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع اور فی الحقیقت غیر اللہ کا وجود خارج میں نہیں ہے۔ لیکن لوگوں کے وہم و زعم میں تو ضرور موجود ہے۔ اس صورت میں نفی بے معنی نہیں ہے ؎

سمجھ میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے　　ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

ممکنات اور ممتنعات کی تعریفات اور ذاتِ خلق اور ذاتِ حق میں فرق

باعتبارِ ظہور اعیان ثابتہ دو قسم پر ہیں۔ ایک وُہ جو وجود خارجی میں یعنی مرتبۂ علم سے مرتبۂ عینی میں حسّی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں، اور انہیں ممکنات کہتے ہیں، اور دوسرے وُہ جو حکمتِ الٰہی کے اقتضاء پر مرتبۂ علم سے مرتبۂ عین میں نہیں آتے، وہ ممتنعات کہلاتے ہیں۔

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ۔ (پ ۱۳)　　اللہ جسے چاہتا ہے اُسے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اُسے قائم رکھتا ہے وہ اُم الکتاب کا مالک ہے۔

تمام اشیاء داخلاً معلوم اور خارجاً مخلوق ہیں، تعین اور تشخص کے اعتبار سے غیر ذات حق اور حقیقت اور وجود کے لحاظ سے عین ذات حق ہیں۔

پس وجودِ خلق عین وجودِ حق ہے .... یعنی وجود حق ہی بصورتِ اعیان موجود اور ظاہر ہے اور یہی معنی ہیں، هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ کے اعیانِ ثابتہ یا معلوماتِ حق، حق تعالٰے کے علم میں ہونے کی وجہ سے فی نفسہٖ وجود نہیں رکھتے۔ اِن کو محض وجود علمی حاصل ہے۔ خارج میں ان کی تخلیق محسوس ہوتی ہے مگر اِن کو خارجی وجود ہرگز نصیب نہیں ہوتا۔ یہ ازلی ابدی اور غیر مخلوق ہیں۔ اُنکے غیر مخلوق ہونے کی کافی دلیل یہی ہے کہ وہ حق تعالٰے کے علم کی صورتیں ہیں، اور حق تعالٰی کا علم ازلی ابدی اور غیر مخلوق ہے ....

پس ....

علمی تصورات، یا اعیان ثابتہ جو اسماءِ الٰہیہ کی صورتیں، یا اشیاءِ کائنات کے حقائق ہیں، جب حق ہیں، اور وجود حق غیر نہیں ہے تو اشیاء کائنات جو اُنہی ظہورِ علمیہ کا مظہر ہیں، غیر حق کیونکر ہوں گی۔

ذاتِ خلق صورت ہے اور ذاتِ حق بے صورت اور صورت کے تمام لوازمات سے منزّہ، ذاتِ خلق کے لئے صورت، شکل، تعیّن، حدّ اور مقدار ہے۔ مگر ذاتِ حق اِن تمام اعتبارات سے منزّہ و پاک ہے۔ ذاتِ حق غیر مقیّد، غیر محدود اور مطلق ہے اور ذاتِ خلق حدّ، مقدار اور تعیّن رکھتی ہے۔ ذاتِ حق موجود اور ذاتِ خلق معدوم ہے، ذاتِ حق وجود ذاتی رکھتی ہے اور صفاتِ ذاتیہ سے موصوف ہے۔ اور ذاتِ خلق علم حق تعالی میں ثابت ہے ذاتی وجود نہیں رکھتی۔ اور صفات عدمیہ سے موصوف ہے۔

کائنات کا ظہور تعیّنات اور اضافات سے ہے

معلوماتِ حق یا صُورِ علمیہ جب حواس اور عناصر کے تعلق سے اشیاء

کی صورت میں وجود سے متصف ہو کر غیر حق معلوم ہونے لگتی ہیں تو ان کو تعینات تشخصات، اعتبارات اور اضافات کہتے ہیں۔ انہی کا دوسرا نام کائنات ہے۔ پس اعیانِ ثابتہ یا علمی صورتیں، جو حس اور عناصر کے تحت دکھائی دینے پر اعیان خارجہ یا اشیاء کائنات کہلاتی ہیں، خارجہ کا لفظ صرف داخلہ یا ثابتہ کی ضد ہے۔ حقیقت میں خارج نہیں ہیں۔ بلکہ ازلاً ابداً علمِ الٰہی میں ثابت ہیں اور ان کا وجود حق تعالیٰ کا وجود ہے۔ اعیان ثابتہ کا نام اعدام یا معدومات بھی اسی لئے ہے کہ ان کو وجود خارجی حاصل نہیں ہے۔ یہ محض ثبوت علمی رکھتے ہیں۔ اور علم الٰہی کے تعینات ہیں۔ ذات اپنے اسماء و صفات کے آئینہ میں آپ جلوہ گر ہے۔ کسی غیر وجود کا یا کسی غیر ہستی کا دخل نہیں ہے۔

اصطلاحات اور تعریفات اور تجلّیٔ ذات کی اقسام

اعیان ثابتہ کے معنی ماہیات اشیاء، چیزوں کی حقیقتیں، یا اشیا کی علمی صورتیں ہیں، جو علم الٰہی میں ہیں تعینات حق تعالیٰ کو مرتبۂ علم میں حقائق اشیاء یا اعیان ثابتہ کہتے ہیں اور مرتبہ عین میں" اشیاء موجوداتِ عالم یا اعیانِ خارجہ کہتے ہیں۔"

تمام اشیاءِ کائنات ذاتِ واجب الوجود میں داخل تھیں، پہلے علم کے مرتبہ میں اعیان ثابتہ کی صورت میں، پھر عین یا ظہور کے مرتبہ میں اپنے احکام و آثار کا لباس پہن کر ظاہر وجود میں جلوہ گر ہو کر اعیان خارجہ کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ دراصل حقیقت اشیاء واحد ہی ہے۔ جو صفتوں اور شانوں کی کثرت سے حواس اور عناصر کے لباس میں متکثر دکھائی دے رہی ہے۔

اعیانِ خارجہ معلومات الٰہیّہ ہیں۔ وُہ موجود فی الخارج نہیں۔ بلکہ علم الٰہی میں ثابت ہیں۔ اسماءِ الٰہیہ کی جب اعیان پر تجلّی ہوتی ہے تو عالم خارجی دکھائی دینے لگتا ہے۔ علم چونکہ ایک نُور کی تجلّی ہے اور تمام اعیان نُورِ حق ہیں۔ لہٰذا تمام کائنات نورِ حق کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حق تعالےٰ کی تجلّی دو طرح پر ہے۔ ایک علمی، حق تعالےٰ کا ظہورِ علمی صورتوں میں ان کی استعداد اور قابلیت کے مطابق، اس کا دوسرا نام اعیانِ ثابتہ یا صُورِ علمیّہ ہے۔ دوسری عینی، حق تعالیٰ کا اعیان کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ان کے احکام و آثار کے ساتھ ظہور کرنا۔ اَعیان ثابتہ کا نور وجود سے حسّی صورتوں پر ظاہر ہونا۔ اعیان کا موجودات کی صورت میں اَحکام و آثار اور خواص کے اعتبار سے اشیاء کی الگ الگ اور جدا جدا صورتوں میں دکھائی دینا۔ تمام موجودات پہلے تجلّی علمی ہے اور پھر عینی یا شہودی، وجودِ علمی ازلی ابدی، دائمی اور لازوال ہے۔ اور وجود عینی یا شہودی حادث، فانی اور زوال پذیر ہے۔

دوسری تجلّی پہلی تجلی پر ترتیب پاتی ہے۔ علم میں ہر شئے کی عین ثابتہ جو اس کے احکام و آثار کی ایک قابلیت اور استعداد ہے ظاہر ہوتی ہے۔ اور جب اسی استعداد اور قابلیت کے احکام و آثار حواس اور عناصر سے متلبّس ہوکر علمی صورت اختیار کرتے ہیں۔ تو اشیاء کہلاتے ہیں، پس ہر شئے حضرت حق سبحانہٗ و تعالےٰ کی دو تجلّیوں کا مجموعہ ہے۔ اور ذات واجب الوجود ہی عین حقیقت اشیاء ہے۔ اور موجودات کی شکل میں ظاہر و مشہود ہے۔

علمی تجلّی وجودی ہے اور عینی تجلّی عدمی، پس وُہی ذات عالم ہے کہ اعیان ثابتہ کے آثار و احکام کے ساتھ جو علم میں ظاہر ہوئیں۔ حواس و عناصر

ہے متلبس ہو کر متعدد و متکثر دکھائی دیتی ہیں، پس وجود واحد کے سوا کچھ موجود و مشہود نہیں ہے۔ وہی باعتبار تجلی علمی اعیان ثابتہ اور صُور علمیہ ہے اور وہی باعتبار تجلّی عینی عالم و جہان ہے۔

کائنات کی کل اشیاء کا وجود اعتباری و اضافی ہے، دراصل ذات مطلق ہی ہر رنگ میں جلوہ گر ہے

معرفت الٰہی رکھنے والے شخص کے نزدیک جہان اور جہان کی کل اشیاء کا وجود اعتباری ہے۔ جیسا کہ علم ریاضی میں ایک کا ہندسہ تمام اعداد کی شکلوں اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہو رہا ہے اور تمام معاملہ ذہنی و فرضی ہے۔ ہندسوں کی جگہ تبدیل کرنے میں ان کی اعتباری قیمت میں فرق تو ضرور پڑتا ہے مگر ان کی ذاتی قیمت یا حقیقی صفت میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

اسی طرح اصل حقیقت صرف وجود باری تعالےٰ ہے۔ کائنات کی موجودات محض اضافی اور اعتباری ہیں، وجود مطلق کی حقیقت نہ امور شریفہ کے لباس میں کچھ کمال حاصل کرتی ہے اور نہ امور خبیثہ کے ظہور میں اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے۔ یہ اچھا اور برا۔ شریف اور خبیث صرف اعتباری امور ہیں حاکم کے دربار میں اس کے داہنی طرف پہلے نمبر پہ بیٹھنے والا شخص بائیں طرف میں آخری جگہ پر بیٹھنے والے شخص سے اعتباری و ذہنی حیثیت میں مقتدر و ممتاز تو ضرور ہے مگر ان کی حقیقی اور ذاتی صفت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ موجودات کا یہ جہان، انہی اعتباری نسبتوں اور اضافتوں پر قائم ہے۔ وحدتِ مطلقہ کے ظہور کو کثرت کے مرتبوں میں مشاہدہ کرنے سے ایک حقیقت کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

نسبت اعتباری و اضافی کے معنی یہ ہیں کہ وہ شئے جس کا وجود حقیقت میں نہ ہو لیکن ذہن اور عقل اس کی ہستی اور وجود کو ثابت کرے۔ مثال کے طور پر افریقہ کے لوگ موٹے ہونٹوں اور سیاہ رنگت کو خوبصورتی کا معیار قرار دیتے ہیں، تبتی لوگوں کے نزدیک خوب صورت وہ شخص ہے جس کی ناک پچکی ہوئی اور آنکھیں چھوٹی ہوں، فرانس والے نیلی آنکھوں اور سنہرے بالوں میں حسن تسلیم کرتے ہیں، ایران والے موٹی آنکھوں، باریک ہونٹوں اور کشادہ پیشانی والے کو حسین سمجھتے ہیں پس خوب صورتی کا کوئی مقرر معیار نہیں ہے۔ اسلیئے کہ یہ ایک اعتباری چیز ہے۔

ایک رہگذر میں تیتر بیٹھا ہوا کچھ بول رہا تھا۔ صوفی نے اسکی آواز سے یہ اخذ کیا کہ تیتر سبحان تیری قدرت کا وظیفہ کر رہا ہے، پاس ہی کھیت میں ہل جوتنے والا کسان سمجھتا تھا کہ تیتر "سونف سوئے ادرک" کا نعرہ لگا رہا ہے۔ پنڈت جی نے اس آواز کو "رام سیتا جسرتھ" کی یاد پر محمول کیا۔ اور مولوی صاحب نے "اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ" کی طرف توجہ دلائی۔

الغرض الگ الگ ذہنوں نے اس ایک آواز کو اپنے اپنے خیال اور اپنے اپنے مذاق پر مختلف معنے دیئے۔ اور آپس میں تفرقہ کا سامان پیدا کر لیا۔ مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تیتر کہتا کیا ہے؟ ؎

زاہد بہ نماز و روزہ ضبطے دارد ٭ رند بہ مئے و دسالہ ربطے دارد
معلوم نہ شد کہ یار مشغول بکیست ٭ ہر کس بہ خیالِ خویش خبطے دارد

کائنات کی کثرت جو یہ دکھائی دے رہی ہے حقیقت میں اسکی جداگانہ کوئی ہستی نہیں ہے۔ وحدت ہی نے کثرت کا رنگ اختیار کر رکھا ہے۔ اور کثرت میں ہر شئے کی صورت، سیرت، اثر اور خاصیت الگ اور جدا

ہے۔ فلسفی کی آنکھ احول لطیفہ کی وجہ سے وجود ممکنات کو غیر وجود واجب دیکھتی ہے اور ایک حقیقت کو دو تصور کرتی ہے، جب ہستی اور وجود کی حقیقت ایک ہے اور تمام موجودات عالم کی نمود اس ایک وجود سے ہے تو پھر یہ عدمی تعینات جو غیر کا لباس پہنے دکھائی دے رہے ہیں، اگر نگاہ سے اُٹھ جائیں تو سب کو اسی ذاتِ واحد کا نور دکھائی دینے لگیگا۔ اور ظاہر ہو جائیگا کہ غیر حق کے لئے وجود ہی نہیں۔

تمام کائنات جمال ذات کی تجلّیات ہیں

کائنات میں ہر قسم کی موجودات اور اُن کے جتنے بھی اجزاء ہیں سب اسی ذات کی تجلیات اور اسی کے کمالات کا آئینہ ہیں۔ اس لئے انسان کی ہستی عین اس کی ہستی ہے۔ انسان کا خیال عین اس کا خیال ہے انسان کا اپنا ذکر عین اس کا ذکر ہے۔ اور اس حقیقت سے آگاہ ہو جانے پر "اَنَا الْحَقّ" "سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ" اور "مَا فِیْ جُبَّتِیْ غَیْرُ اللّٰہِ" کہنا عین "ھُوَ الْحَقّ" کہنے کے حکم میں داخل ہے۔

ممکنات کو ذات واجب الوجود سے الگ سمجھنا اور عالم موجودات کا ذات حق سے غیر دکھائی دینا صرف وہم انسانی کی وجہ سے ہے۔ فی الحقیقت ایک نقطۂ وحدت ہے جو حرکت کی سُرعت اور تیزی سے دائرہ کی شکل دکھائی دیتا ہے۔ کلمۂ توحید کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ ذاتِ واجب الوجوب کے غیر کی نفی کر کے ہر تعیّن اور ہر رنگ میں اسی ذاتِ حق کو ثابت کیا جائے اور ہر ایک شئے اپنی ذات سے عدم محض اور ذات حق سے موجود نظر آئے۔

جب ممکن امکان کی گرد کو جھاڑ دیتا ہے تو پھر واجب کے سوا کچھ باقی

نہیں رہتا۔ امکان صرف نمود بے بود ہے۔ نمود و ہمی دور ہوئی تو پھر واجب ہی واجب ہے۔ واجب اپنی ذات اور صفات سے کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور اس کا ہونا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔ اور اس کا عدم محال ہوتا ہے۔ ممکن اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہوتا ہے اور اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔

درحقیقت "میں" "تو" اور "وہ" یعنی متکلم، حاضر اور غائب تینوں ضمیروں کا مشارٌ الیہ ہی ذات مطلق ہے جو مختلف صورتوں میں، مختلف اعتباروں سے تعبیر کی جاتی ہے۔ کبھی اس اعتبار سے کہ دوئی اور غیریت کو مقام توحید میں دخل نہیں "اَنَا" یعنی میں کے لفظ سے استعمال کی جاتی ہے اور کبھی اس اعتبار سے کہ وہ سب کے ساتھ حاضر ہے اور تعیّنات کی صورتوں میں جلوہ گر ہے "اَنتَ" یعنی تو کے اسم سے اشارہ کی جاتی ہے۔ اور کبھی اس اعتبار سے کہ وہ حقیقتِ اطلاق کے ملاحظہ پر سب تعیّنات سے منزّہ ہے اور حواس و ادراک سے غائب ہے "ھُوَ" یعنی ضمیر غائب کے ساتھ تعبیر کی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں "لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنتَ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ" تینوں طرح کی مثالیں موجود ہیں۔ اور کبھی ذات مطلق اپنے اسم ذاتی کے ساتھ اپنے آپکو مخاطب کرتی ہے، جیسے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"۔ الغرض ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے ذات واجب الوجود کو اپنی ہی ذات کا ظہور مقصود ہے۔

ذات حق غیر محدود اور ادراک سے بالاتر ہے اور غیر حق کا وجود تسلیم کرنا شرک عظیم ہے

وہ ذاتِ احدیت نہ محض فردانیت میں محدود ہے اور نہ عینیت اور تشبیہ میں محصور۔ وہ باعتبار اطلاق اس عالم موجودات سے منزّہ اور مُبرّا

ہے۔ اور باعتبار "تقید" "تعینات" عالم ہیں اس عالم کی موجودات کا عین ہے۔ محققین کے نزدیک اسکو محض منزّہ سمجھنا اسکو تنزیہ میں محدود کرنا ہے اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ اس طرح اسکے اسم "هُوَالظَّاهِرُ" کا انکار لازم آتا ہے۔ اور اگر اسکو محض تشبیہ میں محصور متصوّر کر لیا جائے تو یہ اس کے اسم "هُوَالْبَاطِنُ" کے انکار کی دلیل ہے۔ اور یہ دونوں صورتیں ناواستگی اور بے ادبی پر محمول ہیں۔ لیکن تنزیہ اور تشبیہ دونوں میں اسکو مطلق جاننا اور دونوں کا قائل ہونا اصلیت اور حقیقت کو سمجھنا ہے۔

مقام تنزیہ میں ہر قسم کے ظہورات اور اسماء وصفات سے وہ ذات پاک و منزہ ہے اور مقام تشبیہ میں اس کے اسماء و صفات کا مکمل ظہور ہے۔ تنزیہ ذات کی لطافت کا نام ہے اور تشبیہ ذات کی کثافت کا۔

مُنزّہ بمعنی بے صورت کے۔ مُشَبَّہ بمعنی ساتھ صورت کے۔ تنزیہ بے صورت یعنی ذات حق جسے عام بول چال میں خدا کہتے ہیں۔ اور تشبیہ صورت یعنی جہان یا کائنات۔ دراصل تنزیہ و تشبیہ کا وجود واحد ہے۔ بے صورت، بے شکل اور لامکان مرتبے کا نام شانِ تنزیہی یا خدا ہے۔ اور صورتوں شکلوں اور مکانوں میں ظہور کا نام شانِ تشبیہی ہے۔ تنزیہی اور تشبیہی دونوں ذات کے مرتبے اور ذات کی شانیں ہیں۔

جس ذات یا وجود کو حق اللہ یا خدا کہتے ہیں، وہ غیر محدود، بے نہایت اور غیر متناہی ہے جو خود بخود قائم اور دائم ہے۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے معنوں میں کسی قسم کی کوئی شرکت اور دوئی اس کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ ہستی یا وجود جسے خدا کا نام دیا جاتا ہے کوئی ایسا وجود نہیں جو تحقق اور تعین کے معنوں میں ہو۔ بلکہ وہ ایسا مطلق ہے کہ لفظ ادراک بھی اس پر صادق

نہیں ہوتا۔ حواس و ادراک اسکی ماہیت پانے سے عاجز و قاصر ہیں۔ اُس وجود کی کوئی شکل اور کوئی حد نہیں ہے۔ انسانی علم و فہم سے وہ اس قدر بالا و برتر ہے کہ اس پر لفظِ وجود کا بھی اطلاق نہیں۔ وہ ایک ذاتِ قدیم ہے۔ جو صفات رنگا رنگ میں جلوہ گر ہے، نہ اس کی کوئی ابتداء ہے نہ کوئی انتہا۔

اسکو ہستی یا وجود اس لئے کہا گیا ہے کہ اُسکے غیر کی کوئی ہستی یا وجود نہیں ہے۔ اور باوجود اس قدر کثرت ظہور کے اسکی بے شکلی، بے حدی اور اسکے اطلاق میں کوئی فرق نہیں آیا۔ "اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ"۔ اور اگر غیر اس کا عرصہ کائنات میں موجود اور مشہود فرض کرلیا جائے تو انتہائے حق لازم آئے گا۔ اور ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کا غیر وجود ایک دوسرے کے شریک ہو جائیں گے اور شرک بڑا گناہ اور ظلم عظیم ہے۔ بلکہ اوّل و آخر ظاہر و باطن اوپر نیچے اور اندر باہر ذات حق ہی موجود اور مشہود ہے۔ اس کا غیر عدم و نیست ہے۔ کائنات میں ذاتِ حق کے سوا کسی غیریت اور شرکت کا کوئی مقام نہیں ہے۔ ہر قسم کی عبادت اور استعانت کا مرکز ذاتُ اللّٰہ ہے۔ اور یہی مفہوم ہے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا۔

خیر و شر اور جزا و سزا کے بارہ میں ایک شبہ اور اس کا ازالہ

وجود اور ہستی حق سبحانہ و تعالےٰ کی ہے۔ اس کے اسماء و صفات کی تجلیات جب ہستئ کائنات کی حامل ہیں، اور سب کچھ خیر محض ہے تو یہ گناہ اور ثواب اور جزاء و سزا کا قانون کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ کائنات من حیثُ الحقیقت والوجود نیست اور من حیث التعیّن والتشخّص ہست۔ من حیثُ الحقیقت الوجود عین باری تعالیٰ اور من حیث التعیّن والتشخّص غیر ذات باری تعالےٰ ہے۔

تکلیف و آرام نشیب و فراز، ثواب و عذاب، خیر و شر، حیات و ممات یہ سب چیزیں تعینات و ظہورات ہیں، اور تعین و ظہور ایک اعتباری و عدمی امر ہے۔ وجود بمرتبہ اطلاق ان تمام نسبتوں اور اضافتوں سے بری ہے، اور پاک ہے۔ اس لبساطِ کون و مکان پر وحدت مطلقہ کا دریا موجزن ہے.........
.........کسی چیز کا خیر یا شر ہونا یا ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہونا عالمِ محسوسات کا تقاضا ہے۔

چونکہ عقل و وہم کی نگاہ صورت اور تعین پر پڑتی ہے، اس اعتبار سے تعین اور حقیقت کے نظام کو برقرار رکھنے کے لئے نقائص و ذمائم کی نسبت تعینات کی طرف کی گئی ہے اور حسنات و برکات کی نسبت حقیقت اور وجود کی طرف۔

آدابِ شریعت کی پابندی موجبِ حسنات و برکات ہے

عرفان و گیان کی اس روشنی میں زندگی کو ہموار قدروں کے ساتھ بسر کرنے کے لئے علمِ شریعت نے آداب و قواعد مقرر کئے ہیں۔ ان کی پابندی موجب حسنات اور باعث برکات ہے۔

قرآن مجید میں ذات باری تعالیٰ کے متعلق دو قسم کی آیات موجود ہیں، جن کے پیش نظر وہ اس عالم موجودات کا عین بھی ہے، اور اس سے منزّہ و مبرّا بھی۔ اگر دونوں قسم کے احکام کا ماننا ضروری ہے تو اس عالم موجودات کے عین باری تعالیٰ ہونے سے انکار کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر ذات باری تعالیٰ کو محض تنزیہ اور ورائیت یا محض تشبیہ اور عینیت میں منحصر اور محدود سمجھا جائے تو ایک قسم کی آیات کا انکار لازم آئے گا۔

خدا کے لئے کوئی معیّن مقام تسلیم کرنا شانِ الوہیّت کے خلاف ہے

کائنات کی بلندیوں یا پستیوں کے کسی مقام پر اسے متمکّن سمجھ لینا شانِ الوہیّت کے منافی ہے۔ اس لئے وہ نہ صرف عرش پر ہے، بلکہ عرش فرش سب جگہ پر حاضر اور موجود ہے اور از رُوئے ذات و صفات وہ تمام کائنات کو محیط ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ — ہر حالت اور ہر مقام پر وہ تمہارے ساتھ ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا۔ — بے شک اللہ تعالیٰ ہر شئے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ۔ — بے شک میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان اور محافظ ہے۔

اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ بَصِیْرٌ۔ — بے شک وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۔ — بیشک وہ تمام چیزوں پر حاضر و ناظر ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ — بیشک اللہ تعالےٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے

وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ۔ — اللہ ہر چیز پر مختار، محافظ اور نگہبان ہے۔

خدا کے لئے یہ احاطہ اور گھیرا ایسا نہیں ہے جیسے کوئی چیز لکیر کھینچ کر یا حد بنا کر محصور و محدود کر دی جائے۔ بلکہ یہ احاطہ ایسا ہے جیسے موصوف کا صفت پر۔ چنانچہ خوب صورت پھول میں خوبصورتی پھول سے الگ اور جدا وجود نہیں رکھتی۔ اور وہ اس طرح متحد بھی نہیں جس طرح ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ لگی ہوئی ہو۔ اور نہ وہ معیّت ایسی ہے جیسے رنگ پانی میں حل ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ معیّت ایسی ہے جیسے بلبلے کے ساتھ پانی کی معیّت ہے۔

ذاتِ مُطلق کے بارے میں غلط نظریہ

بالعُموم انسان نے خدا کے متعلق کسی ایسی ہستی کا تصوّر ذہن میں قائم کر رکھا ہے جو کائنات سے الگ تھلگ دنیا کے کسی بلند ترین مقام پر ایک ڈکٹیٹر کی حیثیت سے جلوہ افروز اور اپنے احکام کے جاری کرنے کی کوشش میں مصروف اور اُن کے ماننے والے یا نہ ماننے والوں کے لئے ثواب و عذاب کی کارروائی عمل میں لانے کی کشمکش میں مشغول ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید میں اُس ذات مطلق کے عرش پر مقیم ہونے کا ذکر کیا گیا ہے :-

"ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" پھر قرار پکڑا اس نے عرش پر

لیکن اگر اسے شخصی حیثیت سے عرش پر محدود و محصور مان لیا جائے تو پھر دوسری آیات جن سے اس کا ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود ہونا ثابت ہوتا ہے کا انکار لازم آئیگا۔ اسلئے وہ نہ صرف عرش پر بلکہ عرش و فرش سب جگہ پر موجود اور حاضر و ناظر ہے۔

بٹھا کے عرش پہ رکھا ہے اسے تو نے اے زاہد
خدا ہی کیا وہ جو بندوں سے احتراز کرے ؟؟

حضرات انبیاء عظام اور اولیاء کرام کا مقامِ فنا و بقا

یوں تو کائنات کا ذرّہ ذرّہ مظہرِ نورِ خدا ہے لیکن انسان خاص طور پر اس خلعت سے ممتاز ہوا ہے۔ اور پھر انسانوں سے حضرات انبیا عظام اور اولیا کرام کا مقام خاص طور پر بلند ہے۔ رسول اور ولی کی حیثیت اپنے ذاتی وجود

کے اعتبار سے مقام فنا اور مظہر حق ہونے کے اعتبار سے مقام بقا میں ہوتی ہے۔
اور اس کیفیت کا کرشمہ ہر ولی اور ہر انسانِ کامل میں نمودار ہوتا ہے ؎

سرِّ مخفی گفتہ ام با تو عیاں
انبیاء و اولیاء را حق بداں

پانی گھڑے سے لیا جائے یا صراحی سے ، نہر سے یا دریا سے اس میں کچھ فرق نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ پانی دریا ہی سے نہر اور گھڑے میں آیا ہے ، گھڑے اور صراحی میں جو پانی ہے وہ دریا ہی کا پانی ہے ۔ اسی طرح چاند کی چاندنی در اصل سورج ہی کی روشنی ہے ۔ اگر کسی چراغ نے شمع سے نور حاصل کیا ہے تو چراغ کا نور شمع کا نور اور چراغ کو دیکھنا بالیقین شمع کو دیکھنا ہے ۔

ایسے ہی اگر اس چراغ کے نور سے ہزاروں چراغ روشن ہو جائیں تو پچھلے چراغ کا نور پہلے چراغ کا ہی نور ہے ۔ اور نورِ چراغ اور نورِ شمع میں کچھ فرق نہیں ہے ۔ "مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ ۔"

اعتبارات ، تعیّنات اور تشخّصات کا ملحوظ رکھنا ضروری اور لازمی امر ہے

ظہورات میں تعیّنات کے اعتبار سے غیریت نفس الامری ہے ۔ اگرچہ غیریت اعتباری ہے ۔ اور تعیّنات اور تشخصات اگرچہ فی الحقیقت لاشئے ہیں ۔ مگر اس دنیا کی زندگی میں مجازی رنگ میں جلوہ گر ضرور ہیں ، اس لئے اس غیریتِ اعتباری کو جس پر کائنات کا تمام نظم و نسق موقوف ہے ، صرف وہم ہی وہم سمجھ کر نظر انداز کرنا اور اس ذہنی و اعتباری غیریت کے مراتب کو محض وہمی سمجھ کر پیش نظر نہ رکھنا اور اس کے اثرات سے بے خبر رہنا شدید نادانی اور عظیم غلطی ہے ۔

شریعت کے احکام اور ضروریات دین کی رعایت نہ صرف عالم کی درستی کا موجب ہے بلکہ یہ کمالاتِ معنوی کی طرف رہنمائی کا بھی موجب ہے۔

پس نظر جب حقیقت پر ہو تو غیر حقیقی کی نفی اور جب نظر مراتب پر ہو تو غیر اعتباری کا اثبات ضروری ہے۔

وَ لِلّٰہِ درّ القائل ؏

حفظِ مراتب گر نکنی زندیقی

الحمد للہ الذی بنعمتہٖ تتم الصالحات

یہ احقر ہیچمداں، مکتب فقر و عرفاں کا ابجد خواں، اربابِ طریقت سے بالعموم اور عقیدت مندانِ حضرات مشائخ چشت سے بالخصوص مظہر مُدّعا ہے کہ عرصۂ دراز سے میری دلی تمنّا یہ تھی کہ :-

"سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ سیّد الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ وارث النبی فی الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ، اوّلین الارواح حضرت خواجہ قطب الدین بختیار، شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدینؒ گنج شکر سلطان الاولیاء حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیریؒ، شاہِ ولایت حضرت خواجہ شمس الدین شمس الارضؒ اور دوسرے پادشاہانِ دین اور مستانِ عشقِ الٰہی جو مئے وحدت سے سرمست اور شاد کام اور نشۂ توحید سے مخمور اور سیر کام ہیں"

کے جستہ جستہ احوال و کیفیّات اور چیدہ چیدہ فضائل و مقامات کسی قدر احاطۂ تحریر میں لاکر ناظرین کے سامنے لائے جائیں۔ تاکہ قارئین کے لئے وہ نورِ ایمان اور کیف و سرور میں اضافہ قلب و جگر اور روح و رواں میں ذوق تازہ کے محرّک اور موجب ہوں۔

میرے پیر روشن ضمیر ہادیٔ برحق حضور سرکار صابری صاحب مدظلہ العالی اسی مشرب سے شاد کام اور اسی مسلک سے سیر کام ہیں۔ آپ کا رخ انور آئینۂ حق نما

اور آپ کا وجود اطہر جلوہ گاہ ذاتِ کبریا ہے۔ اور اس فقیر کوتاہ بین نے جو کچھ بھی کہا یا لکھا ہے وہ اسی آئینۂ پُر ضیا کا پرتو اور اسی ذاتِ فیض رساں کا جود و کرم ہے ؎

اللہ اللہ کا مزا ساقی کے میخانہ میں ہے
ماشاءاللہ دونوں عالم کی حقیقت ایک پیمانہ میں ہے

اسلئے ان تمام مقامات و کیفیات اور معارف و مشاہدات کو ذہنی وجود سے عرصۂ شہود میں لانے سے پیشتر اس مجموعہ کا نام "انوارِ صابری" تجویز کیا گیا اور حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے اس اہم کام کی منظوری و قبولیت اور اسکی تیسیر اور تکمیل کے لئے قلبی و روحی دعا کی گئی۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایک مدت کے بعد اس نے محض اپنے الطاف کریمانہ اور انعامات خسروانہ سے مجھ سے کور بے پایہ و بے مایہ کو اس اہم کام کی تکمیل کا بارِ گراں اٹھانے حسب مراد منظر عام پر لانے کے لئے جدو جہد کرنے، اپنے مشائخ کی بارگاہانِ قدسیہ میں پیش کرنے اور احباب کرام کو اس سے استفادہ کے مواقع فراہم کرنے کی توفیق بخشی۔

فالحمدُ لِلّٰہِ علیٰ ذالکَ ؎

نہ بنقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم
نفسے بیادِ تو میکشم چہ عبارت و چہ معانیم

(ترجمہ)

مجھے اپنی اس تحریر پر نہ تو کچھ پریشانی اور تشویش ہے۔ اور نہ اس کے عمدہ طرز بیان سے مجھے کچھ راحت اور خوشی ہے، بلکہ اے دوست! میں تو زندگی کے

چند سانس تیری یاد میں گذار رہا ہوں، باقی میرے الفاظ کی وقعت کیا اور میرے معانی کی حقیقت کیا۔

حافظ عبید اللہ عابری
فاضل دیوبند، مولوی فاضل، منشی فاضل، ادیب فاضل
اقبال سٹریٹ۔ محلہ سید نگری۔ ضلع گوجرانوالہ

حرفِ آخر

معارفِ ربّانی اور مقاماتِ ولایت کی ترجمانی اور ان کی طرف نشاندہی کرنے والا یہ نادر مجموعۂ مضامین "انوارِ صابری" طبع ہو کر ناظرین کے سامنے آگیا ہے۔

"انوارِ صابری" کی اشاعت میں چونکہ حضرات مشائخ عظام کی عقیدت و محبّت کا جذبہ کارفرما ہے اور ان نفوسِ قدسیّہ کے فیوض و برکات کو اہلِ ذوق تک پہنچانا مقصود ہے۔ اس لئے کثیر مصارف کے باوجود اس کتاب کو کم از کم قیمت پر ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔

توقّع ہے کہ طالبانِ حق بالعموم اور نسبت دارانِ حضرات مشائخ بالخصوص جہاں اس کتاب کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوں گے وہاں اس بیش بہا علمی خزانہ کی خریداری سے اپنے معلومات میں اضافہ اپنے کیف و سرور میں تازگی اور اپنی عقیدت و محبّت میں تسکین روحی و قلبی کا سامان موجود پائیں گے۔ انشاءَ اللہُ العزیز۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

مؤلّف

کتاب ہذا ذیل کے پتہ سے بھی دستیاب ہو سکتی ہے

اسلامی کتب خانہ اردو بازار۔ گوجرانوالہ